جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

بحمد رب الفلق کتاب ہدایت انتساب ناسخ طوامیر ماسبق بقدر دانی شہنشاہ دکن محی الملۃ والدین

اعلیحضرت نواب مستطاب میر عثمان علی خان بہادر اصفجاہ ہفتم ادام اللہ اقبالہ و خلد اللہ سلطنتہ

سلک ثالث سلسلہ دعوۃ الحق و تبرعۃ الحق

المسمی بہ

منہاج الحق

من تصانیف حافظ کلام ربانی و حامل سر احمدانی غواص دریائے شریعت و طریقت و سباح بحار

روحانیت و حقیقت شمس العلماء مولانا مولوی حافظ سید محب الحق صاحب نقشبندی عظیم آبادی

سنہ ۱۳۳۶ ہجری

مطبع اخبر دکن واقع قصبہ گنج بامداد سید مظفر علی صاحب مہتمم مطبع ہذا

سید محب الحق

فہرست مضامین کتاب

نمبر	مضمون	صفحہ
۱	حمد باری تعالیٰ	۱
۲	نعت سید المرسلین	۳
۳	مقدمۂ کتاب	۳
۴	حقیقت حال	۴
۵	رہبانیت	۱۲
۶	اسلام و رہبانیت	۱۹
۷	نسبت ارشاد و ولایت	۲۵
۸	تاریخ تصوف	۲۸
۹	تاریخ تصوف قرآن مجید	۳۳
۱۰	تعریف تصوف	۳۷
۱۱	دور صوفیہ	۴۶
۱۲	دور آخری	۴۷
۱۳	مشائیخین	۵۶
۱۴	عقائد خلاف قرآن	۵۹
۱۵	ما بعد الموت	۶۷
۱۶	افسوس	۷۴
۱۷	جبر و اختیار اور تقلید و آزادی	۷۹
۱۸	تمہیں چاہیئے کیا؟	۸۳
۱۹	موضوع و غرض تصنیف کتاب	۸۶
۲۰	[illegible]	

نمبر	مضمون	صفحہ
۲۱	اخلاق کا طرز بیان	۹۱
۲۲	اصول اخلاق یا رضائے مولیٰ	۹۴
۲۳	نعمائے الٰہیہ	۹۹
۲۴	تقسیم اصول اخلاق	۱۰۳
۲۵	مرکز اخلاق	۱۰۴
۲۶	دوائر اخلاق	۱۰۷
۲۷	اللہ کا حق	″
۲۸	ایمان	۱۰۸
۲۹	عمل	۱۱۳
۳۰	ماسوائے اللہ کا حق	۱۱۴
۳۱	حقوق انسان	۱۲۵
۳۲	حقوق ماسوائے انسان	۱۳۱
۳۳	دنیا	۱۳۰
۳۴	فقہائے ربانی یا واعظین	۱۴۹
۳۵	موعظت	۱۵۰
۳۶	طلب	۱۵۳
۳۷	امام ربانی	۱۵۹
۳۸	مرشد ربانی	۱۶۲
۳۹	رشد و ارشاد	۱۶۳

نمبر	مضمون	صفحہ
۴۲	ہدایات للمسترشد	۱۶۸
۴۳	پیری و مریدی	۱۸۲
۴۴	بیعت ربانی	۱۸۶
۴۵	مجاہدہ و جہاد	۱۹۶
۴۶	امراض باطنی	۲۰۱
۴۷	امراض قلبی	۲۰۳
۴۸	قلب مذموم یا قلب مریض	۲۰۴
۴۹	قلب محمود	۲۰۷
۵۰	امراض نفسی	۲۰۹
۵۱	نفس مذموم	۲۱۰
۵۲	نفس محمود	۲۱۱
۵۳	استغفار و توبہ	۲۱۲
۵۴	انابت و معالجہ	۲۱۶
۵۵	معالجہ امراض قلبی	۲۱۸
۵۶	ذکر	۲۲۲
۵۷	ذکر کلمہ طیبہ	۲۳۰
۵۸	ضرب	۲۳۴
۵۹	پاس انفاس	۲۳۶
۶۰	سلطان الذکر	۲۳۹
	التقائے ذکر	۲۴۰
	اسماء حسنیٰ	۲۴۱

نمبر	مضمون	صفحہ
۶۳	ذکر نہ کرنے والوں کی تہدید	۱۶۸
۶۴	معالجہ امراض نفسی	۱۸۹
۶۵	تفکر فی الآفاق و فکر فی ان نفس	۱۹۶
۶۶	فکر	۲۰۳
۶۷	پاس انفاس	۲۰۴
۶۸	مراقبہ	
۶۹	لطائف	۲۰۷
۷۰	انشراح صدر	۲۰۹
۷۱	محاسبہ	۲۱۰
۷۲	اعتکاف و اربعین	۲۱۱
۷۳	کشش یا تائید غیبی	۲۱۲
۷۴	گردش	۲۱۶
۷۵	روش	۲۲۲
۷۶	انقطاع قطع ماسوی اللہ	۲۳۰
۷۷	مقامات	۲۳۴
۷۸	مناجات	۲۳۶
	—— ۱۰ ——	۲۳۹

انتساب

تحفہ درویش کو کرتے ہین سب سلطان قبول
ہم بھی اپنے دل کے ٹکڑون کا یہ تحفہ لائے ہین
خاکسار مصنف اس ناچیز تصنیف کو
عالیجاہ و عالی مرتبت ہر دلعزیز یہ ونہار شاہزادہ اعظم جاہ
نواب میر حمایت علیخان بہادر
اطال اللہ عمرہ وافاض اللہ علیہ من فیوض السمٰوٰت والارض کے
نام شاہزادگی واسم **ولیعہدی** کیساتھ منسوب کرتا ہے
کیونکہ
یہ کتاب تصوف قرآنی کا پہلا جزو ہے جو انسان کامل بنانے کیلئے خدائی ہدایت نامہ ہے
اور
ہمارے شاہزادہ بلند اقبال کو **خداوند عالم** انسان کامل کا نمونہ اور خلیفۃ اللہی کا
وارث مستحق
قرار دیکر جلوہ گاہ عالم مین چمکانے والا ہے اسلئے اس تصنیف کے انتساب کا
ہمارے شاہزادے سے بہتر کوئی دوسرا مستحق نہین ہوسکتا خدا اس انتساب کو قبول کرے آمین

سید محب الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالےٰ

الحمد للہ الذی خلق السمٰوٰت والارض وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون ۝ امن خلق السمٰوٰت والارض وانزل لکم من السماء ماءً فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا ءالہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون ۝ ھو الذی خلقکم من طین ثم قضیٰ اجلاً واجل مسمًّی عندہ ثم انتم تمترون ۝ امن یبدء الخلق ثم یعیدہ ومن یرزقکم من السماء والارض ءالہ مع اللہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ۝ ھو اللہ فی السمٰوٰت وفی الارض یعلم سرکم وجھرکم ویعلم ما تکسبون ۝ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون ۝ ھو الذی ینزل علیٰ عبدہ ایٰت بیّنٰت لیخرجکم من الظلمٰت الی النور وان اللہ بکم لرءوف رحیم ۝ امن یھدیکم فی ظلمٰت البر والبحر ومن یرسل الریٰح بشرًا بین یدی رحمتہ ءالہ مع اللہ تعالی اللہ عما یشرکون ۝ ھو الذی ذرأکم فی الارض والیہ تحشرون ۝ امن جعل الارض قرارًا وجعل خلٰلھا انھٰرًا وجعل لھا رواسی وجعل بین البحرین حاجزًا ءالہ مع اللہ بل اکثرھم لا یعلمون ۝ ھو اللہ لا الٰہ الا ھو لہ الحمد فی الاولی والاخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون ۝

اے وہ ذات جو ہے۔ ذات تیری۔ صفات تیرے۔ تیرے سوا جو ہے وہ نہیں ہے نہیں کو ہے کے

جلوے مین تو نے دکھایا۔ اور ہے کونہین کے پردے مین تو نے چھپایا تیری حمد کرنی چاہون تو اے قدوس! تیری قدوسیت اور تیری عظمت و جلالت حیرت کی بیہوشی مین ڈالدیتی ہے۔ اور چپ رہون تو جذبۂ دل چپکے چپکے چٹکیان لیتا ہے اور نچلا بیٹھنے نہین دیتا۔ قرار نہ یون ہی نہ دون ہی چین نہ اس پہلو نہ اوس پہلو ہمت کا قصور نہین مگر حوصلہ کا مقام نہین۔ کہان تو نشان واشے سے وہم و کنایہ سے پاک منزہ سبحان اللہ عما یصفون ۰ اور کہان ہم عدم و بود نما کے بلبلے کہ خیال ہٹا اور پھوٹ بہے جسکا ہونا بھی وہمی کا نہ ہونا بھی وہمی کا۔ کہان تیرے صفات مقدس عن الکیفیات حاشا و الحمد للہ واللہ اکبر اور کہان ہمارے کیفیات آلودہ قیودات و محدودیت۔ کہان تو اور کہان ہم پھر تیری حمد کرنی غیر محدود کو محدود الفاظ مین محدود معنی مین محدود و مفہوم مین مقید کرنا ہے اور یہ ناممکن، تو اے واجب الوجود پھر تیری حمد کے لئے زبان الفاظ معنی مفہوم کہان سے لاؤن ع خاموشی زتو سد ثنائے تو۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۰

نعت سید المرسلین منزل من رب العلمین

یس۔ والقران الحکیم انک لمن المرسلین ۰ علی صراط مستقیم ۰ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین ۰ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۰ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم نعت خیر الوریٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر بہ دوری و نابینائی بیان ہو تو کہانی ہے اور تاریخ نویسون کا افسانہ اور اگر بحضوری بیان ہو تو حضوری اور بیان۔ ایسی حضوری جسمین دید ار محبوب کے سوا تحریر و تقریر کا بھی ہوش رہے حضوری کی بیہوشی بہتر مگر بیہوشی مین نہ دید نہ شنید نہ ناز و نیاز نہ ولولۂ عشق نہ الطاف محبوب کی دل رائیان تو اسے بہر حال

دیوانہ وار ہوش اور عاشقانہ گرم جوشی ہی اوسنے اوسکے کچھ ہی ہو دل دیوانہ سے یہہ امید کہ وہ نعت مصطفوی کے مراتب طے کر سکیگا۔ دیوانہ پن ہے وفور شوق اور سلسلہ بیان چشم محو نظارہ اور مراحل تحریر۔ دل سوداز دہ اور مراسم تقریر۔ نا ممکن۔ نہ آنکھون کو قوت تقریر نہ زبان کو طاقت دیدیا سکے آپ کی نعت دل عشاق کے حوالے چشم مشتاق کے حوالے شوق اشتیاق کے حوالے پھر کہنے سنے لکھنے لکھانے کو کیا رہا۔ ؎

جو ہو گیا ہو آپ کا شیدا وہ کیا کہے۔ دیوانہ ہو جو آپ کا مولا وہ کیا کہے۔

عشاق را خبر ز سیاہ و سفید نیست۔ جز دید یار فرصت گفت و شنید نیست۔

مقدمہ کتاب

مینے دعوۃ الحق مین از روے دلائل عقلی و فلسفی اور از روے اقتضاے فطرت اسلام کی حقانیت بمقابلہ دیگر ادیان کے دکھائی ہے اور توحید ضرورت رسالت۔ حقانیت رسالت ختم رسالت حقیقت معجزات حقانیت قرآن مجید۔ اوسکا کلام اللہ ہونا اور منزل من اللہ ہونا ثابت کیا ہے۔ ان مضامین کو جسے دیکھنا ہو وہ دعوۃ الحق مین دیکھے۔

قرآن مجید کی حقانیت تسلیم کرلینے کے بعد اسکے سوا کوئی کسوٹی حق و باطل کے جانچ کی نہین ہو سکتی جو قطعی ہو اور غلطی اور لغزش سے پاک ہو اسلئے شرعۃ الحق مین مینے اسلامی شریعت کو قرآن مجید سے بیان کیا ہے تاکہ وہ سارے فرق اسلامیہ کے اختلافات اور جھگڑون مین حکم ہو اور خدائی فیصلہ سنا دے شریعت کی صحت جسے کرنی ہو وہ شرعۃ الحق کو بلا تعصبانیت دیکھے۔

اس کتاب مین جسکا نام مینے منہاج الحق رکھا ہے مجھے قرآن مجید کی روحانی تعلیم اور قرآنی تصوف کو بیان کرنا ہے جو تیرہ سو برسون کے گذرنے پر بھی اس حیث تصنیف و تالیف سر بمہر ہی رہا ہے اسلئے متعلمین عاملین ہوے تعمیل کی مراد کو پہونچے۔ مگر جو دیکھا یا سکھایا وہ سینہ بسینہ ہی رہا۔ یہان تک کہ اسکا نام ہی

پڑگیا علم سینہ مگر جو کتاب من اللہ تبلیغ کی گئی اوسکی روحانیت کو ضرور ہے کہ آشکارا کیا جائے مجھے ضرورت اسکے آشکارا کرنیکی کیا ہوی اور کس ضرورت نے مجھے مجبور کیا اسے مین اس مقدمہ مین جسکو ذیل کی چند سرخیون مین تقسیم کیا ہے بیان کرونگا۔ ناظرین سے امید ہے کہ پہلے مقدمہ کو پڑھ لین جب اصل کتاب کی طرف توجہ فرمائین۔

حقیقت حال

علام الغیوب! تجھ سے چھپا کیا ہے۔ مدت ہوئی۔ زمانہ ہوا۔ صبح ہوی شام ہوی موسم آئے موسم گئے صبا چلی۔ سموم چلی۔ دن کٹے۔ راتین کٹین برسون کا شمار ہے۔ اتنے زمانہ مین خدا جانے کتنے انقلاب ہوے طفلی آئی بھی گئی بھی۔ شباب بھی آیا وہ بھی رخصت ہوا۔ اب پیری آئی۔ اور آتے آتے پیام اجل بھی آیا۔ مگر تیرے دیوانہ کو کہین پناہ نہ ملی۔ بھونرا بن کر جس پھول پر بیٹھا وہ مرجھا گیا۔ پروانہ بن کر جس شمع کے پاس آیا وہ گل ہوگئی۔ بلبل بنکر جس گل کا محو نظارہ ہوا وہ گل گلچین کے گلے کا ہار ہوا۔ اور بھتر ہوا تیرے پروانہ کو شمع سے کیا کام اور چراغ سے کیا غرض۔ تیرے دیوانہ کو گلستان سے کیا تعلق اور بوستان سے کیا مطلب۔ بے نیاز تو سب سے ہوا مگر دل کی پیاس نہ بجھی اور نبض کی تیزی ٹھنڈی نہ ہوی۔ یاس موجب تسکین ہوتی وہ بھی نہ ہوی۔ غایت شوق نے تیری تصویر کھینچی تو ایمان غیبی نے اوسے مٹا دیا جوش جنون نے جسے کہا کہ وہ تو ہے۔ دیکھا تو وہ تو نہ تھا اپنا دیوانہ پن تنہا انکھین ترستی ہی رہین اور دل بسمل تڑپتا ہی رہا تیری طلب و جستجو نے بیٹھے بیٹھے کس کس جہان کی خاک نہ چھنوائی اور کس کس عالم کی قضا نہ بنوائی۔ دیکھا اور کیا کیا نہ دیکھا مگر یہ سارے ماسوا کے تماشے تھے اور انی لا احب الافلین مین فانی کو پسند نہین کرتا اللہ اللہ ؎ کہان کہان تیرا عاشق تجھے پکار آیا

افسوس صد افسوس عمر گذری اور تماشہ بینی ہی ہین۔ حیرت در حیرت بھتیرا کچھ دیکھا اور کچھ نہ دیکھا۔ کہین تیری جھلک نے تڑپایا تو وہ تیری جھلک تھی تو نہ تھا کہین تیری تصویر بول اٹھی تو وہ تیری اک

استحانی اداتھی تو نہ تہا اے منزہ عن الکیف! کم وکیف کا جیلا اپنی چہار دیواری سے نکلنے نہین دیتا کہ تیرے تقدیس کی جان بخش ہوا سے مشام جان تازہ ہو سچ ہے یومنون بالغیب کا احاطہ ہزار تو ڑو نہین ٹوٹتا۔ ہر چند اسکا نتیجہ تہا یاس و نا امیدی۔ مگر جوش عشق نے سہارا دیا اور ہمت شکستہ نے سنبہالا لیا۔ امید کا گہٹا ٹوپ بادل اومنڈ آیا۔ بارش رحمت کی جھڑی برسنے لگی۔ ولولہ اوٹھا تو دل کے ہاتہون نے ہاتھہ بڑھایا مگر ہاتھہ کی بساط کیا بھر کی بھی نہین چشم شوق نے آنکہین کھولین تو تل اور جبل پہاڑ۔ ایک مدت انا الحق کی شراب ڈھلی۔ ایک مدت ہو الحق کا دور چلا مگر حوادث فنا کے دائرہ سے نہ اک نقطہ باہر گیا نہ نقطہ کا وجود نہ وجود کا وہم نہ وہم کے کیفیات۔ نہ کیفیات کے جذبات۔ قطع ماسوا کے بعد بھی جو کچھ رہا وہ نیرنگی فنا کے اندر تہا۔ تنزہ اور قدوسیت کے ہو کا عالم جیسا تہا ویسا ہی رہا۔ سارے انقلاب ہم مین تھے ہم مین ہے۔ نیرنگیون کا فوارہ ہم سے اوٹھا ہم پر پرساتو چھپا ہی رہا اور ہم ترستے ہی ہے اے اللہ پھر تیرا عاشق کیا کرے نہ دیکھ سکتا نہ بے دیکھے چین نہ پا سکتا نہ پائے بغیر دل کو آرام نہ بے صبری کی گنجائش نہ صبر کا موقع۔ ہر چند امید و بیم کے اس تموج مین تو نے میری ڈوبتی ناؤ کو سنبھالا تو سہی اور ہمت کا پاس بھی رکھا پھر بھی کیفیات کے مد و جزر نے کسی حال مین نہ رکہا۔ عالم فنا کے نت نئے تماشون سے آنکھین چندھیا گئین۔ حیرت در حیرت معاملات نے عقل کھوئی۔ یہ سارا کچھ ہوا مگر تیرا شکر کس طرح ادا ہو کہ اس پر بھی تو نے ساتھہ نہ چھوڑا اور چھوڑ نہ دیا۔ ہمت بھی دی سہارا بھی دیا سنبھالا بھی اور ہدایت بھی کی۔ مینے تیری آواز پہچانی جب ڈوبتے وقت تو نے للکارا کہ او دوست مخلصان کیا میری پکار بعبادلا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون (اے میرے بندو آج تم کو کچھ خوف نہین اور کچھ غم نہین) تو نے سنی نہین کیا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (جنہون نے میری راہ مین مجاہدہ کیا تو ہم اونھین اپنی راہ ضرور دکھائین گے) کی منادی تیرے کانون نہ پہونچی۔ کیا میری صفت لکلمی پر تیرا ایمان نہین ہے۔ کیا میرا کلام مجھ سے جدا ہے۔ یا مین اپنے کلام سے

جداہون اوڈھونڈھنے والے کہان کہان تجھ ڈھونڈتا ہے مجھے میرے کلام مین ڈھونڈہ پائیگا تو نہین پائیگا میرے سوا کہین پناہ نہین اگر تو مجھ سے ملنے کیلئے میرے کلام مین ڈوبا تو من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت (جو کوئی اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو اللہ کے وعدے کا وقت تو ضرور آنیوالا ہے) او طالب صادق نا ادہر دیکھ نہ اُدہر دیکھ میرے پاس آ۔ہان آ۔میرا بندہ آ۔میرا ڈھونڈھنے والا آ۔عبودیت دور بین لگا اور معبود کی طرف دیکھ مستی عشق کو راہ پر لگا اور چلا چل۔ راہ سیدہی ہے وہ مینے اپنے قرآن مین بتادی ہے بس سیدہا چلا آ دل مین دل آیا جان مین جان آئی آخر پناہ دینے والے نے پناہ دی۔ الیہ المرجع والماب ؎

تیرے حضور آئے تو امن و امان ملا ۔ تیرے سوا پناہ جو ڈھونڈا کہین نہین

اس لئے اب ہم ہین اور تیرا کلام۔اب ہم ہین اور تیری باتین تعالیٰ شانہ وتقدس کلامہ اوسکے کلام نے آنکھین کھولین تو دل پکارا وما خلقت ھذا باطلا لیکن اب دوسرا تعجب اور دوسرا افسوس کہ صدیان گذرین تصنیف و تالیف کا بازار گرم ہوا۔بڑے بڑے امام فقہا علما فقرا۔عالی ہمت اور عالی دماغ لوگون نے خدمت اسلام پر کمر باندہی عیش و آرام تلخ کیا مصیبتون کے سامنے جان بکف ہوے اور تصانیف کا انبار لگا دیا کونسا علم ہے جسمین اونکی تحقیقات نے اضافہ نکیا۔اور اوس پر اپنی مہر نہ کی۔مگر روحانیت قرآن ابھی اچھوتی ہی رہی اور تصوف قرآنی ابھی تک سربمہر ہی رہا میری غرض تحریر و کتابت سے ہے عمل سے نہین۔مجاہدات و ریاضات کیا اوسمہ رہے جو اگلون نے نہ کئے۔اون مین جب تک تدبر فی القرآن رہا روحانیت قرآنی نے روح کا تصفیہ کیا نفس کا تزکیہ کیا اور نعمتون کے مینہ برسائے۔خدائی راہ کے رہرو خدا تک بے آہ و فغان اور بے نالہ و فریاد پہونچے جب تصنیف و تالیف کا بازار لگا تو لوگ انسانی اقوال و سندات کے گاہک ہوے۔ نفس رشید طان کو راہ ملی تو رفتہ رفتہ اسلام کی تجرید کی گئی شریعت قاضیون کے حوالہ ہوئی اور طریقت

صوفیون کے غلبہ سلطنت کے سبب قضایا نے اپنا ڈنکا بجا دیا اور طریقت بند ہوئی خلوتخانہ مین۔ اختلافات آرائے فقہ کا ایک کتب خانہ مرتب کر دیا اور مکتوبات طریقت نے ایک ذخیرہ جمع کر دیا اوسمین طبع آزمائیونکا لطف اور اسمین سلسلہ انسانی کا مفرد ماد ہنون نے قرآن کو مجمل سمجھا اور آنہون نے اعمال روحانی کے لئے قرآن کو ناکارہ فطال علیھم الامد فقست قلوبھم (امتداد زمانے اون کے قلوب سخت ہو گئے) اس سنۃ اللہ کے مطابق سب نے اپنے رشتے ادہر ادہر جوڑے اور تدبر فی القرآن کا دروازہ بند ہوا پھر کیا تھا مسلمان لگے آپس ہی مین ایک دوسرے پر منہ آنے اور آپس ہی مین جوتی پیزار کرنے۔ یہ اونکو زاہد خشک سمجھنے لگے جسکو خدا سے واسطہ نہین اور وہ انکو ملحد و رصبان سمجھنے لگے جسکو اسلام سے کوئی تعلق نہین۔ ؎

دونون آنکھون سے دیکھتے تھے ایک ایک سے ابتو دیکھتے ہین دو

اور بات اتنی ہے کہ جسطرح جسم مین جان ہے۔ لفظ مین معنی۔ ظاہر مین باطن۔ اوسی طرح شریعت مین طریقت ہے دونون کو جدا کرنا اسلام کی موت ہے۔ بغیر شریعت نہ طریقت طریقت ہے نہ بغیر طریقت شریعت شریعت۔ دونون جسم و جان کی طرح ایک ہین۔ سمجھنے سمجھانے کیلئے اصطلاحاً دو الفاظ بولے گئے تو اوسمین مضایقہ نہ تھا مگر عملاً دونون کی علیحدگی جسم و جان کی علیحدگی ہے بمنزلہ موت کے مگر قوم نے دونون کو دو کر دیا اور دو فرقے ہو کر لگے ایک دوسرے پر آوازے کسنے۔ وہ اونکو خلاف شرع کہنے لگا اور یہ اونکو ریاکار۔ ایشیائی شاعری نے اسے اور رنگا اور رسوئیقی نے تو مقبولیت علم کا خلعت ہی پھنا چھوڑا۔

خدا کے بندو! خدا نے تمھین سڈول خوبصورت اور توانا جسم دیا۔ ہاتھ پاؤن دئے۔ ناک کان دئے۔ آنکھین دین ان سے بالاتر دل دیا۔ دماغ دیا۔ عقل دی اور روح دی انفاس دیئے تو حواس بھی دیئے کیا یہ سارا کچھ بیکار دیا۔ لغو دیا۔ عبث دیا۔ ضایع و برباد کرنے کو دیا۔ حاشا نہین سب کچھ دیا تو سب کے

کام بھی ٹھہرادئے۔ دین کے بھی دنیا کے بھی۔ انہین نگہداشت کے ساتھہ جسمانی عبادت لازم کی تو روحانی عبادت بھی اسی لئے پاس انفاس ضرور ہے تو پاس حواس بھی ذکر لازم ہے تو فکر بھی محکمۂ اجسام مین تمہین حاضری دینی ہوگی تو محکمۂ ارواح مین بھی ذرہ ذرہ حساب دینا ہوگا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ط ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ (جسنے ذرہ برابر بھی نیکی یا بدی کی ہوگی وہ اوسکو دیکھہ لیگا (پارہ عم۔ سورہ زلزال) یعنی جتنی دولتین خدا نے تمھین دے رکھی ہین اور جتنی قوتین خدا نے تم کو عنایت کی ہین سب کی نسبت باز پرس ہوگی اور سب کا کمال اور نقصان دیکھا جائیگا ساری قوتون کا کمال جسمانی ہون یا روحانی کمال انسانی اور کمال انسانیت ہے اور یہی انسان کی کمال ترقی ہے خدا کی رضا یہ ہے کہ انسان کامل انسان بنے اور خلیفۂ الٰہی کے خلعت کا سزاوار ہو۔ قرآنی تصوف نے ظاہر کو اراستہ کیا تو باطن کو بھی شریعت کو پاک کیا تو طریقت کو بھی جسم سے عبادت کرائی تو روح سے بھی۔ اسکی شریعت کا بیان بہت کچھ شرعۃ الحق مین ہوا اور اوسکی طریقت کا بیان اس کتاب مین ہوگا۔

قرآن مجید کی ایسی بے ضرر اور بے خطر تعلیم بے زحمت کیمیا گری اور جان بخش مسیحا نفسی کی افسوس ہے کہ اشاعت نہ کی گئی اور آپس کے رگڑون جھگڑون مین کتبخانہ تصنیف کیا گیا۔ ہدایات قرآنی سے بے توجہی کی گئی اور اوسکی روحانی تعلیم سے بکمالہ چشم پوشی۔ اساتذہ نے تلاوت کی تدبر کیا تعمیل کی مراد کو پہونچے پچھلون کے دل بیمار ہوتے گئے۔ اونہون نے خدا کے بھیجے ہوے معالجۂ روحانی سے دوری کی تو گہاٹے مین پڑے۔

جسطرح جسم کے لئے امراض و علاج ہین روح کے لئے بھی ہین۔ پھر جسم و روح کے تعلقات کچھ ایسے لطیف ہین اور ایسے پوشیدہ ترکہ ان آنکھون نہین دیکھے جا سکتے مگر عقل کی آنکھین کچھ دیکھہ لیتی ہین تو جس خدا نے جسم دیا جسمانی فرائض و عبادت لازم کی اور روح دی تو روحانی فرائض

وعبادت بھی لازم کی جسم وروح دونون کو منضم کیا تو عبادات بیشتر کہ کو بھی لازم کیا کیونکہ ایک کی صف دوسرے پر موثر ہوتی ہے اسی لئے قرآن مجید مین ظاہر و باطن دونون گناہون سے بچنے کا حکم دیا کہ ذروا ظاھر الاثم وباطنہ (انعام ۱۴) مگر اس آیت کے بلکہ روحانی تعلیم کی ساری آیتون کے معنی ہی کہدینا۔ یا اوسکی بلاغت بیان کردینی۔ یا اختلاف معانی بیان کردینا۔ یا علماء کی مختلف مرادین جو اوس آیت سے اونہون نے لی ہون بیان کردینا ہی کافی سمجھا جاتا اور خداوندی احکام کی تعمیل سمجھی جاتی ہے۔ دین کے سارے معاملات ہی زبانی جمع خرچ ہو گئے ہین۔ اور اونکی وہی مثل ہے کہ جسطرح اوس فلسفی نے مہینون بندرسون کے ریاض مین طوطون کو سکھا پڑھا کر اوڑا دیا تھا کہ "ہم پرند جانور ہین ہمیشہ کے نرکل پر کبھی نہ بیٹھینگے اور بیٹھے تو چنگل چھوڑ اکر اڑ جائینگے" اور دل مین وہ فلسفی مطمئین تھا کہ اب سارے طوطے اس راز سے واقف اور اپنے پرواز ہونیکی قدرت سے آگاہ اور ہوشیار ہوگئے ہونگے اور اب وہ اپنی حفاظت کر سکینگے۔ مگر ایک دن اوس نے پھر دیکھا کہ چڑیمار اپنے کام مین مصروف ہے اور وہی تعلیم یافتہ طوطے آئے بھی۔ نرکل پر بیٹھے بھی اور جیسے پہلے پھنسے تھے پھنسے بھی اور جو سکھایا گیا تھا وہ پڑھ بھی رہے ہین اور پھر اوسی طرح نرکل سے لٹکے جھول بھی رہے ہین نہ چنگل چھوڑتے ہین نہ اڑتے ہین۔

قوم کے ایمان۔ اعمال۔ عبادات۔ ریاضات۔ اور اخلاص بلکہ سارے ہی معاملات کا یہی حال ہوگیا ہے کہ سارا کچھ زبانی جمع خرچ ہے۔ دل سے نہیں زبان سے کہا جاتا ہے لا الہ الا اللہ اور دل بے حس۔ ذکر بھی کرتے ہین۔ مگر انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم (جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اون کے دل دہل جاتے ہین۔ انفال ع۱) کے یہ مصداق نہین بعض قرآن مجید تلاوت بھی کرتے ہین۔ مگر اذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتھم ایمانا (جب خدا کی آیتین اونکو سنائی جاتی ہین تو اونکا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ انفال ع۱) کے یہ مخاطب نہین۔ ہر نماز مین الحمد پڑھی جاتی ہے مگر وہی فلسفی کا

طوطون کو پڑھایا ہوا کلمہ ہر الحمد مین ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھتے ہین مگر دروغ گو یم بر روے تو مدد سیکڑون سے مانگی جاتی ہے بالخصوص مرنے کے بعد مردون سے اسیطرح ہر الحمد مین اھدنا الصراط المستقیم پڑھتے ہین مگر صراط مستقیم کی ہدایت کے خواہان ہو کر نہین بلکہ وہ اک منتر پڑھا جاتا ہے آمین جھلا علمار مرید پیر سب شریک حال ہین الا ماشاء اللہ عربی جاننے والے نہ جاننے والے دونون برابر۔ اے لوگو برا ماننے کی جگہ نہین۔ رونے کی جگہ ہے۔ پاؤن ملاؤ نہ ملاؤ۔ آمین زور سے کہو یا آہستہ رفع یدین کرو نکرو مگر دل حاضر ہو یہ تو خدا کا مطلب ہے مگر قوم کے نزدیک دل حاضر ہو نہ ہو خشوع و خضوع چولہے بھاڑ مین جائے مگر رسوم اور جھگڑون کی پابندی ضرور ہو۔ مینے یہہ چند باتین مثالاً بیان کین یہی حال سارے عبادات و معاملات کا ہے کہ جو کچھ کیا جاتا ہے وہ بے خبری ہی سے۔ دین کو رسم بنا کر یہہ حال ہوا کیون؟ قرآن سے غفلت کے سبب۔ قرآن سے منہ موڑنے کے سبب قرآن کی روحانی تعلیم سے بے خبری کے سبب۔ ورنہ دل بیمار ہوا تھا۔ روح بیمار ہوئی تھی تو قرآن مجید اوسکا علاج اوسکی شفا موجود تھا اگر اودھر رجوع کیا جاتا۔ مگر افسوس کہ یہہ ہاتھ مین دیا گیا علمار دنیا کے۔ ان کے ہاتھ مین یہہ طبع آزمائیون کا گل بازی بنا جنکا حال ہے الذین ھم فی خوض یلعبون وہ بکواس مین پڑے کھیلتے ہین کھیل مین ہار جیت ہوتی ہی ہے اور زور رنجون مین رنج بھی۔ پھر جو ہوتا ہے وہ ہوا بھی۔ ایک دوسرے کی رد مین کتابین لکھنے ایک دوسرے کو کافر بنانے مین لیاقت قابلیت اور زور ایمان صرف ہونے لگا مسلمانون نے مسلمانون ہی سے جہنم آباد کرنا چاہا اور لگے مسلمانون ہی کو کافر بنا بنا کر جہنم آباد کرنے یہہ جاہ طلبی کے تماشے تھے فاما من طغی و اٰثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی المأوی جس نے سرکشی کی اور اوس نے دنیا ہی زندگی کو بہتر سمجھا۔ اور اوسکی قدر کی تو گیا جہنم مین (النازعات) یہ سرکشی اور دنیا طلبی تھی پھر اس کے جو نتیجے ہوے وہ بھی ہونے تھے آخر کار مسلمان نہ صرف ہندوستان کے بلکہ ساری دنیا کے

اس حال کو پہونچے جسکے ماتم مین اپنے پرائے سب شریک حال ہین۔
دوستو! جیسا تخم ڈالا گیا ویسا پھل آیا جیسی کرتوت تھی ویسے نتیجے ملے ما اصابك من سیئة فمن نفسك
جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ آیندہ کو چیت کرو۔ گرنا عیب نہین گر کر نہ اوٹھنا اور پڑے رہنا عیب ہے۔
خدا نے بھی ہمیشہ کا دروازہ کہول دیا ہے تلك الایام نداولها بین الناس خداوند عالم
لوگون مین زمانہ کو بدلتا رہتا ہے (ال عمران) ایک سا حال کسکا رہا ہر انسان بدلتا ہے تو ہر
قوم بھی بدلتی ہے جسکے اجزا بدلتے رہتے ہون وہ کل بھی بدل جائیگا۔ دنیا پھر پلٹا لینے کو ہے۔ قوم۔
قرآن مجید کی طرف رجوع کرتی جاتی ہے پچھلا پہر ہو چکا صبح کاذب نمودار ہے کوئی دم مین نور کا تڑکا ہوا
چاہتا ہے۔ وہ وقت آگیا کہ قرآن مجید کی روحانیت آشکارا کی جائے۔ قرآن مجید کے سربستہ اسرار جتنا
کچھ بھی کہل سکین کہولے جائین کہ قرآن کا نور سارے عالم مین جگمگائے جسکی تجلی مین چلنے والے خدا تک
پہونچین یہی خدمت ہے جسکو مجھے ادا کرنا ہے۔
لوگو! اب سارے دروازے بند ہین۔ بلکہ اینٹون سے چن دئے گئے ہین کیونکہ وہ سڑ گل کر خراب اور بیکار
ہو گئے تھے اب بارگاہ حقیقت کا قرآن کے سوا دوسرا کوئی دروازہ ہے نہین اسلئے قرآن کو چھوڑ کر
رسائی ناممکن۔ اس دروازہ کو اگر ہم تصوف قرآنی کہین تو جائز ہے۔ یہہ کلام ربانی خدا کے پاس سے
آیا اور خدا تک پہونچانے ہی کے لئے آیا اور خدا تک پہونچاتا ہے اسلئے قرآن مجید کے سوا نہ شاعری
ہادی ہے نہ دو ہے نہ افسانے نہ کوئی انسانی کلام۔
ایک عام خیال یہہ پھیل گیا ہے کہ قرآن مجید شریعت اور محض دنیاوی قانون ہے جسکو دنیاوی اور ظاہری
ہی احکام سے تعلق ہے اور محض زہد خشک ہے بے لذت۔ اور تصوف خدائی راہ ہے۔ یہہ ایک علم ہے
سینہ بسینہ جسمین ذوق و شوق کے ولولے ہین۔ اور عاشقی و معشوقی کے غلغلے یہی موصل الی المطلوب ہے
اس لئے مجھے تصوف پر بھی نظر ڈالنی چاہیئے کہ اس نے قرآن مجید سے حاصل کیا سیکھا یا ہے اور کس

سندھ سے۔ مگر چونکہ رھبانیت نے بھی تصوف کا لقب اختیار کر لیا۔ اور اب تصوف اور رھبانیت مین مماثلت تام پائی جاتی ہے اس لئے مجھے پہلے رھبانیت کو بیان کرنا چاہئے۔

رہبانیت

اسکا پتہ لگانا تو مشکل ہے کہ دنیا مین رھبانیت کی ابتدا کب سے ہوئی۔ فطرتی رفتار تو یہہ دیکھی جاتی ہے کہ عالم حدوث مین کوئی چیز اپنے حال پر نہین رہتی دگرگونی اسکی شان سے ہے۔ یہی رنگ مذہب مین بھی پایا جاتا ہے جتنے مذاھب دنیا مین آئے وہ آئے تو بر بنائے حقانیت مگر پائے جاتے ہین بدحالی ھی مین۔ تو جو مذھب اول اول آیا کتاب اللہ لایا اور اوس نے اپنا نور پھیلایا۔ رفتہ رفتہ امتداد زمانہ سے رخنے پڑے اور افراط و تفریط نے جگہ پائی۔ اس افراط و تفریط نے دو گروہ کر دئے کوئی ادھر جھکا کوئی ادھر اس نے اعتدال مذھب کو کھو دیا۔ کوئی دنیادار ہوا۔ اور کوئی دیندار تارک دنیا۔ انہین کو جوگی اور رھبان وغیرہ کے لقب دئے گئے

ہر مذھب کی رھبانیت کا پتہ لگانا تو مشکل ہے بلکہ ناممکن۔ اس لئے مین جتنا بھی مذاھب کی رھبانیت کا جسکا سراغ ملسکتا ہے یا کسیقدر مجھے ملا بیان کرنا چاھتا ہون۔

ہندوؤن کی رھبانیت کی تاریخ بیان کرنا چاہون تو اُنکے یہان تاریخ نہین قیاسات کے گھوڑے دوڑانے پڑینگے اور قیاس شخصی قابل اعتبار نہین۔ دید اور شاستر سے کچھ سراغ لگاؤن تو زبان سنسکرت کی عدم واقفیت مانع ہوئی اس لئے مین یہود و نصاریٰ کی رھبانیت کی نسبت کچھ بیان کرون گا کیونکہ اون کے یہان تاریخ ہے اونہین کی کتابون سے رھبانیت کا کھوج بھی ملسکتا ہے

دیکھو تنزل و زوال روما انگریزی مصنفہ ایڈورڈ گبن۔ دائرۃ المعارف للبستانی جلد ثامن تیلین انسائیکلوپیڈیا مین انگریزی زبان نہین جانتا اس لئے سخت دقت پڑی۔ تو کچھ تو ترجمہ کرا کر کچھ دوسرون

کی تصنیفون سے خبکا ماخذ اوپر کی کتابین ہین معلومات حاصل کرنے پڑے۔

یہود کے من حیث رہبانیت تین فرقے تھے فریسیہ۔ صدوقیہ۔ اسینیہ دو فرقون کا ذکر سو جودہ تابوت مین پایا جاتا ہے اور تیسرے کا ذکر یوسیفس یہودی مورخ نے کیا ہے جو ۳۷ء مین پیدا ہوا تھا۔

اول اول یہود کے فرقہ اسینیہ نے مصر و فلسطین مین رہبانیت کی بنیاد ڈالی۔ اسکے بعد نصارے نے اسے از سر نو زندہ کیا۔ نصارے مین رہبانیت کی پہلی مثال مصر مین ملتی ہے۔

انطونی اعظم باشندہ طیبہ نے جو ۱۰۵ برس کی عمر مین ۳۵۶ء مین مرا گھر بار چھوڑ کر بحیرۂ قلزم کے متصل کوہ کولزم پر سکونت اختیار کی۔ اس راہب کی کوشش سے لیبیا کے ریگستانون طیبہ کے چٹانون۔ اور دریائے نیل کے شہرون مین جلد جلد آبادیان قایم ہوتی گئین۔ اوسکے مرید حبشہ مین بھی پھیل گئے۔

پولوس طیبوی کے مرید پخومیوس نے قریباً ۳۳۰ء مین جزیرہ تابنیہ واقع دریائے نیل مین راہبون کیلئے سب سے پہلی خانقاہ بنائی اور اسی نے رہبانون کے قواعد بنائے اسکی بہن نے عورتون کے لئے الگ خانقاہ بنائی پخومیوس کی کوشش سے اس جزیرے مین راہبون کی تعداد ایک ہزار چار سو ہوگئی۔

اوسکی دیکھا دیکھی امون راہب نے بھی اسکندریہ کے جنوب مین کوہ نطرون پر اک خانقاہ بنائی اور تھوڑے ہی دنون مین وہان پانچہزار راہب جمع ہوگئے۔

رفتہ رفتہ جبال نطرون اور دریائے نیل کے درمیان بہتیری خانقاہین بنتی گئین اور زن و مرد کی اک تعداد کثیر نے رہبانیت اختیار کرلی صرف شہر اوکسی رنکس کی خانقاہون مین دس ہزار عورتین اور بیس ہزار مرد رہتے تھے مصر مین رہبانیت نے اتنا فروغ پایا کہ شاہ ولیس کو جو اک رومی شہنشاہ تھا فوجی خدمت کیلئے آدمی نہ ملسکتے تھے اسلئے اس نے حکم دیا تھا کہ آیندہ راہبون سے بھی فوجی خدمت لی جایا کرے۔

علی ہذا شام مین رہبانیت نے قدم جمایا ایشیائے کوچک اور بحیرۂ اسود کے سواحل نے بھی رہبانیت مین مصر کا اقتدا کیا ہیلاریون متوفی ۳۷۱ء جو انطونی اعظم کے ساتھ دو ماہ تک مصر کے جنگل مین

بھی تھا وہ اپنے وطن فلسطین مین آکر پندرہ برس کی عمر مین یعنی ۳۲۸ء مین غازہ کے جنوب کی طرف صحرا مین راھب بن بیٹھا اور اوس نے بہتیری خانقاھین بنائین جب وہ فلسطین مین خانقاھون کا معائنہ کیا کرتا تو دو تین ہزار راھب اوسکے ساتھہ ہوا کرتے تھے۔

ستانیوس اُسقف سبسطیہ نے آرمینیہ مین رھبانیت کو ترقی دی اور باسیلیوس نے ۳۶۰ء مین صوبہ پانتیس مین جو ایشیائے کوچک کا شمال و مشرقی صوبہ تہا رھبانیت کی بنیاد ڈالی اور بحیرۂ اسود کے جنوبی ساحل پر بہت سی خانقاھین بنائین اور اون کے لئے قواعد بنائے۔

اتنامیوس اُسقف اسکندریہ نے روما مین رھبانیت کو پہلے پہل رواج دیا۔

مارٹن باشندۂ تور نے ۳۷۶ء مین غالیہ مین رھبانیت کو فروغ دیا جب وہ مرا تو اوسکی لاش کے ساتھہ دو ہزار راہب اوسکے مرید تھے۔

کامیادنس مارٹن کا ہم عصر جو بیت اللحم کی خانقاہ مین رہا کرتا تہا اوس نے ۴۱۵ء مین فرانس کے بندرگاہ مارسیلز مین خانقاھین بنائین۔

بحیرۂ روم مین بھی لیران سے لیپاری تک تمام جزائر مین رھبان آباد تھے۔

اُسقف اصبروس متوفی ۳۹۶ء نے سیلان واقع اطالیہ مین اک خانقاہ بنائی اور وہین اغسطینوس کو عیسائی بنایا جس نے شمالی فریقہ مین رھبانیت پھیلائی اور اوسکے قواعد بنائے جو بعد مین یورپ کے ہزارہا خانقاھون کا دستور العمل بنے۔

پیلاجیوس ان قوانین کو روما سے انگلستان مین لایا۔ اسی خانقاہ سے آئرلینڈ کے وحشی اقوام مین رھبانیت پھیلی اسکی خانقاہ بینگور واقع ویلز مین تھی۔

اغسطینوس کا دوسرے عیسائیون کی طرح یہہ عقیدہ تہا کہ حضرت آدم کا گناہ موروثی ہے جو انسان پیدا ہوتا ہے گناہ اوسکے ساتھہ ہوتا ہے عیسیٰ مسیح کی الوھیت پر ایمان لانا تمام گناھون کا

کفارہ ہے کیونکہ وہ سب کے گناہون کے عوض مصلوب ہوئے

پیلاجیوس نے اس مسئلہ مین اغسطینوس سے اختلاف کیا۔ اسکا عقیدہ تہا کہ انسان ایسا بے گناہ پیدا ہوتا ہے جیسے آدم۔ آدم کے گناہ کا اثر اوسپر نہین پڑہوا۔ موت گناہ کا کفارہ نہین ہوسکتی۔ آدم کا گناہ اونکی نسل کی طرف منسوب نہین ہوسکتا۔

اس طرح نصارے کے دو بڑے فرقے اغسطینوسیہ اور پیلاجوسیہ قایم ہوگئے۔

سنٹ بینیڈکٹ باشندۂ نرسیا نے اوائل عمر مین رہبانیت اختیار کی اور کوہ واقع اطالیہ کی خانقاہ کا سجادہ نشین مقرر ہوا۔ مگر اوس خانقاہ کے رہبان کی ریاضت کو کچھ سخت نہ پایا اسلئے اوسے چہوڑ دیا اور چند سال مین بارہ خانقاہین بنائین۔ اسکے علاوہ ۵۲۹ء مین نیپلز کے قریب مونٹ کاسینو کی بڑی خانقاہ بنائی ۵۱۵ء مین اوس نے ایک کتاب موسوم بہ قوانین خانقاہ لکہی۔ یہہ قانون بعد کو رہبان کے تمام مغربی فرقون مین رائج ہوگیا۔

سنٹ اغسطین فرقہ بینیڈکٹینہ کا ایک راہب تہا جو چالیس راہبون کو ساتہہ لیکر پوپ گیگوری کے حکم سے ۵۹۶ء مین انگلستان کو عیسائی بنانے آیا تہا۔

سنٹ کولمبا نے رہبانیت اختیار کرکے آئرلینڈ مین خانقاہ ڈیری ۵۴۶ء مین اور خانقاہ ڈرو ۵۵۰ء مین بناکر رہبانیت کی اشاعت کی۔ جب ۵۶۳ء مین وہ جلاوطن ہوا تو اپنے بارہ مریدونکو ساتہہ لیکر وہ جزیرۂ ایونا مین پہونچا اور وہان خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور اوس خانقاہ سے اسکاٹلینڈ کے شمالی و مغربی جزائر مین مذہب عیسوی کی منادی کی اور ہر جگہ خانقاہین بنائین۔

اسکے ہم عصر اور ہم وطن کولمبانوس نے ۵۸۳ء مین فرانس پہونچکر اینگرے۔ لکسایا اور فونتین کی خانقاہین بنائین ۶۰۰ء مین وہ فرانس سے سوئیزرلینڈ پہونچا جہان اوس نے خانقاہ سنٹ گال بنائی۔ پھر کولمبانوس نے اطالیہ پہونچکر خانقاہ بوبیو بنائی۔ ایونا کی خانقاہ سے رہبانیت آئیس لینڈ

مین پہونچی۔

راھبون کی تین قسمین تھین۔ سینوبیطہ[1] جو ایک ہی پیر کے ماتحت اکٹھے رہا کرتے تہے انکوریطہ[2] جو جماعت سے دور علیحدہ مجاہدہ پسند کرتے تہے اور خلوت نشین ہوتے تہے سیرابیطہ[3] جو ایک جگہ قیام نہ کرتے تہے اور ملک بہ ملک پھرا کرتے تہے۔

راھبانون کے خواب وخورش۔ لباس۔ عبادات وریاضات کی تفصیل تو بہت طول ہے کسیقدر اونکی عام حالت کا اندازہ ایڈورڈ گبن کے مفصلۂ ذیل بیان سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ اسکا بیان ہے کہ رھبان صلیبون اور زنجیرون کے تکلیف دہ بوجھ سے دب جاتے تہے۔ ان کے لاغر اعضاء بہاری اور سخت آہنی طوقون۔ کنگنون۔ دستانون اور ٹانگون کے بکتر مین جکڑے ہوتے تہے مردون اور عورتون مین سے بعض ایسے ولی مشہور ہین۔ جنکے ننگے جسم فقط ان کے لمبے لمبے بالون سے ڈھکے ہوتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اوس حالت مین لانا چاہتے تھے کہ حیوانون سے ممیز نہ ہوسکین اور حیوانون کی طرح وہ بھی غیر مکلف ہوجائین۔

انکوریطہ کا اک بڑا فرقہ راتعیہ الجزیرہ کے کھیتون مین عام رعیت کے ساتھہ جراکرتا تھا۔

سنٹ افریم نے اپنے راہبون کی مدح مین اک رسالہ لکھا ہے۔ وہ اکثر جنگلی حیوانون کے ساتھہ بے تکلف مشابہت ظاہر کرتے تھے یا وہ کسی اندھیرے غار مین چھپ جاتے تھے۔ طیبہ کی سنگ مرمر کی کانون مین اون کے مجاہدہ کی یادگارین اب تک کندہ ہین۔

سب سے کامل راھب وہ سمجھا جاتا تہا۔ جو کم خوردن۔ کم خفتن۔ اور کم گفتن۔ پر پورا عمل ہو یعنی بہت سے دن بغیر خوراک کے۔ اور بہت سی راتین بغیر خواب کے۔ اور بہت سے سال بغیر کلام کے گذار دے۔ اور قابل تعریف وہ اولیا سمجھے جاتے تھے۔ جو ایسے شہر کا حجرہ یا نشست گاہ اپنے لئے تجویز کرتے جسمین نہایت بے آرامی کی حالت مین

موسیمون کی شدت کا وہ نشانہ بن سکیں

رھبانیت کے ایسے مجاہد دلیون مین سے سیمیون جو فرقہ اسطوریانیین کا بانی ہے اوہ فرقہ جو تمام عمر کسی منیار یا ستون کی چوٹی پر گذار دیتا تھا اور نیچے نہ اترتا تھا) متوفی ۴۵۹ء کی شہرت اک صوائی مجاہد کی عجیب ایجاد کے سبب ہمیشہ باقی رہے گی۔ یہہ تیرہ برس کی عمر مین اک ریاضت پسند خانقاہ مین داخل ہوا طویل اور دشوار تعلیم کے بعد جسمین وہ کئی بار پاک خودکشی سے بچا اوس نے انطاکیہ کے مشرق کی طرف تخمیناً تیس چالیس میل کے فاصلہ پر اک پہاڑ پر سکونت اختیار کی پتھرون کے اک دائرہ کے اندر جس سے اوس نے اپنے کو ایک پہاری زنجیر سے جکڑا تھا۔ وہ اک ستون پر چڑھ گیا جو سطح زمین سے بتدریج ۶ فیٹ سے ساٹھ فیٹ تک اونچا بنایا گیا تھا وہان اوس ولی نے تیس برس گرم و سرد موسم کا مقابلہ کیا اور عبادت کے مختلف اوضاع کو بتدریج بجالایا کبھی وہ حالت قیام مین بازو پھیلا کر صلیب کی شکل مین عبادت کیا کرتا۔ اور کبھی حالت سجدہ مین پیشانی پاؤن کو آلگتی۔ اک شوقین تماشائی اوسکی اس حرکت کو ایک ہزار دو سو بیس دفعہ گن کر بیحد حساب سے عاجز ہوگیا۔ اوسکے سر پر جن تکلیف دہ ناسور تھا۔ مگر اوسکی عبادت مین وہ خلل انداز نہو سکا اس صابر ولی نے جان دیدی مگر ستون سے نیچے نہ اترا۔

(بظاہر یہہ نفس کشی خودکشی کے درجہ کو پہونچی اور ایسا مجاہدہ سنگدلی اور بے رحمی کے درجہ کو پہونچا۔ مگر رھبانیت کے دلدادہ اسکو محبت کا لقب دینگے اور اعلیٰ ریاضت و مجاہدہ کا خطاب۔ مگر یہہ رھبانیت ممنوع عصوفی کیونکہ یہہ راہ زن اور طلب کی بے راہ روی ثابت ہوی) للمصنف۔

ہرادنیٰ و اعلیٰ راھب ولیون کو تسلیم نہین بلکہ پرستش کرتا تھا۔ فرانس۔ اور ہندوستان سے زائرین کے لگاتار گروہ سیمیون کے مقدس ستون کو سلام کرتے تھے۔ اقوام شرقیین اوسکی دعا کا شرف حاصل کرنے کے لئے مسلح ہوکر آپس مین جھگڑتی تھین۔ عرب و فارس کی ملکہ نے لشکر یہ کے ساتھہ اوسکی مافوق العادت پارسائی کا اعتراف کیا تھا اور شاہ شیو دوسیوس اصغر ملک دولت کے نہایت ہی ضروری

کاسون مین اس فرشتہ سیرت راہب سے شیرہ لیتا تھا۔ انکوریطہ راہبون نے بتدریج حواریون اور شہیدون کی شہرت کو بھی مات کردیا تھا۔ مسیحی دنیا اون کے مزارات کے آگے سجدہ کرتی تھی اور لاکھون معجزے اون کے تبرکات کے ساتھہ منسوب کرتی تھی اور خوش عقیدہ مریدون کے اعتقادات اون پر مھر کردیتے تھے۔ کسی مصری یا شامی راہب کا ادنی وھم دنیا کے ابدی قوانین کو توڑدینے کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا۔ یہہ راہب اولیا بیماریان سلب کرتے، اجنہ اور آسیب کا اپنی قوت سے علاج کرتے تھے۔ وہ شیرون اور سانپون پر حکومت کرتے، خشک تنون کو سرسبز کردیتے پانی پر لوہا تھہرا دیتے مگر کی پیٹھہ پر دریائے نیل کو عبور کرجاتے اور آگ پر چلتے تھے (ایسے قصون نے عیسائیون کا سوا جہہ مذہب پھیر کر راہبون اور اون کے کرشمون کی طرف کردیا تھا اور باطل پرستی نے حق کی روشنی بجھادی تھی۔ للمصنف) مذھبی عبادت کا ہر ایک طریق جسپر یہہ اولیا چلتے تھے اور ایک مخفی مسئلہ جسپر اون کا عقیدہ تھا وہ کلام الہی کی منظوری سے مستند کیا جاتا تھا۔

یہہ تو فطرتی قانون ہے کہ استداد زمانہ سے جیسے کوئی چیز اپنے حال پر نہین رہتی مذھب بھی نہین رہتا۔ صنادید راہبون یعنی جوگیون اور سادھوؤن کے ریاضات و مجاہدات شاقہ یہود و نصاری سے کچھہ کم فضائے الہیہ کے فنا کرنے والے نہین ہین۔ جنگل و بیابان کے مصائب جھیلنے ہاتھہ پاون سکھادینے اوراد و ادعیات خداوندی کو فنا کرنے مین جوگیون کا ریاض ضرب المثل کہا جاسکتا ہے۔

اسی تاثیر زمانہ سے رھبانیت مسلمانون مین بھی پھونچی اور اونہون نے بھی جواب ترکی بہ ترکی دینے مین کوتاہی نہین کی بلکہ رھبانیت کو انکا زیادہ ممنون ہونا چاہئے۔ کہ ابتو اوسکا وجود انہین کے دم سے ہے خصوصاً فرقہ انکوریطہ کی یادگار انہون ہی نے قایم رکھی ہے۔

مگر اسلام اس سے بری الذمہ ہے۔

اسلام ورہبانیت

اسلام محمدی نے اسلام ابدی کو پھر سے زندہ کیا اور خدا کے متبدون کو خدا کی رضا سے آگاہ کیا کہ اے خدا کے بندو! خدا نے بے انتہا نعمتین تمھین بے کار اور ضایع کرنیکو نہین دی ہین اسلئے یہ رہبانیت خدا کی رضا کے خلاف بدعت ہے خدا نے فرمایا۔ رہبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنٰھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا فاٰتینا الذین اٰمنوا منھم اجرھم وکثیر منھم فٰسقون رہبانیت تو اونہون نے بدعت کھڑی کی ہم نے اون پر فرض کیا تہا کہ وہ رضائے مولا کے طالب رہین۔ تو جو رعایت اسکی چاہئے تہی اونہون نے کی نہین۔ پھر اون مین جو مومنین تھے اونکو تو ہم نے اون کا اجر دیا۔ لیکن اکثر اون مین فاسق ہین (حدید ع۴) خدا نے رہبانیت کو بدعت فرمایا چونکہ یہ بالکل اوسکے رضا کے خلاف ہے کیونکہ خدا تم پر آسانی کرنی چاہتا ہے سختی کرنی نہین چاہتا۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ ع۲۳) جب اوسکی رضا معلوم ہوگئی تو اپنے اوپر سختی کرکے رہبان کیون بنو خدا نے دین مین تم پر کچھ تنگی تو کی نہین ما جعل علیکم فی الدین من حرج (حج ع۱) تو تم کیون اپنے اوپر تنگی و تشدد روا رکھو۔ بندہ کو بندگی لازم ہے۔ نہ خودرائی۔ اوسکی مرضی اور اوسکا حکم ہے کہ اپنے ہاتھون اپنے کو ہلاکت مین نہ ڈالو ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (بقرہ ع۲۳) تو اوسکے خلاف تم اپنے کو اپنے ہاتھون کیون ہلاکت مین ڈالو۔ اگر ایسا کرو تو اوسے نفس کشی کیون کہو۔ اگر اوسکو نفس کشی کہو بھی تو اسے محمود کیون سمجھو۔

یہ آبادی یہ ایسا گھنا خطرناک جنگل نقصان رسان اور تھلکہ خیز جنگل جسمین نفس و شیطان کے اژدھے اور شیرون دہاڑے پھنکارتے پھرتے ہین اس جنگل کو کیون نہ صاف کرو اور بھاگ کر اوس جنگل مین جاؤ جو سنسان اور خاموش ہے اور جسکے دشمن کھلے کھلے ہین۔ خدا نے تمھین قوتین اور اوزار دئے ہین اس جنگل کو صاف کرنے کے پھر بودے پن اور پست ہمتی سے بھاگ نکلو تو جواب دہی سے نہین

بھاگ سکتے۔ رھبان انھین قوتون اور انھین اوزار کو بیکار و ضایع کرنے اور رضائے مولا کے خلاف پست ہمتی کے مجرم ہین۔

الحیوٰۃ

خدا نے فرمایا۔ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین امنوا فی الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ۔ اے رسول کہدو کہ اللہ کی زینت جو اوس نے اپنے بندون کے لیے پیدا کی اور کھانے کی عمدہ چیزین کس نے حرام کین (خدا نے تو حرام کی نہین) کہدو کہ یہہ نعمتین تو دنیا کی زندگی مین مسلمانون کے واسطے ہین اور قیامت کے دن تو خالص بلا شرکت الغیرے انھین کے لیے ہون گی (اعراف ع۴) تو مسلمانون! تم زینت کو حرام کرکے رھبان کیون بنو۔ اور حلال و طیب چیزون کے نہ کھانے کا ارادہ کرکے حرام کیون کرو۔ اور اوس کو تورّع اور فقیری کیون کہو۔ تورّع اور فقر تو باطنی ریاضات ہین تم جسے تورع کہتے ہو یہ تو تجاوز عن الحد ہے۔ خدا نے فرمایا۔ لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین پاک چیزین جن کو خدا نے حلال کیا ہے اونکو حرام نکرو اور حد سے تجاوز نہ کرو خدا حد سے تجاوز کرنیوالون کو پسند نہین کرتا۔ (مائدہ ع۱۱) یہہ ارادہ کہ ہم فلان چیز کبھی نہ کھائینگے اگر وہ حلال ہے تو یہہ حلال کو حرام کرنا ہے (اسکا واضح بیان شرعۃ الحق مین حلال اور حرام کی سرخی مین ہو چکا ہے) اور یہ تجاوز عن الحد ہے تو رھبان بن کے حدود اللہ کو کیون توڑو کہ یہہ فسق ہوگا۔ اسی لئے خدا نے رھبان والی آیت مین جو سب سے اوپر بیان ہوئی اکثرھم الفسقون فرمایا ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ قیامت کے دن خدا کی ساری نعمتون سے جو تمھین دی ہین سوال کئے جاؤگے (تکاثر) خدا پوچھیگا کہ تم نے نعمتون کو بیکار کیا یا کام مین لائے بے جگہ صرف کیا یا میرے حکم و رضا کے مطابق۔ اس آیت کی مزید تفصیل اخلاق کی سرخی مین دیکھو۔

ظلمین۔ معتدین۔ مسرفین وغیرہ الفاظ سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ ظلم بے جگہ کرنیکو کہتے ہین۔ ایمان بے جگہ ہو تو عمل بے جگہ ہو تو رہبانیت قوتون کو بیکار کر دینا یا بے جگہ صرف کرنا ہے۔ ادائے حقوق کی قوتین مار ڈالی جاتی ہین اس لئے یہہ سراسر ظلم ہے۔ تعدی تجاوز عن الحد کو کہتے ہین۔ اور تجاوز عن الحد ظلم ہے اس لئے رہبان گروہ معتدین و ظلمین مین داخل ہین اسی لئے رہبانیت کو خدا نے بدعت فرمایا۔ جو حدود اللہ باندھے ہوئے ہین۔ حلال و حرام مین ہوتے عبادات و معاملات مین ہوتے آدمی مین کم و بیش کرنا تجاوز عن الحد ہے جو خدا کو ناپسند اور اوسکی رضا کے خلاف ہے۔ اور رہبانیت اسی سے آلودہ ہے اسی طرح اسراف بھی بے جگہ صرف کرنا ہے۔ اور حدود سے باہر۔ مال و دولت ہو تو قوت و قدرت ہو تو۔ رہبانیت مین بہتری قوتین تو مار ڈالی جاتی ہین یا بے جگہ صرف ہوتی ہین۔

رہبانیت سراہی جاتی ہے اس بنا پر کہ بغیر نفس کشی کے خدا کی راہ نہین مل سکتی اور نفس کشی کی معراج رہبانیت ہے۔ اے عزیزو! نفس کشی کے معنی اگر نفس کو مار ڈالنے کے ہین تو یہہ صریح بدعت ہے اسی لئے خدا نے رہبانیت کو بدعت فرمایا۔ لنگڑا راہ نہین چل سکتا تو نفس کو مار کر تم کسکے پاؤن اور کس کی قوت پر خدائی راہ طے کر سکتے ہو۔ نفس نہو تو تم مین طلب ہی نہ آئے گی محبت ہی پیدا نہو گی۔ دیکھو خدا نے کیا تعلیم کی ہے ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا قسم ہے نفس کی اور اوس ذات کی جس نے اوسکو درست بنایا۔ پھر الہام کیا اوس کی طرف اوسکی بدکاری اور پرہیزگاری کا۔ بے شک مراد کو پہنچا جس نے تزکیہ نفس کیا اور گھاٹے مین رہا جس نے اوسکو خاک مین ملایا (شمس) تو کیون نہین نفس کا تزکیہ کرو جیسا اسلام نے سکھایا جو بتایا جائیگا۔ اور کیون اوسے مار کر رہبانیت اختیار کرو کہ گھاٹے مین رہوگے اور کبھی بامراد نہین ہونے کے۔

دینی تاریخ یعنی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ بھیترے جلیل القدر صحابیون نے رصبانیت کی ٹھانی کہ کبھی نہین آلہ تناسل کو کاٹ دین۔ صایم الدہر ہین۔ تمام رات عبادت مین قیام کرین روزانہ ختم قرآن کیا کرین۔ فرش پر نہ سوئین۔ گوشت اور چربی نہ کھائین۔ عورتون کے پاس نہ جائین خوشبو نہ لگائین۔ اور سیاحت کرین۔ آپ نے یہہ سنکر سب کو ان کامون سے سخت منع فرمایا کہ اے لوگو! خود تمھارا تم پر حق ہے۔ یہہ سب کرتا ہون جن سے تم احتراز کرنا چاہتے ہو میرے دین مین یہ سب حلال ہین تو اونھین حرام نکرو۔ اگلے سخت گیری ہی سے ہلاک ہوے۔ اونہون نے اپنی جانون پر تشدد کیا تو خدا نے بھی اون پر تشدد کیا۔ اس کے حدیث ہونے مین کلام نہین۔ نہ اسکی صحت چلنے کی ضرورت کیونکہ آپکا یہہ استماع دو آیتون پر مبنی ہے ایک تو حلال کو حرام نکرو جو آیت ابھی اوپر دی گئی۔ لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم دوسرے خود تمھارا تم پر حق ہے یعنی یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم جب یہہ حدیث بالکل قرآن کے مطابق ہے تو بعبارت دیگر قرآن ہے۔ اسکی صحت مین کیا کلام چاہے بلحاظ روایت جو درجہ دو۔

مسلمانو! دوسرون کی آنکھون کا کانٹا نہ دیکھو اپنی آنکھون کا شہتیر نکالو۔ اتنی ہدایتون پر تم نے کیا کیا جیسے تین سو برسون کے بعد نصاریٰ مین رصبانیت پھیلی ویسے ہی تین سو برسون کے بعد تم مین رصبانیت پھیلی اگر تم اپنی رصبانیت کی سند رکھتے ہو تو قرآن مجید موجود ہے فاتوا بکتابکم ان کنتم صدقین

اب ذرا تاریخ سے دیکھو تاریخ صحاح سے تو یہہ پتہ چلتا ہے کہ آپکی بیبیان بھی تھین۔ اولاد بھی تھی اور فرایض ملازمت۔ طریقہ تجارت اور اصول حکمرانی کے بھی آپ نمونہ تھے۔ قاضی عیاض نے آپ کی جایداد کی تفصیل یہہ بتائی ہے۔

اول بنی نضیر کے سات باغ جو آپ کے خالصہ مین ۴ھ مین داخل ہوئے۔ یہہ باغ مخریق یہودی کی وصیت سے آپکی ملک مین آئے تھے دوم وہ زمین جو انصار نے آپکو دی تھی۔ سوم بنی نضیر

کا مال و متاع جب وہ مدینہ منورہ سے شہر بدر کئے گئے تھے۔ چھارم فدک کا نصف حصہ۔ پنجم وادی القریٰ کا تہائی حصہ جو ۷ھ مین حاصل ہوا تھا۔ ششم خیبر کے خمس مین سے حصہ یہ سب آپکی جائداد بلا شرکت الغیرے تھی۔ آپ اپنی کل آمدنی اپنی ذات اہل و عیال اور مسلمانون کی ضرورتون مین صرف کیا کرتے تھے اسکے ساتھ آپ نے قریب قریب کل جزیرۂ عرب پر اسلامی سلطنت اور حکومت چھوڑی ووجدک عائلا فاغنی تمکو خدا نے مفلس پایا تونگر کردیا۔ یہ خدا نے اپنا احسان جتایا ہے۔ خدا نے بھی اسی لئے دیا اور رسول نے بھی اسی لئے لیا کہ آپ کی ہدایت عملاً ہو اور آپکی امت رہبانیت اختیار کر کے خدا کی نعمتون کی بے قدری نہ کرے۔ ورنہ ذاتی حالت تو یہہ تھی کہ اکثر فاقہ بھی پر گذرتی اپنی جوتی آپ ٹانک لیتے پھٹے کپڑے آپ سی لیتے حاصل سب تھا مگر اپنے لئے کچھ نہین۔ اے مسلمانون تم بھی حاصل سب کرو کہ ساری دنیا تمھاری ہی ہو۔ مگر حقیقت مین ایک خدا کے سوا اور کچھ تمھارا نہو۔ فانتشروا فی الارض تمھاری رفتار ہو اور وابتغوا من فضل اللہ تمھارے کارنامے لیکن اسلم وجھہ للہ تمھارا حال ہو۔ دل بیار و دست بکار۔ اور ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ تمھاری دعا ہو۔

پیروان اسلام خدا ہی کے نمونون کا حال سنو۔

حضرت امام حسن علیہ السلام چار سو درہم کا قیمتی لباس پہنا کرتے تھے قل ھی للذین اٰمنوا کا جلوہ دیکھو۔

حضرت سعید ابن مسیبؒ ایک ہزار درہم کا قیمتی لباس پہنکر مسجد مین جایا کرتے تھے خذوا زینتکم عند کل مسجد کی تعمیل دیکھو

حضرت تمیم داریؓ جو صحابہ کبار مین سے تھے ان کا حلہ ایک ہزار درہم قیمت کا تھا۔

حضرت امام مالکؒ بہت پر تکلف بیش بہا پوشاک پہنتے تھے۔

خود آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم رومی عیسائیون کا تنگ آستینون کا جبہ اور پارسیون اور یہودیون کا لباس بھی پہنا ہے۔ تاریخ صحیح بخاری مین دیکھ لو۔ کیونکہ خدا نے فرمایا تھا من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ

کچھ لباس ہی پر موقوف نہین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے بڑے شاندار محل بنوائے اور بڑی بڑی دولت چھوڑی۔

حضرت زبیرؓ نے مصر و کوفہ اسکندریہ اور بصرہ مین بڑے بڑے محل بنوائے جو کارواں سرائے کا کام دیتے تھے۔

حضرت طلحہؓ نے کوفہ مین سال کی لکڑی کا پچ گیا ھوا اک عالیشان محل تعمیر کرایا تھا۔

حضرت سعد بن وقاصؓ نے عقیق مین ایک بلند پر شکوہ محل بنوایا جسپر بہت سے بالاخانے بھی تھے

حضرت عثمانؓ اور حضرت مقدادؓ نے مدینہ منورہ مین اک عظیم الشان محل بنوایا جسمین عرعر اور سال کے دروازے تھے۔

مورخ مسعودی لکھتا ہے کہ عہد عثمانی مین دولت مندون کی بڑی کثرت تھی کیونکہ مال سب سے بڑا روزگار پر عیز گاری کا ہے۔

حضرت زبیرؓ نے جب وفات پائی تو منجملہ اون کے متروکہ کے ایک ہزار گھوڑے بھی تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے اصطبل مین ہزار گھوڑے اور اسی قدر اونٹ تھے۔ اور دس ہزار بکریان اونکے علاوہ تھین۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے بعد وفات جو متروکہ چھوڑا اوسمین اسقدر سونے اور چاندی کی سلین تھین کہ کدالیون سے توڑی گئین۔ مال و متاع وجائداد اوسکے علاوہ تھی جسکی سالانہ آمدنی ایک لاکھ دینار تھی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ترکہ مین چوراسی ہزار درہم چھوڑے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جسدن شہید ہوے ڈیڑھ لاکھ دینار اور ایک کرور درہم اون کے خزانچی کی تحویل مین موجود تھے۔ اور جائداد و اراضی جو وادی القریٰ اور حنین وغیرہ مین تھی اوسکی آمدنی ایک لاکھ اشرفی تھی۔ کثیر التعداد اونٹ اور گھوڑے اسکے علاوہ تھے۔
حضرت زبیر بن العوامؓ نے دو لاکھ کا قرضہ چھوڑا اس سے ظاہر ہے کہ انکی سالانہ آمدنی کیا ہوگی۔
حضرت یعلی ابن منیہؓ نے بعد وفات پچاس ہزار دینار نقد اور تین لاکھ درہم کے تخمینہ کا مال و اسباب چھوڑا۔
حضرت طلحہؓ کی آمدنی جو عراق سے آتی تھی ایک ہزار دینار روزانہ تھی۔
اسی لئے تو خدا نے زکوٰۃ کی آمدنی کا فنڈ غریبون کے لئے کھولا تھا۔ اگر رھبانیت مقصود ہوتی اور ترک دنیا تو زکوٰۃ کا حکم بھی غیر ضروری تھا۔ بلکہ بجائے اسکے حکم ہوتا کہ کچھ رکھو ہی نہین تو کیا یہہ حکم فطرت کے مطابق ہوتا۔ خدا نے زکوٰۃ کا حکم دیا اور اسکا نظم کیا اور اوس سے غریبون کی خبر لی۔ اگر رھبانیت مقصود ہوتی تو غریبون کی خبر ہی نہ لیتا کہ یہہ تو طوعاً و کرھاً رھبانیت کا مقام لے کر چکے ہین اور بدقسمتی انکی ترک دنیا کی معاون ہو چکی ہے۔ اے لوگو رھبانیت کی راہ اسلام کی راہ نہین۔ خدا کی دی ہوئی کسی نعمت کو بھی ضایع و برباد نکرو۔ ہر ایک نعمت سے باز پرس ہوگی۔ کیونکہ ہر ایک نعمت خدا رسی کی ایک راہ ہے۔ یاد رکھو وہ دنیا جو بری ہے وہ تمھارے دل مین ہے اور یہہ دنیا کیون بری ہونے لگی۔ یہہ تو مظہر افضال و انعامات خداوندی ہے۔
قوم نے رھبانیت کو ولایت کا لقب دیا اور اسکا درجہ رسالت سے بھی بڑھایا ہے اسلئے کچھ اسکے متعلق بھی چند سطرین مین لکھدینی چاہتا ہون۔

نسبت رسالت و ولایت

بعض لوگون کا دعویٰ یہ ہے کہ رسول پشت بحق اور ولی بخلق ہوتے ہین۔ اور

اولیا، اللہ روحق اور پشت بہ خلق ہوتے ہین اسلئے عاشقون کے نزدیک اولیا، اللہ کا درجہ بڑا ہوا یہہ دعوی صدیون سے چلا آتا ہے اور اسکے مدعی آج بھی مجھے ملے۔ اسکا جواب ہمارے حضرت مخدوم بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات مین دیا ہے مجھے اس دعوے پر حیرت ہوتی ہے کیونکہ اس دعوے کے مدعی خود اپنے خدا رسیدہ ہونے کے بھی مدعی معلوم ہوتے ہین تو حیرت یہہ کہ وہ اس راہ مین چلے تو کیا چلے دیکھا تو کیا دیکھا۔ اور پایا تو کیا پایا یہی وہم کی بازی گری یہی شاعرانہ تخیل۔ جہان نہ رو ہے نہ پشت وہان رد اور پشت قایم کرکے درجہ دیا گیا ہے تو حقیقت مین یہ گمراہی مین پڑ گئے ہین۔ ایسے بھی خیال والے اپنے اغراض کا ہوش بھی رکھتے ہین۔ اور محرمات اور غیر محرمات کا فرق بھی کرتے ہین اور اللہ بھی بن بیٹھتے ہین۔ اور موت آتی ہے تو بے بسی مین مر بھی جاتے ہین۔

جس خیال سے یہہ دعوے مین پڑے پہلے مین اوس خیال کو صاف کرون تو اون کے اس دعوے کی تشفی کرون گا۔

اون کو دھوکا اس سے ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم سفر کرو اور جہان مچھلی زندہ ہوکر دریا مین چلی جائے وہان تمکو جو بزرگ ملین اونکی معیت اختیار کرو۔ اب جو بزرگ ملے قرآن مین اونکا نام نہ بتایا گیا کہ وہ تھے کون۔ مگر مراد لینے والے کب چوکتے ہین جھٹ مراد لے لیا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اب یہہ دوا تشہ کیا گیا کہ حضرت خضر علیہ السلام ولی ٹھہرے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ولی پیغمبر کا مرشد ہوا ولی کا علم غیب بلا واسطہ خدا سے تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اوس سے بے خبر جب اتنا مان چکے تو رد و پشت قایم کرنے مین کیا زحمت رہی۔

مینے یا شرعۃ الحق مین یا کہین اسی کتاب مین اس مفہون کو زیادہ وضح کیا ہے۔ اور قرآن مجید بھی سے اسکی تشفی کی ہے۔ اسلئے بنظر اختصار صرف چند ہی باتین اس کے متعلق لکھون گا۔

یہہ غلط ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جب خدا نے نہ بتایا تو وحی خداوندی کسی کے مراد

لینے کی پابند نہیں ہوسکتی کیونکہ مراد لینا قطعی نہیں ہوسکتا۔

دوسرے یہہ بھی غلط ہے کہ وہ کوئی ولی تھے نہیں حاشا نہیں وہ ضرور کوئی پیغمبر تھے اور پیغمبر سے پیغمبر نے اگر رشد و ارشاد بھی حاصل کیا تو اس سے رسالت و ولایت سے کمتر درجہ میں نہیں ہوسکتی۔

صحیح یہہ ہے کہ وہ پیغمبر تھے کیونکہ وہ علم غیب بیان کر رہے ہیں اور خدا نے فرمایا۔ ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء خدا غیب سے رسولوں کے سوا اور کسی کو مطلع بھی نہیں کرتا۔ رسولوں میں سے بھی بعض کو جسکو چاہے تو جب وہ غیب سے مطلع ہوے تو ضرور رسول تھے۔ دوسرے خدا کا امر رسولوں ہی کو آتا ہے اور انھوں نے فرمایا فاعلہ عن امری اسکی مزید تقریر آگے خود آئے گی۔ اتنا لکھنے سے میری غرض یہہ تھی کہ ایسے خیال والے قرآن مجید ہی سے اپنا دھوکا سمجھ لیں ایسا نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبری کی سند رکھتے ہوے ضرور سیاست پیغمبری جاری کرتے۔

ہم مان لیتے ہیں کہ رسول رو بخلق ہوتے ہیں اور ولی رو بحق۔ تو یوں سمجھو کہ خدا بھی تو رو بخلق بھی ہے یعنی خدا و رسول رو بخلق ہیں اور ولی رو بحق۔ اسے بدیہیات میں دیکھو انسان اپنے کو نہیں دیکھتا اور نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھتا ہے تو آئینہ میں۔ اب آئینہ میں جو تصویر آئی تو دیکھنے والا دیکھتا ہے۔ اوس تصویر کو اور تصویر دیکھتی ہے دیکھنے والے کو واضح ہوتا ہے کہ خدا کے ساتھ رسول کی نسبت نسبت اقربیت ہے اور ولی کی نسبت وہی تصویری نسبت یعنی نسبت انعکاسی ہے۔ اوس میں قرب ہے۔ اور اس میں غیریت و دوری۔ وہ متحد بالذات ہے اور یہہ متحد بالصفات اوس کا ظہور ظہور حقیقت جامعہ ہے اور اس کا ظہور تو ظل در ظل کہ آئینہ ہٹا تو گویا عدم وجود برابر یوں رسول رو بخلق ہیں اب اس نسبت اقربیت کو قرآن مجید میں دیکھئے نہایت اقربیت نے شان اتحادی پیدا کردی ہے۔ ہر جگہ خدا نے فرمایا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول اور دونوں کی ایک ہی

اطاعت کلام اللہ کی ہے۔ اسکو خدا نے واضح بھی کر دیا من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ جیسے رسول کی اطاعت کی اوس نے خدا کی اطاعت کی یعنی دونون کی ایک اطاعت ہے اس مضمون کو شرعۃ الحق مین زیادہ واضح کیا ہے اوس مین دیکھو۔ ہر جگہ رسول کے ساتھ اللہ ہو جو وغنیمت مین ایک حصہ خمس نکالا جاتا ہے اور فرمان یہ کہ فان للہ خمسہ وللرسول قرآن مجید تو کلام اللہ ہے بلا امیر ش مگر اقربیت رسالت کی شان اتحادی دیکھو کہ خدا نے فرمایا انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تومنون ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون تنزیل من رب العلمین قرآن مجید قول اللہ ہے اور قول رسول بھی ہے مگر منزل من اللہ۔ اے دراز الورا تو تو ہے رسول رسول اور اولیاء اللہ رسول کے ظل بلکہ کفش بردار سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

تاریخ تصوف

قبل اسکے کہ مین تصوف قرآنی کو بیان کرون تصوف پر اک مورخانہ نظر ڈالنی چاہتا ہون کہ لفظ تصوف نبی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت مین تو مصطلح قوم تھا نہین۔ پھر اسلام مین تصوف آیا کب اور کس طرح۔

دیکھو رسالہ قشیریہ، نفحات الانس حضرت جامی علیہ الرحمۃ۔ اور تذکرۃ الاولیاء حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین کہ لفظ صوفی عام طور سے دوسری صدی ہجری کے خاتمہ کے قبل ۱۵۰ھ مین رواج پا گیا تھا۔

ابن خلدون کے قول کے مطابق لفظ صوفی صوف سے مشتق ہے۔ صوف اک قسم کا موٹا اونی کپڑا تھا جو عشرت پسندون سے ممیز و ممتاز ہونے کے لیے پہنا جاتا تھا لیکن خود صوفیہ کرام کے نزدیک یہہ تعریف مسلم نہین ہے۔ اگر ایک صوفی نے صوفی کے معنی پشمینہ پوش کے لئے ہین کہ تصوف

صوف سے مشتق ہے تو ہارنے اسکا مادہ صفا قرار دیا ہے جسکے معنی پاکیزگی کے ہین۔

اول اول اس لقب سے حضرت ابو ہاشم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۵۰ھ مین ملقب ہوے۔ اون کی نسبت نفحات الانس مین لکھا ہے "پیش از وے بزرگان بودند در زہد و ورع و معاملات نیکو و در طریق توکل و طریق محبت و لیکن اول کسے کہ ویرا صوفی خواندند وے بود پیش از وے کسے را بہ این نام نہ خواندہ بودند"۔

اسکے بعد حضرت جامی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ صوفیون کی پہلی خانقاہ کی بنا اک مسیحی امیر نے بمقام رملہ ڈالی

حضرت بشر الحافی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۲۷ھ کے بعد عارفین کو خاصان خدا کے لقب سے ملقب کیا ہے

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کو بزمانہ ۲۴۵ھ تصوف کا بانی سمجھے جانیکا استحقاق حاصل ہے۔ مشرق کے تمام تذکرہ نویسون اور مورخون نے اس استحقاق کو بالاتفاق تسلیم کیا ہے حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ ذوالنون اس فرقہ کے امام ہین باقی سب ان کے پیرو صوفیون نے سب کچھ ان سے سیکھا۔ ان سے پہلے بھی شیخ صوگذرے ہین لیکن پہلا شخص جس نے عبارت کو اشارت مین سمو دیا اور سلوک کے عقدون کو حل کیا یہ ہین (نفحات الانس) ان سے پوچھا گیا کہ تم نے خدا کو کس طرح جانا تو کہا عرفت ربی بربی۔

تیسری صدی ہجری مین تصوف کے رائج الوقت مسائل شرح و بسط کے ساتھ مدون ہوے اور نئے طریقے بھی رائج ہوئے تصوف جو اول اول خاص خاص اشخاص کا طریقہ تھا۔ اور اوسکے رازہاے پوشیدہ اشخاص کو بتائے جاتے تھے۔ بتدریج ایک باقاعدہ مذہب کی شکل مین بن گیا اور اوسکے اصول کی۔ تلقین کے لئے خانقاہین بنین اسی صدی مین تصوف نے یہہ شکل اختیار کی کہ صوفی بمنزلہ اک۔ راہب عزلت گزین کے جسے لوگون کی صورت سے نفرت ہو اک شخص کامل ملہم من اللہ ہادی کی۔ شکل مین سمجھا جانے لگا۔ اسی صدی کے شیوخ و متصوفین کے اقوال مین طرق صوفیہ کے اصول۔

ذلکات کو مدون کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔

مرید کو جادہ پیمائے سلوک ہونے کے لئے مختلف مقامات کا طے کرنا لازم تھا۔ اور ہر ایک مقام ایک خاص حالت کو ظاہر کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب تم کسی کو امر بالمعروف میں نہمک پاؤ تو سمجھو کہ اوسکا مقام مقام زہد ہے۔ آیات اللہ کی طرف اشارہ کرتے دیکھو تو سمجھو کہ اوسکا مقام مقام ابدال ہے۔ فیضان خداوندی کی شرح کرتے دیکھو تو سمجھو کہ اوسکا مقام مقام عشاق ہے۔ اور جب اوسے مشغول ذکر پاؤ تو سمجھو کہ اوسکا مقام مقام عارفین ہے

اسی صدی یعنی ۳۵۳ھ میں بمقام بغداد اول اول حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے حقایق و توحید کے معارف بیان کئے۔ اور سب سے اول ممبر پر چڑھ کر تصوف کا خطبہ ۲۹۷ھ میں حضرت یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا جسکی تقلید حضرت ابو حمزہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اسی ۲۹۷ھ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے اول تصوف کی تنظیم و تشریح بذریعہ تحریر فرمائی اور تصوف قلمبند ہوا۔ گرچہ تصوف کی تلقین و خفیہ زمین دوز مکان میں کرتے تھے اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کو مباحث عامہ کا موضوع بنایا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو جو تصوف کے امام ہیں علمائے زندیق قرار دیا تھا۔ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک سے زیادہ مرتبہ ملحدانہ عقیدہ رکھنے کا الزام لگایا گیا تھا اور حکومت صوفیہ کی درپے آزار یہاں تک ہوگئی تھی کہ حضرت ابو سعید الخراز رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کرکے مصر چلے گئے تھے۔

راقم۔ ایسے بزرگان دین کی قومی خدمت اور خالصاً لوجہ اللہ عبادت کی علماء دنیا نے نسبتوں سے جو عزت افزائی کی اور قوم نے جو سلوک کیا یہ اک سنت قدیم ہے جو اللہ والوں کے ساتھ برتی گئی ہے۔ برتی جارہی ہے اور برتی جائیگی افسوس صد افسوس۔

تیسری اور چوتھی صدی کے صوفیہ نے طریقہ تصوف کو نظری اور عملی اعتبار سے کامل طور پر مدون و منضبط کر لیا تھا۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے قریب قریب تمام عقائد صوفیہ کا سراغ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور اون صوفیہ کی تعلیم میں لگ سکتا ہے جو بلا فصل اون کے پیرو تھے اسمیں شک نہیں کہ عہد قدیم کے یہ متصوفین وجد اور فنا کی اصطلاح سے نا آشنا تھے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اول ہیں جنہوں نے فنا کا لفظ استعمال کیا اور نفحات الانس میں ہے کہ اول اول۔ حضرت ابو سعید الخراز رحمۃ علیہ نے فنا و بقا کا ذکر کیا حضرت بایزید بسطامی اول ہیں جنھوں نے تصوف میں عقیدۂ ہمہ اوست کا عنصر شامل کیا جو ساسانیوں کے دور میں بھی عام طور سے ایران میں رائج تھا۔ اور حضرت موصوف ایرانی الاصل تھے

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ پہلے یہ اصحاب رائے تھے پھر صوفی تسلیم ہوئے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو سعید الخراز رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر تیسری صدی کے کل صوفیہ فنا کو حتی الوسع پردہ میں رکھتے تھے اور عقیدۂ ہمہ اوست سے جو کسی شرط سے مشروط نہو اور کسی قید سے مقید نہو ہمیشہ اجتناب کرتے تھے۔ اونکی دلی تمنا تھی کہ اسلام اور تصوف میں توافق اور تطابق پیدا کریں اور شریعت اور طریقت کے پلوں کو مساوی کہیں اور خاص اسلامی عقائد کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور اونکے پیرو طیفوری گفتار و کردار میں مست الست تھے لیکن اور صوفیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم صفیہ ہو کر مستی پر ہوشیاری کو ترجیح دیتے تھے اور اسکا اعلان علی رؤس الاشہاد کر دیا گیا تھا کہ متصوفیانہ تخیل بلکہ احساسات روحانی اور تعلقا

طریقت کا سرمایہ بجز قرآن و سنت نبوی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ طرق صوفیہ کا جزو اعظم۔ زہد و ریاضت اور روحانیت و اخلاق قرار دیا گیا تھا۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا قول ہے کہ ہمارے اصول چھ ہیں ۱ کلام اللہ سے استناد ۲ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید ۳ اکل حلال ۴ خلق کو ایذا نہ دینا گرچہ وہ تمہیں ایذا دے ۵ حرام شرعی سے اجتناب ۶ فرائض کو بر عنبت تمام انجام دینا۔

المختصر (بقول مورخ) راضی برضاء الٰہی ہونے اور جستجوئے کنہ ذات باری کے مضمون اور عنوان جستجو میں تصوف اور راہبانہ و زاہدانہ رجحانات کا حاصل تھا جو اسلام میں بزمانۂ حکومت بنی امیہ پیدا ہو گئے تھے۔

راقم۔ تصوف گرچہ رہبانیت کے اثرون سے آزاد نہ رہا اور ہندوستان میں ہندوانہ جوگ کے اثرون سے بھی پاک نہ رہ سکا۔ کو شمہ خیز عقیدت اور حیرت انگیز طلسم نما فقر نے سو طرح کی رنگ آمیزیاں کہیں تا صبح میں دکھائونگا اور ثابت کرون گا کہ اصل تصوف اور خالص تصوف اسلامی الاصل ہے بلکہ اسلامی تصوف جسطرح وسیع تر ہے کامل تر بھی ہے جسطرح مامون و بے خطر ہے۔ رسا تر بھی ہے یہاں اپنے مقام میں دکھایا جائیگا۔ ابھی تو مجھے صرف مورخ کی تاریخ بیان کرنی ہے۔

تیسری صدی ہجری کے ختم ہوتے ہوتے طرق صوفیہ کی باقاعدہ طور پر تدوین و تنظیم ہوئی اور بتدریج یہ اک باقاعدہ مذہب کی شکل بن گیا اسکے اصول کی تلقین کے لئے خانقاہیں بنیں۔ جہاں مرید اپنے مرشد کی ہدایت کے بموجب زہد و ریاضت کی تکمیل کرتا تھا اور مرشد کو مرید کی ہدایت کا کامل اور مطلق اختیار حاصل ہوتا تھا حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سچا مرید وہ ہے جو طاعت گذاری میں اپنے مرشد کو خود باریتعالیٰ پر ترجیح دے (تذکرۃ الاولیا) اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس کسی کا کوئی پیر نہ ہو اوس کا پیر شیطان ہے۔

راقم حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی شان سے یہ اقوال بہت بعید ہین۔ روایت اس روایت کی ہرگز حامی نہین بھرتی جسکی ساری زندگی طلب ذات مین صرف ہوئی ہو اور ساری ہدایتین ذات باری کی طرف اور ذات باری کے لئے ہون۔ وہ ہادی کو مقصود۔ اور رہنما کو مطلوب نہین قرار دے سکتا۔ اس لئے ایسے اقوال ان بزرگون کے ہو نہین سکتے جو مقصود حقیقی سے مواصلت پیدا کرنے والے ہون۔ گرچہ سادہ مزاجی سے نقل بھی کر دیئے جائین۔ جیسے موضوع حدیثین۔

بہرکیف۔ اس صدی مین خانقاہین معمور ہوئین۔ پیری مریدی کا بازار گرم ہوا۔ اور سکے اصولون کا درس دیا جانے لگا۔ اور سکے قواعد و آداب مقرر کئے گئے۔ اور اس امر کا ثبوت بہم پہونچانے کے لئے بھی پیہم کوششین کی جانے لگین کہ تصوف آیت اور حدیث پر مبنی ہے۔

یہان تصوف کی تاریخ بیان کردی۔ مگر چونکہ تاریخ بے درایت ہوتی ہے اسکی روایتین تحقیق حق کے اصول پر مبنی نہین ہوتین۔ اور مذہبی امور مین اسکا کوئی مقام نہین ہوتا۔ اس لئے تصوف اور تصوف کی تاریخ کا کچھ قرآن مجید مین لگانا ضرور ہے۔

تاریخ تصوف قرآن مجید سے

جن لوگون نے تصوف کی تاریخین لکھین۔ انہون نے تصوف کو سطحی نگاہون سے دیکھا یا روایات بے درایت پر نگاہ کی۔ اور جو ملا وہ لکھ ڈالا۔ متحققانہ آنکھ سے نہین دیکھا کہ تصوف ہے کیا۔ اسکی بنیاد اسکا موضوع اور اسکی غرض و غایت کیا ہے۔ اس لئے انہون نے رسومات تصوف کو تصوف قرار دیکر بحث کی۔ اور قیاسات کی بنا پر ایک نتیجہ پر پہونچے جس سے اعتراضات اور شکوک کی راہین کھلین۔

اسمین شک نہین کہ تصوف کا لفظ پہلے مستعمل نہ تھا بعد کو مستعمل ہوا تو کب ہوا۔ اور کیون ہوا۔ اسکو تو بعد مین بعد کو بتا دونگا۔ مگر فنا بقا سن مین فنا کا لفظ مستعمل ہوا۔ بغیر درایت کے یہ صحیح بھی مان لیا جائے۔ تو اس سے تصوف کی تاریخ نہین معلوم ہوتی۔ تصوف کی بعض باتین معلوم ہوئین جس نے تاریخ کو اور بھی مشتبہ کر دیا

کہو نکر فنا کا لفظ تو قرآن مجید مین مستعمل ہوا ہے کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام جو کچھ بھی ہے سب فانی ہے بجز ذات صاحب جلال وکرم کے (رحمن ع ۳) یہی تو فنا کی کیفیت ہے۔ اگر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اول اس لفظ کا استعمال کیا تو وسکے یہہ معنی ہوے کہ اونہون نے سب سے پہلے اس آیت کی تبلیغ کی اور سمجھایا۔ اسکے یہہ معنی نہین کہ یہ عقیدہ ایران سے آیا اسی طرح فلان سن مین عقیدہ ہمہ اوست کا عنصر شامل ہوا۔ بغیر روایت یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے کسی طرح یہہ نہین ثابت ہوتا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایرانی الاصل ہونے کے سبب ایران کا رائج الوقت عقیدہ لاکر اسلام مین داخل کیا۔ اور رخنہ اندازی کی۔ بلکہ کیون نہ یہ سمجھا جائے گا کہ جس طرح فنا کی آیت کو سمجھا کر اونہون نے سب سے اول تبلیغ کی۔ اسی طرح ہمہ اوست کے لفظ سے اونہون نے خدا کی اس آیت کی تبلیغ کی وھو اللہ فی السموات وفی الارض اس آیت کے معنی اونہون نے ہمہ اوست کے سمجھا۔ اور وہ آیت تبلیغ کردی۔ اسکے سوا ہمہ اوست تصوف کا عنصر نہین۔ یہہ تو اک توحیدی کیفیت ہے۔ ہمہ اوست بھی کیفیت ہے۔ ہمہ اوست بھی کیفیت ہے اور اوست کہ اوست بھی کیفیت ہے۔ اور یہہ کیفیتین ہر رہرو پر طاری ہوتی ہین۔ ان مین حقیقت مین اختلاف نہین۔ مگر جو جس کیفیت پر ٹھہر جائے۔ قرآن مجید مین آیتین بھی ساری کیفیتون کی ملین گی کسی ایک آیت کو کسی مصطلح محاورہ مین بیان کرنا کوئی مذہب ایجاد کرنا نہین ہے۔ اسی طرح خانقاہ کسی کے توفیق بھی تصوف کا رکن نہین تو چاہے اسکی بنا مسلمان ایرڈالے یا عیسائی ایرڈالے یہ رسم تصوف قایم ہوگئی ہے نہ تاریخ سے اس رسم کا پتہ لگا تصوف کا نہین۔

تصوف کا نشان یہ ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت مین جو ایمان لائے وہ مسلمان تھے حنیفا مسلما اونکی شان بھی مگر چونکہ اونکی آنکھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی اس لئے وہ صحابی کہلائے صحابی اون کا لقب ہوا مگر اون کا مذہب اسلام ہی تھا

یہ کوئی نیا فرقہ نہ پیدا ہوا۔

ان کے بعد دوسرا دور ہوا اس دور والے قرب رسول کی وجہ سے تابعین کہلائے یہ بھی کوئی نیا فرقہ نہوا کہ ان کی تاریخ تلاش کی جائے۔ لقب بدلا۔ مگر ان کا مذہب بھی مذہب اسلام ہی تھا۔

پھر تیسرا دور شروع ہوا۔ بوجہ کسی قدر قرب نبوت کے انکا لقب بھی تبع تابعین ہوا۔ انہون نے بھی کوئی نیا فرقہ نہین بنایا۔ لقب تو بدلا مگر یہ بھی مسلمان ہی تھے۔ اور اون کا مذہب بھی اسلام ہی تہا۔ ہان اس دور کے آخر زمانہ مین سلطنت نے عروج پکڑا۔ فتحیابی نے اپنا جھنڈا لہرایا۔ اقبال اور فتح وفیروزی نے اپنا چھتر کھولا۔ کامیابی نے بلائین لین۔ دولت وثروت نے قدم لئے۔ پھر کمال کامیابی کے ساتھ ساتھ جو فطرت کا خاصہ ہے کہ عیش وعشرت آئے وہ بھی آئی غفلت اسکے خمیر مین ہے اوس نے غافل بھی کیا۔ یہ غفلت تو ام الجرایم ہے اس سے ہزارون خرابیان پیدا ہوئین۔ ایسے حال مین لوگون کو مصروف عیش وکامرانی دیکھکر اور مشغول خواہشات نفسانی پاکر بعض لوگ غفلت سے چونکے اور ان کدورتون سے صفا کے طالب ہوئے اور ایسے غافلون سے متنفر ممکن ہے کہ مزید نفرت اور دوری صحبت پیدا کرنے کے لئے کسی نے صوف بھی پہنا ہو۔ غرض جو طالب صفا ہوے اور عشرت پسندون سے اپنے کو ممیز کیا وہ صوفی کہلائے۔ صوفیون کا بھی کوئی نیا مذہب نہ تھا۔ وہ بھی مسلمان تھے اور اون کا مذہب بھی اسلام ہی تہا اسلام حنیف کے وہی مدعی ہوے۔ اور دنیا نے اون کے دعوے مین اونکو سچا سمجھا۔ اور اسی صفا وشستہ کے سبب وہ کامل ترین مسلمان سمجھے گئے۔ جسپر مسلمانون نے ناز کیا۔ فخر کیا۔ جنکے آگے پر نخوت اور پرغرور سر بھی جھک ہی کر رہے۔ آج جو اسلام کی روشنی تمام دنیا مین پھیلی ہوئی ہے۔ وہ اونہین کی پھیلائی ہوئی ہے اس لیے تصوف کی تاریخ عین اسلام کی تاریخ ہے۔

مینے جو یہ سرخی دی کہ (تصوف کی تاریخ قرآن مجید سے) تو اس سے میری غرض یہ ہے کہ شرعۃ الحق مین مینے قرآن مجید کی بھیتری آیتون سے صاف اور صریحاً یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام ازلی مذہب ہے

یہی اسلام سب پیغمبرون پر اوترا اور سب کی کتابین ایک دوسری کی بکمالہ مصدق ہین۔ ایک آیت کی بھی ناسخ نہین کیونکہ قرآن مجید ہی سب کتابون مین اوترا تھا وانہ لفی زبر الاولین تو اُنہی آیتون کو یہان پر دوہرانا شرعۃ الحق کا جزون دوہرانا ہے۔ آیتون کو تو مین نہین دوہراتا مگر مطلب یہ ہے کہ صوفی حنیف مسلمان کا ہی لقب ہے اور تصوف اسلام کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے تصوف کی تاریخ وہی ہے۔ جو قرآن مجید سے اسلام کی تاریخ ثابت کی گئی ہے۔ اسلام ازلی ہے۔ تو تصوف بھی ازلی۔ ہان صوفیون کا اسلام حقیقی اسلام ہے۔ منہ بولا اسلام نہین۔ خاندانی اسلام نہین۔ دکھاوے کا اسلام نہین۔ منافقانہ اسلام نہین۔ مردہ اسلام نہین۔ بلکہ وہ اسلام جسمین روح ہے جسمین صدق اخلاص ہے اور جو موصل الی المطلوب ہے۔

جب اسلام ازلی ہے اور اس لئے جب تصوف بھی ازلی ہے تو تصوف مین ساسانیون کے عقائد بھی مل سکتے ہین۔ رصبانون کا فقر بھی اور ہندوؤن کا جوگ بھی مل سکتے ہین کیا معنی کہ ہین۔ مثلاً خدا کا ماننا چاہے۔ وہ اوسکے ساتھ کفر و شرک بھی کرتے ہون۔ عبادات کا بکل مختلفہ ہونا چاہے۔ وہ شرک کے درجہ کو بھی پہونچے ہون۔ اخلاق کی ہدایتین۔ اوزکر۔ فکر۔ مراقبہ۔ طلب۔ دیانت۔ قبض و بسط۔ فنا و بقا۔ قطع ماسوا وغیرہ۔ ایسا نہین ہے کہ کسی مذہب نے کسی مذہب سے کچھ لیا دیا ہے۔ اور ایک نے دوسرے کی بنیاد پر قلعہ اوٹھایا ہے۔ بلکہ یہہ بین ثبوت اسکا ہے کہ سارے مذاہب کا مخرج ایک ہی ہے۔ خدا ہی۔ استدادِ زمانہ سے قوم بدلی۔ اونکا مذہب بدلا۔ تفرقے پڑے۔ اور بجائے خدا تک پہونچانے کے وہ دوری پیدا کرنے والے ہوگئے۔ دیکھو تو تمام ذکر ہے۔ مگر غیر اللہ کے نامون کا۔ تمام فکر ہے۔ مگر غیر اللہ اور برزخی معبودون یا مورتون کا۔ تمام مراقبہ ہے مگر یہہ بھی غیر اللہ اور گرو یا دیوتاؤن کا۔ عبادات رسمی حرکات ہوئے۔ معاملات اساتذہ مذہب کے فتوے اور ریاضات معیبتون کا جھیلنا۔ فنا کی مجنونانہ غشی و بقا کی ہوش سے آئے وہ معدوم ہوئی سب کی حقیقت کھوئی گئی صرف نام ہی نام

رہ گیا وہ بھی بدراہ ہوکر۔

وہ ذات بے صورت جو کسی صورت کی قید سے پاک ہے۔ اوسکی راہ اسلام ازلی نے بے صورتی سے بتائی تھی اس لئے وہ طالبین جو صورت کا وصیان کرتے ہین۔ وہ صورت کو مٹاتے کہ یہ معنی تھے۔ بت شکنی کے مگر صورت پرستون نے بے صورت کی راہ صورت سے اختیار کی۔ الٹی راہ چلے۔ دوری مین پڑے۔ بت پرست ہوئے۔ گمراہ ہوے۔ مشرک ہوے۔ اسلام کھو بیٹھے تو دوسرے دوسرے ناموں سے ہو سو سو بھی ہوے۔ غرض اسلام نے ہندؤن یا عیسائیون سے کچھ نہین لیا۔ بلکہ اون کے یہان بھی اسلام ہی تھا۔ جو بگڑ بدل کر اور کفر و شرک کے دھبہ پر پہونچ کر رہ گیا۔ سبھون نے کتاب اللہ بھی ضایع کی اس لئے وہ اپنی صحت بھی نہین کر سکتے۔

غرض تصوف کوئی نو ایجاد اور نو بنیاد مذہب نہین ہے بلکہ عین اسلام اور اصل اسلام ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقرآن کلام اللہ جسکا ایمان ہو جسکا اقرار باللسان ہو جسکی تصدیق بالقلب ہو۔ اور جسکی وفا بہ فعل ہو تو اوسکا اسلام حقیقی کے سوا اور کونسا مذہب ہو سکتا ہے۔ ہان فطرت کے اس اصول کے مطابق فطال علیھم الامد ففسدت قلوبھم زمانہ مدید گذرا تو اون کے قلوب سخت ہو گئے (حدید ع ۲) جیسے کوئی مذہب نہ بچا۔ اسلام آخری بھی نہ بچا یعنی تصوف بھی نہ بچا۔ اسلام شریعت و طریقت کے دو حصون مین تقسیم کیا گیا۔ اسلام کے دو حصے ہوے وہ دو فرقے ہوئے۔ پھر جس طرح دنیا دار علما بدلے۔ دیندار علما یا صوفی بھی بدلے۔ انسان دو ٹکڑہ ہو کر نہین جی سکتا ویسے ہی اسلام بھی ٹکڑہ ٹکڑہ ہو کر زندہ رہ نہین سکتا۔ یہی راز ہے مسلمانون کی تباہی کا۔ رفتہ رفتہ علما اور صوفیون سے روحانیت ہی کھو گئی۔ اور رہ گئے صرف رسومات مذہب الا ماشاء اللہ۔

تعریف تصوف

صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو تصوف کو بیان کیا ہے مین اوسے اونہین کے اقوال مین بیان کرونگا

اور اوسکے نیچے قرآن مجید کی آیتون کی سند دون گا کہ اونہون نے کس آیت کے مفہوم کو بیان کیا ہے جس سے میری غرض یہ ہے کہ جس جس آیت نے تجلی کی۔ اور جو آیت جس کے لئے موصل الی المطلوب ہوئی۔ اونہون نے اوسی کو تصوف کہہ دیا ہے۔ یہ وجہ ہے۔ اس درجہ اختلافات کی۔ اور قرآن مجید نے تصوف کو کیا بیان کیا۔ اوسکو آغاز کتاب سے بیان کرون گا۔

حضرت بشر الحافی رحمۃ اللہ علیہ صوفی آنست کہ دل صافی دارد با خدا اور حضرت ابوالحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ۔ تصوف صفائے دل است از کدورت مخالفات۔

راقم۔ دونون حضرات نے تزکیہ کو بیان ہے۔ خدا نے فرمایا قد افلح من تزکی بے شک وہ مراد کو پہونچا جس نے تزکیہ کیا (اعلیٰ) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ تصوف اصطفا است ہر کہ گزیدہ شد از ماسوائے اللہ او صوفی است۔

راقم۔ اصطفا کو بیان فرمایا ہے۔ خدا نے فرمایا ولقد اصطفیناہ فی الدنیا ہم نے دنیا مین اوسکو برگزیدہ کیا (بقرہ ع ۱۶)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ التصوف الاخذ بالحقایق والیاس مما فی ید الخلایق ہر چیز کی حقیقت کو پانا اور جو چیزین مخلوق کے ہاتھون مین ہون اون سے بے توجہ ہونا۔

راقم۔ یافت حقیقت الاشیاء یہ فکر کا نتیجہ ہے جس سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ اور اوسکا مفصل بیان فکر کے زیر سرخی کیا جائیگا۔ اور دوسرے ٹکڑے کا ماخذ یہ آیت ہے۔ لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم زہرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنہم فیہ تم اپنی نظر دنیاوی چیزون کی آرائش کے جانب جو ہم نے مختلف قسم کے لوگون کو مصرف کے لئے دی ہین۔ تاکہ اونہین آزمائین نہ دوڑاؤ (طٰہٰ ع ۸) باز سوال کردہ شد۔ از تصوف فرمود گرفتن حقایق و گفتن بدقایق و نومید شدن آنچہ مہت در دست خلایق

راقم۔ اس بیان مین صرف ایک جملہ پہلے بیان سے بڑہایا ہے۔ اور باقی وہی ہے جسکا ماخذ آیتون

سے بیان کیا گیا ہے جو بڑھایا ہے۔ وہ "گفتن بدقاق" ہے۔ تو یہ تصوف نہیں صوفیون کی رسم ہے۔ اس کے ساتھ میرا اتفاق نہیں۔ جو بولنے کی باتیں نہیں وہ بولو ہی نہیں۔ اور جو بولنے کی باتیں ہیں اور نہیں عام فہم بولو۔ کلموا الناس علی قدر عقولھم (بہ آیت ہیں ح)

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ۔ صوفی آنکہ خدائرا برہمہ گزیند۔ اور حضرت یحییٰ معاذ الرازی رحمۃ اللہ علیہ۔ درویش آنکہ بخداوند خویش از جملہ کائنات تونگر بود۔

راقم۔ یہ مختصر طور پر اس آیت کا خلاصہ مطلب ہے۔ قل ان کان اٰباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ اے رسول کھدو کہ تمھارے باپ بیٹے بھائی بیبیان۔ اقربا۔ مال مخزونہ اور تجارت جسکے گھاٹے سے تم ڈرتے رہتے ہو۔ اور گھر جو تم کو پسند ہیں۔ یہ سب چیزیں اگر تم کو خدا اور رسول اور اوسکی راہ میں مجاہدہ کرنے سے زیادہ عزیز ہیں۔ تو منتظر رہو کہ خدا اپنا عذاب بھیجے (التوبہ ع ۳)۔

حضرت ابوالحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ۔ تصوف دشمنی دنیا است و دوستی مولا۔

راقم۔ دوستی مولا تو اوپر کی آیت میں فرض ہوئی۔ مگر دشمنی دنیا کا لفظ آیت میں زیادہ ہے۔ تو دنیا تو وہی جو محبوب سے غافل کرے۔ اور وہی شیطان بھی۔ ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا شیطان تمھارا دشمن ہے تو اوسکو دشمن ہی سمجھتے رہو۔ یہ تو اقتضائے محبت ہے کہ جو محبوب سے غافل کرے وہ دشمن ہے۔

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کن للہ والا لا تکن لخدیرا باش دالا خود مباش۔ اور حضرت ابوالحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ تصوف ترک جملہ نصیبہائے نفس است برائے نصیب حق۔ اور کسی دوسرے بزرگ نے فرمایا۔ دع نفسک وتعال۔

راقم ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین میری نماز میری عبادت اور میرا جینا مرنا سب اللہ کے لئے ہے (الانعام ع ۲۰) جب حیات وموت تک اللہ ہوئی تو وہ خود کیا رہا اسی کو فرمایا کن للہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ھو ان یمیتک الحق ویحییک بہ۔ خدا تیری خودی کو زائل کردے یعنی موتوا قبل ان تموتوا اور تجھے اپنے ساتھ زندہ رکھے۔

صد لے رفیع

راقم یعنی یہ آیت متجلی ہو۔ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اللہ لبود باقی وباقی فانی۔ فنا کے معنی معدوم ہونے کے نہیں۔ وجود کی احاطت تمام عدم کو محال ثابت کرتی ہے بلکہ فنا کے معنی توجہ کے یکسو ہونے اور ایک ہی طرف بکلیہ جٹ جانے کے ہیں یعنی حنیف ہونا جسکو خدا نے فرمایا انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا میں نے اپنی توجہ اوسی کی طرف بھیری ہے یکسو ہوکر جس نے آسمان اور زمین بنائی (الانعام ع ۹) اسی حنیف کے معنی فنا کے ہیں۔ اسی کو کھادع نفسک وتعال اسی مضمون کو دوسری جگہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ان تکون مع اللہ بلا علاقۃ خدا کے ساتھ بے علاقہ ہو۔ یعنی ہر علاقہ ہو صورت کا نہ عقل کا۔ نہ وہم کا نہ حواس کا۔ علاقہ کو تعلق ہے قلب سے۔ علاقہ منقطع کرنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ وسوسہ وتعلق نہ ہو اور قلب مطمئنہ کے ساتھ معیت خداوندی یعنی دوام حضور حاصل کرو۔ اسی مضمون کو حضرت عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف باخدا آرام گرفتن است واز خلق گریختن۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اطمینان بذکر خدا آرام بہ خدا گرفتن است لیکن از خلق گریختن کے ساتھ میرا اتفاق نہیں۔ یہ تو رہبانیت ہے۔ ہونا چاہئے تخلق باخدا آمیختن۔

حضرت ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ۔ درویشی بحضرت خدا شکستگی عرض کردن است۔

راقم ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت واخبتوا الی ربھم اولئک اصحب الجنۃ جو لوگ ایمان لائے نیکو کار ہوئے۔ اور خدا کے حضور میں شکستگی عرض کی تو یہی اصحاب جنت ہیں۔

توضیح حائل دو

حضرت عمر عثمان المکی رحمۃ اللہ علیہ سئل بہ عن التصوف فقال ان یکون العبد فی کل وقت مشغولا بما ھو اولی بہ فی الوقت تصوف کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ بندہ اوس کام مین ہر وقت مشغول ہو۔ جو اقتضائے وقت ہو۔

راقم۔ قرآن مجید مین عملوا الصلحت بھتیری جگہ ہے یہ عمل صالح کی تفسیر ہے۔ خدا کی بھتیری ہدایتین ہین اور ہر ہدایت اپنے اپنے وقت پر عمل کی طالب۔ تو جو وقت جس اطاعت کا مقتضی ہو اوسکو اوسکے وقت پر ادا کرو جس جگہ صبر مطلوب ہو صبر جس جگہ شکر مطلوب ہو شکر۔ عبادات کے وقت عبادات۔ ادائے حقوق کے وقت حقوق کا ادا کرنا غرض ہر کام اپنے وقت پر ہونا چاہئے جو اوسوقت کا اقتضا ہو یہہ رھبانیت کی تردید ہے۔ اور اسقدر وسیع ہے۔ کہ جتنا ڈوبو مزہ آئے۔

حضرت ابو الحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ نعت الصوفی السکون عند العدم والایثار عند الوجود۔

راقم۔ تصوف کو بیان نہ فرمایا بلکہ صوفی کی ایسی صفت کو بیان فرمایا جس سے وہ پہچانا جائے یعنی صبر و ایثار کو تو صبر و ایثار صریح قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ صبر کا بھتیری جگہ حکم ہے واصبروا اور ایثار کی آیت سورہ حشر مین ہے۔ ویؤثرون علی انفسھم۔

دوسری جگہ حضرت موصوف نے تصوف کو بیان فرمایا۔ تصوف نہ رسوم است و علوم ولیکن اخلاقیست اگر رسم بودے بجاہدہ بدست آمدے اگر علم بودے بہ تعلیم حاصل شدے۔ ولیکن اخلاقیست۔ کہ تخلقوا باخلاق اللہ وتخلق خدا بیرون آمدن نہ برسوم دست دہد و نہ بعلوم۔

راقم۔ تصوف کو اخلاق فرمایا تو اخلاق کی آیتین۔ احادیث کی زیر سرخی دی جائینگی۔ اور اسکی خوبی اخلاق کے بیان مین نمایان ہوگی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ التصوف ذکر مع اجتماع وجد مع استماع وعمل مع اتباع تصوف یہہ ہے کہ ذکر ہو مگر بحضور قلب۔ وجد ہو لیکن قرآن سنکر۔ عمل ہو مگر باتباع قرآن۔

راقم یہ تینون باتین تین آیتون کی تفسیر ہین - واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا اور واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق اور اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم عہ خدا کے نام کا ذکر کیا کرو اور مذکور کے ساتھ فنا ہو جاؤ ۲ جب وہ قرآن سنتے ہین تو تم دیکھتے ہو کہ عرفان کے سبب اون کی آنکھون سے آنسو جاری ہو جاتے ہین ۳ قرآن کا اتباع کرو یعنی اوسکے مطابق عمل - چونکہ تصوف کی یہ تعریف فرمائی اس لئے صوفی کو بیان فرمایا کہ صوفی آن است کہ دل او چون دل ابراہیم سلامت یافتہ بود از دنیا و بجا آرندۂ فرمان خدا بود - و تسلیم او تسلیم اسمٰعیل - و اندوہ او اندوہ داؤد و فقر او فقر عیسیٰ و صبر او صبر ایوب و شوق او شوق موسیٰ - و اخلاص او اخلاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ نے قصص قرآن کی ہدایتون کو بیان فرمایا ہے کہ ان قصون سے اپنے کو ان صفات سے متصف کرو کہ یہ قصے ہدایت نامے ہین حضرت شمس الدین بوری رحمۃ اللہ علیہ - تصوف صفاے اسرار است و عمل کردن بدانچہ رضاے جبار است و صحبت داشتن با خلق بے اختیار است -

راقم صفاے اسرار یعنی تزکیہ قد افلح من تزکی فلاح پائی جس نے تزکیہ کیا - (اعلیٰ) و عمل مطابق رضاے مولا یہ اس آیت کی ہدایت ہے - ما کتبنٰھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ ہم نے ان پر فرض نہ کیا تھا مگر رضاے مولا کی تلاش (حدید ع ۴) اور صحبت خلق بے اختیار کے معنی ہین - لوگون سے اپنے اغراض و خواہشات نفسانی لیکر نہ ملنا - بلکہ خدا کے لئے ملنا تو یہ ملنے ملانے پر موقوف نہین سارے کام یریدون وجہ اللہ ہونا چاہئے کہ ہر کام مین چاہے دینی ہو یا دنیاوی رضاے مولیٰ مطلوب ہو

حضرت ابو محمد رویم رحمۃ اللہ علیہ سئل رویم عن التصوف فقال التصوف استرسال النفس مع اللہ علی ما یرید تصوف نفس کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دینے کا نام ہے یعنی منزل رضا -

راقم یفعل اللہ ما یشاء اور یحکم ما یرید پر کمال ایمان و اطمینان قلبی - راضی برضا ہونا ہے

حضرت علی بن سہل الاصفہانی رحمتہ اللہ علیہ التصوف التبری عمن دونہ والتخلی عمن سواہ

مختصر لفظون مین تصوف قطع ماسوا کا نام ہے۔

راقم۔ قطع ماسوا یعنی ماسوا سے پرہیز یہی تو حقیقی اتقا ہے۔ اتقا کے معنی پرہیزگاری کے ہین اور اتقا کی آیتون سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ اتقا عام ہے تو اسکی تخصیص کیون کرو۔ اسکو عام رہنے دو یعنی کل ماسوا سے پرہیزگاری۔

حضرت ابوالجریری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کو فرمایا الدخول فی کل خُلق سنی والخروج من کل خُلق دنی

تصوف اخلاق حسنہ حاصل کرنے اور اخلاق سیئہ سے بچنے کا نام ہے۔ پھر فرمایا التصوف مراقبتہ الاحوال ولزوم الادب۔

راقم۔ اپنے حال کا نگران رہنا اور ہر وقت کے ادب کو ملحوظ رکھنا۔ ان دونون کی آیتین اخلاق اور مراقبہ مین دی جائین گی۔ اخلاق کے معنی مہمانون کی تعظیم اور حقہ پان کی دعوت کے نہین ہین۔ نہ سگریٹ اور چائے کی دعوت کے۔ بلکہ اخلاق کا دائرہ اسقدر وسیع ہے۔ کہ کوئی حرکت اس سے باہر نہین جاسکتی۔ اپنے اور خدا اور رسول۔ اور قرآن اور قوم و ملک اور انسان و حیوان سب کے حقوق کا ادا کرنا اخلاق ہے۔

حضرت ابوبکر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ۔ التصوف خُلق فمن زاد علیک فی الخُلق فقد زاد علیک فی الصفا

تصوف اخلاق ہے جو بڑھا اخلاق مین وہ بڑھا صفا مین۔

راقم۔ اخلاق کی آیتین تو اخلاق کے بیان مین دیکھو۔ مگر کم سے کم ایک آیت تو مجھے اسکے متعلق دینی چاہیئے۔ ان اللہ یامرُ بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔

خدا حکم کرتا ہے عدل و احسان کرنے اور قرابت پروری کا اور منع کرتا ہے فحش اور برائیون۔ اور سرکشیون سے (نحل ع ۱۳) یہی عدل و احسان اور قرابت پروری اخلاق حسنہ ہے اور فحش اور برائیان

اور سرکشیان اخلاق سیئہ۔

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ الصوفی منقطع عن الخلق متصل بالحق کقولہ تعالے واصطنعتک لنفسی قطعہ عن کل غیر ثم قال الصوفی من تقطع وہ جو خلق سے منقطع ہو جیسا کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ہم نے تجکو اپنے لئے چن لیا۔ ماسوا سے تو منقطع کر دیا۔ پھر کہا تو یہ کہا کہ تم ہمین دیکھہ نہین سکتے۔ راقم۔ خدا کی آیت تو خود اونہون نے دے بھی دی اور تفسیر بھی کر دی۔ آہ۔ تصوف کو کس عاشقانہ درد کے ساتھہ بیان کیا ہے کہ دل ہل جاتا ہے۔ خود اپنے لئے چنے بھی اور لن ترانی بھی کہے۔ اللہ اللہ

حضرت ہوصوف نے دوسری جگہ فرمایا التصوف الجلوس مع اللہ بلا ہم بے فکر و تردد خدا کی حضوری تصوف ہے راقم۔ مقربین یہی جالسین مع اللہ ہین۔ فاما ان کان من المقربین خدا نے فرما دیا ہے۔ قرآن مجید مین بھتیری جگہ عند اللہ وعند ربہ ہے اور یہ مقام قرب حق سے آگاہ کرتا ہے۔ غرض قرب خدا تصوف ہے جسمین فکر نہو۔ مگر قرب مین فکر کہان نفس فکر سے مطمئن ہو لیتا ہے جب تو قرب کی راہ مین قدم رکھتا ہے

حضرت ہوصوف نے تیسری جگہ فرمایا۔ التصوف ہو عصمۃ عن رویۃ الکون تصوف اس عالم کون کی دید سے بچائے جانے کا نام ہے اور حضرت عمر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ التصوف رویۃ الکون بعین النقص بل غض الطرف عن کل ناقص بمشاہدہ من ہو منزہ عن کل نقص تصوف یہ ہے کہ موجودات کے نقایص کو دیکھو بلکہ کل ناقص سے توجہ پھیر لو۔ اور اوسکا مشاہدہ کرو جو نقص سے پاک و مقدس ہے۔

راقم۔ پہلا قول متن ہے۔ اور دوسرا گویا اوسکی تشریح۔ خداوند عالم نے قرآن مجید مین فکر کی تاکید پر تاکید کی ہے۔ اور فکر کی اتنی جگھین بتائی ہین کہ عالم کون کا کوئی ذرہ نہ چھوٹ رہا۔ اسکو فکر کے بیان مین دیکھو۔ اولاً عالم کون کو فکر کی آنکھون دیکھو تو یہ عالم آنکھون سے غائب ہو جائے گا اور دوسری ہستی آموجود ہوگی۔ اسی کو اونہون نے فرمایا کہ تصوف عالم کون کی دید سے بچائے

جانیکا نام ہے۔ اور اسی کو انہون نے فرمایا کہ عالم کون کو اوس کا نقص دیکھ کر دیکھو تو اوس بے نقص سے مواجہ درست ہو جائیگا۔ خداوند عالم نے بھی سارے معبودون کا نقص۔ ملائکون اور پیغمبرون کی مجبوریان اور اپنی سطوت و جلالت کی پاکی اور تنزہ دکھا کر اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔

حضرت ابو الحسن المزین رحمۃ اللہ علیہ التصوف الانقیاد للحق۔ تصوف حق کی فرمانبرداری کا نام ہے

راقم۔ تو یہ عین اسلام ہے۔

حضرت ابو سعید ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ التصوف کلہ ترک الفضول تصوف تمام تر فضول کا ترک ہے

راقم۔ حضرت موصوف نے اس آیت کو بیان فرمایا ہے جو مومنین کی تعریف مین ہے۔ وھم عن اللغو معرضون وہ لغویات سے اعراض کرتے ہین۔ کل لغویات سے اعراض کرو تو دیکھو تمھاری رفتار صحیح ہو جائے گی۔ خدا کی ایک ایک آیت موصل الی المطلوب ہے۔

حضرت ابو عمر بن النجید رحمۃ اللہ علیہ تصوف صبر کردن است در تحت امر و نہی۔

راقم۔ یہ تفسیر ہے اس آیت کی الذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم۔ وہ جنہون نے بہ طلب رضاء خداوند صبر کیا (رعد ع ۳)

اگر بزرگون کے اقوال لکھے جائین تو کہان تک لکھے جائین۔ کتاب طول ہو جائیگی۔ اور مقصد رہجائیگا ہین اسلئے مین اس تھوڑے پر اکتفا کرتا ہون۔ جو آیتین مینے ہر قول کے نیچے دی ہین وہ بھی بہ نگاہ سرسری دی گئی ہین اس نظر سے قرآن مین تدبر کرنے والے زیادہ مناسب آیتین دے سکتے ہین۔ مگر میرا یہ موضوع نہین ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اصطفاء فکر قطع ماسوا اتصال بحق۔ خدا کا ہو رہنا۔ خدا کے ساتھ آرام دلی حاصل کرنا عالم سے بے نیازی دل شکستگی بحضور خداوند حنیف ہونا صبر و ایثار۔ اخلاق محبت مولی دوستی ماسوا فنا و بقاء رضا و تسلیم۔ جن بزرگان دین کے مینے نام لئے ہین اونہون نے اوس آیت کو جو اون کیلئے

موصل الی المطلوب ہوئی۔ تصوف کہا ہے یعنی تصوف کے بعض صفات کو بیان کیا ہے تصوف کو بیان نہین کیا اسی لئے تصوف اتنے مختلف عنوانون سے بیان ہوا ہے۔ اس سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان اساتذہ کا تصوف قرآنی تصوف۔ محمدی تصوف اور خدائی تصوف تھا جنکا ماخذ قرآن تھا نہ شاعری اور نہ قصص و افسانے جب قوم سے قرآن چھوٹا تو جنید و شبلی کہان سے پیدا ہون رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

دور صوفیہ

جنے جتنے بزرگان دین کے نام لئے ہین۔ یہ دور اول کے صوفیہ ہین۔ ان کے سوا اور بہت ہین جنکے اقوال بیان نہین ہوے اس لئے ان کے نام بھی نہین آے انکے افعال کا سلک اور ان کے اقوال کا مخرج قرآن مجید ہے۔ اور قرآن مجید کا تدبر و تفکر اس لئے ان کی روش صحابہ کی روش تھی۔ بے درایت قصون اور غلو نسبت کی روایتون کا اعتبار نہین۔

دور دوم و سوم اپنے اپنے اعتبار سے قابل افسوس ہوتا گیا۔ اور بدنام کنندہ نکو نامے چند او بھٹنے لگی جسکی فریاد اپنے اپنے زمانہ مین اٹھتی رہی۔ اور صلحی و منافقین مین تمیز دشوار ہو گئی۔ بہ اعتبار قرب و بعد نبوت جب صوری صوفیون کی کثرت ہوئی تو تصوف کی بنا کمزور حدیثون۔ بے درایت قصون۔ خواب و خیال اور غیر محقق اقوال صوفیہ پر ہوئی اور قرآن نظر انداز کیا گیا۔ ہان ایسے اساتذے بھی ہوے جنہون نے قرآن کو نہ چھوڑا اور اون کی روش قرون اولی کی روش رہی مگر کم۔ کمیابی باعث نمائندگی ہوتی ہے وہ ہوئی اس لئے یہ نمایان ہوے اور اون کی شہرت نے غلغلہ ڈالا مگر باعتبار اکثر صدفی ہوے بھی تو نام و نمود کے رسم و رواج کے۔ گدی اور خانوادہ کے شجرہ اور نسب فروشی کے۔ خانقاہی اور دکان داری کے مجاہدہ و ریاضت کچھ رہی بھی تو رسمی۔ پھر تو تصوف نے سیکڑون رنگ بدلے۔ جو طرفی ہوا آنے کے لئے رخنے پڑ پڑ گئے اور ہر مذہب کی آویزش

کے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔ رفتہ رفتہ دور از کار افسانوں توہمات لایعنی قیاسات بے دلیل اور خواب و خیال پر اسکی بنا ہو گئی۔ خواب الہام ربانی تسلیم ہوا۔ اور خیال مکاشفہ ایسے خواب و خیال ناسخ قرآن تک کے درجہ کو پہونچ گئے۔ اس روش کی یافت یہ نصیب ہوئی کہ پیر خدا بنا۔ اور فقرا خدائی کے حصہ دار تسلیم ہوئے کہ ؎

اللہ اللہ گفتہ اللہ میشود　　این سخن حق است باللہ میشود۔

اور یہ شعر منسوب کیا گیا بزرگون کی طرف موضوعی حدیث کی طرح۔

دور آخری

تیسرے دور کا یہ آخری دور جو موجودہ زمانہ کا دور ہے۔ نہایت دردناک اور قابل افسوس ہے۔ بات بہ اعتبار اکثر ہی کی جاتی ہے اسی روش کی تعلیم خدا نے بھی کی ہے جو اوس نے فرمایا۔ منہم المومنون واکثرہم الفسقون بعض ان مین مومن ہین۔ اور اکثر ان مین فاسق ہین (آل عمران ع ۱۲) مین بھی اسی روش کا اتباع کیا چاہتا ہون۔ اور یہی روش ساری دنیا کی گفتگو کی بھی ہے اسلئے استثنا ہر دو مین ہے۔ فطرت کا کوئی کلیہ بھی استثنا سے مستثنی نہین۔ اسکو یاد رکھنا چاہئے اور جن بزرگون کو میری باتین بری لگین وہ اپنے کو مستثنی سمجھین۔ محتسب حقیقی تو خدا ہی ہے اور بس۔

جب تک صوفیون کی راہ رہی صراط مستقیم کی جب تک قرآن مجید ان کا دستور العمل رہا۔ ان کا مرجع رہا۔ ان کا ہادی رہا جب تک قرآنی نور مین ان کی رفتار رہی اور روش رسالت ان کی روش رہی۔ یہ وہان پہونچے جہان روح انسانی کے پہونچنے کی غایت ہو سکتی ہے۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر مگر جب سے قرآن مجید چھوٹا اور نسبت ماسوا اور فانی چیزون سے جوڑی گئی تو خدائی نسبت مین شرک واقع ہوا جسکو خدائی غیرت پسند نہ کر سکتی تھی تو یہ نتیجہ نکلا۔ نسوا اللہ فانسٰہم انفسہم خدا کو کیا بھولے کہ وہ اپنے آپ کو بھولے (الحشر ع ۳) اوسوقت سے دور ہی

پڑنی شروع ہوئی اور راہ کٹھن ہوتے ہوتے ناقابل رفتار ہوگئی۔ برزخی معبودوں نے کچھ مدد نہ کی کیونکہ وما النصر الا من عند اللہ مدد تو خدا ہی کے پاس سے ہوتی ہے (آل عمران ع ۱۳)۔

جب سارے مسلمانوں نے سارے علما نے قرآن کو مشکل تر ناقابل فہم مجمل محتاج تفسیر ناقابل ہدایت محتاج تاویلات و مراد سمجھا اور اوسکا مصرف جھاڑ پھونک عملیات اور چہلم چہارم کی ثواب رسانی کے لئے تجویز کیا تو اس سے یہ صوفیہ کیوں نکل جاتے۔ انہوں نے بھی قرآن سے چشم پوشی کی اور سارے علما کے مقابلہ میں یہ بھی حدیث کی طرف جٹے۔ اور علما یہود کی روایتوں کی طرف بلکہ افسانوں شاعرانہ تخیل خواب و خیال۔ اور دوصوں کی طرف۔ اہل حدیث اور نقاد حدیث یہ کھنے کھڑے ہوے کہ صوفیوں کی حدیثیں کمزور ضعیف اور ناقابل ہیں۔ محدثین اور نقاد تاریخ یہ کھنے پر تلے کہ پیغمبروں اور بزرگوں کے قصے جن سے نتیجے اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور وہ عقائد اور مسلک قرار دیئے جاتے ہیں وہ بے درایت بے بنیاد عقیدت کے شاخسانے ہیں اور غیر مستند۔ روایت و درایت اور اصول تحقیقات سے گرے ہوے۔ ہرگز اس لائق نہیں ہوسکتے جن پر مسلک اور عقائد کی بنیاد قایم ہو۔ اور دین الہی میں اون کو کوئی وقعت دی جاسکے محققین نے باقی باتوں کو بے اصل اور خلاف قرآن پاکر کنارہ کشی اختیار کی۔ حدیث کسی درجہ کی لی گئی ہو وہ بھی چند ہی ہے۔ مگر قصے کھانیوں کی قوت دین الہی میں اتنی زبردست ہوگئی ہے کہ اگر کسی بزرگ یا کسی پیغمبر کے ساتھ یا بمقابلہ دیگر خانوادوں کے اپنے خانوادے کے متعلق عقیدت اور رنگ آمیزیاں دکھاکر عجائبات کے ناشدنی کرشمے بیان کرو تو آنکھ بند کرکے اوس کے تسلیم میں کسی کو عذر نہ ہوگا۔ وہ اولاد خدا نے دی اور دس بزرگ نے۔ خدا نے بیٹی دی تھی۔ بزرگ نے بیٹا بنا دیا۔ اگر تسلیم کرلو تو قوت نسبت کی دلیل ہوگی۔ اگر انکار کرو کہ یہ قرآن کے خلاف ہے جسکی عقل بھی حمایت نہیں کرتی تو کرامات اولیا کے منکر اسلئے کافر

دھر تندار اور خلود فی النار کے مستحق سمجھے جاوینگے۔ باوجودیکہ قرآن مجید مین سنی سنائی باتون کا بلا تحقیق بیان کرنا ممنوع کیا گیا ہے۔ مگر بزرگون کے قصون کے لئے ممنوع نہین سمجھا جاتا۔ خدا نے فرمایا۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا ۔ جسکا تم کو علم نہو اوسکے پیچھے نہ پڑو۔ کیونکہ کان آنکھ اور دل سب قیامت کے دن جواب طلب ہون گے (بنی اسرائیل ع ۴) اسی مفہوم کو دوسرے لفظون مین ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو سنے وہ کہدے۔ بات بے تحقیق کیون زبان سے نکالو کہ خدا اور رسول کے خلاف ہو۔ خلاف عقل حدیثین بیان کرنی تو ممنوع ہین یہ قصص بے تحقیق بیان کرنا کسطرح جایز ہو سکتا ہے۔ مگر کوئی قصہ بھی قرآن مجید کی ترازو پر تولا نہ گیا۔ اور حقیقت کی کسوٹی پر کسا نہ گیا اور عقیدہ کی بنیاد ہو گیا۔ بلکہ ابتو انہین قصون کا نام تصوف ہے۔

اہل حدیث کے اعتراضون کے سبب صوفیہ حدیث سے بھی درگذرے اور اپنے تصوف کی بنا مقالات صوفیہ پر قایم کی گرچہ ان مقالات کے سلسلۂ روایت کی صحت کی نہین گئی اور یہ حجک صحت پر جانچے نہین گئے گرچہ حدیث کا نمونہ اور اوسکے جانچ کی دشواریان پیش نظر نہین مگر بزرگون کی سطوت و جلالت قصون کی صحت کے لئے کافی سمجھی گئی اور اوسمین چھان بین بے ادبی۔ پھر جیسی بنا ویسی عمارت۔

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا پرستی کی جگہ پیر پرستی قایم ہوئی اور پیر پرستی کے غلو نے بات کو کہان سے کہان پہونچایا پیر خدائے بے صورت کی ایک صورت سمجھا گیا۔ کعبہ کے بت تو توڑے گئے مگر بعض طریقہ مین کعبۂ دل مین پیر زرخ کا بت نصب کیا گیا۔ تلاوت قرآن کی جگہ جو ماسوا خداوندی بھی شجرہ کی تلاوت قایم ہوئی۔ لا الہ الا اللہ کی جگہ لا الہ الا الشیخ ہو گیا کہ فنا فی الشیخ ہو تو فنا فی اللہ ہونا اور فنا فی الشیخ کے معنی سمجھا نہین غرض قرآن مجید سے ہر طرح ترک تعلقات کر کے جوگ اور بھبانیت سے رشتہ تعلقات جوڑے گئے۔ کہ تا کافر نہ شوی مسلمان نہ گردی۔ اور اگر اسی کفر پر خاتمہ ہو جائے تو خدا سے جھگڑے گا کون۔ مقالات صوفیہ سے

بھی ترقی کر کے اعتقادات کی رسیان دو ہے۔ افسانے۔ اشعار اور شاعرانہ تخیل سے جوڑی گئین۔ جب سند مانگو رقو بجائے قرآن کے شعرون کی سند دو صون کی سند۔ ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی وہ پیروی کرتے ہین گمان اور خواہش نفسانی کی۔ حالانکہ بے شبہ اون کے پاس قرآن آچکا (النجم ع۲) یہ وہم و گمان پرستی کام نہین آنے کی۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ اگر تم ہر کس و ناکس کا کہا مانو گے تو وہ تمھین خدا کی راہ سے گمراہ کر دینگے (انعام ع۱۴) اسے بھول کر ہر فقیر صورت کے فرمان کی تعمیل کی جاتی ہے۔ حالانکہ ان کے اکثرون کا حال یہ ہے وان کثیرا لیضلون باھوائھم بغیر علم بھتیرے اپنی خواہش نفسانی سے لاعلمی کے سبب گمراہ کرتے رہتے ہین (انعام ع۱۴) بر بنائے علم قرآن نہین بلکہ بر بنائے خواہشات نفسانی جن کو الہام کا درجہ دیا جاتا ہے۔ گرچہ الہام ربانی وحی کے خلاف ہو نہین سکتا اگر ہو تو وہ الہام شیطانی ہے۔ مگر رنگ یہی جما۔ یہان تک کہ جس نے قرآن سے رشتہ جوڑنا چاہا وہ زاہد خشک سمجھا گیا۔ اور جس نے قرآن سے منہ موڑا وہ رند مشرب آزاد مشرب سمجھا گیا جسکی حقانیت کی سند مین سیکڑون شعرا کے کلام ہر جو دہین دین الٰہی شیطان کا گھروندا ہو گیا کہ طالب خدا ایسا ہونا چاہیے جو بت اور خدا۔ رسول اور شیطان۔ کعبہ اور بتخانہ اور اسلام و کفر کو ایک سمجھے۔ مگر محرمات مین تفرقہ کرتا رہے۔ یہ ہین کامل ترین صوفی۔ حالانکہ یہ ہجر کی راہ وصال کی راہ نہین۔ جہنم کی راہ جنت کی راہ نہین۔ افسوس ہے اس فقر اور اس تصوف پر۔ اگر استغراق ہے تو استغراق مین تشخصات نہین اگر استغراق نہین اور جنون نہین تو کفر و شرک کی باتین کفر و شرک کی باتین ہین۔ جسکا اسلام مجاز نہین کرتا۔

فقر و تصوف مین بھی دو تقسیمین ہین مجذوب و سالک۔ ہر جو دہ زمانہ کے مجذوبون اور سالکون کا حال قابل عبرت ہے الا ماشاء اللہ۔

مجذوب مغلوب الکیفیت تو وہ جو تجلیات ربانی کی چکاچوند مین پڑ گیا یا کیفیت فنائی سے فی الکثر الحال

مغلوب ہوگیا کبھی زمانہ جبکو جنون یا کسی قسم کا مینیا ہوگیا وہ مجذوب کہلایا۔ اور مجذوب ہوتے ہی وہ علام الغیوب قادر مطلق اور خدائی نظم مین سیاہ و سفید کرنے والا ہوگیا۔ اوسکی ایک نظر بنانے والی اور بگاڑنے والی سمجھی گئی اور معتقدین کے جمگھٹ نے بازار لگایا دھرم پستون نے قصے تصنیف کئے۔ عوام کالانعام لگے۔ مرادین پانے اور چڑھاوا چڑھانے۔ جیسے بت پرست یا جوگی جی کے چیلے گرو سے یا رام جی اور کرشن جی کے مندرون سے مرادین مانگتے اور مرادین پانے کے سیکڑون قصے بیان کرتے ہین ویسے ہی مجذوبون کے درواذون کے مرادخواہ بھی۔ دیوانہ بکار خویش ہشیار۔ اگر مجذوب صاحب سے پوچھو کہ صاحب یہ ہوشیاری بھی اور بیہوشی بھی۔ جنون بھی اور تمیز بھی۔ کام کی ہوشیاری بھی اور کام کی بیہوشی بھی یہہ کیا تو خدائی مستی حرکت مین آگئی تیور بدل گئے گالی گلوچ اور سخت کلامیان تو جذب کی سندھی ٹھہری۔ مگر بندگی اور بزرگداشت مین فرق۔ نذور و سلامی مین فرق۔ یہہ برداشت نہین۔ کچھ سوال کرو تو رندانہ مستی جوش مین آگئی۔ کہ حقیقت کی راہ تم کیا جانو۔ اوسوقت کا جلال تو خدائی جلال ہوتا ہے۔ عوام سمجھے کہ قیامت ٹوٹی۔ خود ذات بابرکات نے ڈنڈا اوٹھایا معتقدون نے نکال باہر کیا۔ قدرت تو کہی پکڑنے۔ اپنے کو مصیبتون سے چھڑانے اور موت سے بچانے کی بھی نہین مگر جوش جلال کا عالم تہلکہ خیز حیرت افزا نمونۂ قدرت اور دیکھنے کے لایق ہوتا ہے۔ قطبیت الیسون بھی کوملتی اور خدائی کے جذبات اندرونی الیسون ہی کو تقسیم ہوتے ہین۔ مجنونانہ حرکات شہر اور صوبون کے انتظامات مین جذب کی مٹی پلید کی گئی۔ معتقدون مین علما رجہلا سب شریک ہین۔ اگر ان سے پوچھو کہ صاحب اس بندگی مین یہ خدائی کیسی۔ تو جواب کیا معقول ہوتا ہے کہ فقیر کیا ڈالتا ہے۔ کیا نکالتا ہے۔ اور وہ کس عالم مین ہے تم کیا جانو۔ وہ وہان ہے جہان پیغمبرون کی بھی گاہے ماہے رسائی ہوتی ہے۔ اور اگر وہ نہین تو اونکی دعا سب کچھ کرتی ہے۔

یہ سمجھ مین نہین آتا کہ کسی کی دعا سے خدا مجبور تھوڑے ہوتا ہے۔ وہ تو ہر کی سنتا ہے بلا تخصیص جو اوس سے مانگے باپ بچے کی سنتا ہے۔ برا ہو یا بھلا۔ یہ تو اوسکی شان خلاقی ہے کہ وہ مخلوق کی مانگ سنے۔

شیطان نے قیامت تک کی مہلت مانگی۔ خدا نے اوسکی بھی مانگی مراد اوسے دی۔ فرعون کی مرادین بھی اوسی نے پوری کین۔ کافرون کی مرادین بھی وہی پوری کرتا ہے۔ کفار بھی تو یہی کہتے تھے کہ بتون سے جو ہم مرادین مانگتے ہین حقیقت مین وہ خدا ہی سے مانگتے ہین۔ یہ دیوتا تو وسیلے ہین۔ ھٰؤلاء شفعاءنا عند اللہ یہ دیوتا خدا کے پاس ہمارے سفارشی ہین (یونس ع۱) جو کفار کہتے تھے وہ آج مسلمان کہنے لگ گئے۔ کافرون کی مرادین جو وہ بتون سے مانگتے ہین۔ اور مسلمانون کی مرادین جو وہ بزرگون سے مانگتے ہین خدا ہی پوری کرتا ہے۔ مانگین جب بھی نہ مانگین جب بھی۔ بلا کسی کی سفارش کے وہ خدا جو ہر شئے کو محیط ہے جو ہم سے ہماری رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جو ہمارے حال سے ہماری ضرورتون سے ہم سے زیادہ آگاہ ہے۔ جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ ہم سے بھی زیادہ شفیق و رحیم ہے۔ وہ مانگے بے مانگے مرادین پوری کرتا ہے۔ اور پوری کرتا رہے گا۔ کچھ دور ہو تو کوئی جا کر سفارش کرے واقف حال نہو تو کوئی جا کر واقف کرے۔ مہربان نہو تو کوئی جا کر مہربان کرے۔ رحم مین کمی ہو تو اوس سے بڑھ کر رحم والا جا کر اوسے رحم دلائے۔ ایسے خیالات خدا کی شان خدائی سے بعید ہین۔ دعا تو عبادت ہے۔ ہماری اصلاح کے لئے دو تون کی باتین ہین۔ جو محبت کی زبان بولتی ہے وہ ایک شان طلب ہے کہ زبان دل کی ہمنوا نعت کرتی ہے۔ وہ خدا کی خدائی سے دل کی طلب ہے۔ دعا تو طالب اور مطلوب کے راز و نیاز کی باتین ہین۔ جو محبت کی زبان بولتی اور مزے لیتی ہے۔ پھر باتون باتون مین کچھ مانگ بیٹھو تو وہ خوش ہوتا ہے۔ اوسکی سرکار مین کمی کیا ہے۔ اوسی کو پکارو وہ تمھاری پکار سنتا ہے۔ اوسی سے مانگو وہی تمھین دے سکتا ہے۔ قدرت اوسی کو ہے۔ اور سب کچھ کرتا ہے وہی

جو سالک ہین ان مین اکثر تو وراثتاً ہین گدی سے فیضیاب۔ ان کے اوقات تو رسوم کے پابند۔ عرس قوالی۔ اور حال قال یا گھنٹہ دو گھنٹہ برگزیدہ شان سے لوگون مین بیٹھکر بزرگان دین کی کرامتین

بیان کرنی۔ باقی اوقات مین خلوت نشینی جیسے عیسائی راہبون مین فرقۂ انکورلیطہ تھا۔ (یہ اک رھبان کا فرقہ تھا جسکا بیان رھبان کی زیر سرخی گذر چکا) رفتہ رفتہ انہون نے بھی قرآن سے منہ موڑا۔ ان مین جو عالم ہوے وہ بھی بجاے قرآن لگے۔ حدیث و مکتوبات ھی کا درس دینے اور حدیث و مکتوبات ھی تبلیغ کرنے گرچہ خدا کا حکم تھا اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک اور بلغ ما انزل الیک من ربک یعنی قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ اور قرآن مجید ھی تبلیغ کیا کرو۔ (عنکبوت ۵ مائدہ ۱۰) تو درس دینا تھا قرآن کا۔ مگر صوفیون نے بھی قرآن کو اس لایق نہ سمجھا۔ خدا کا حکم تھا بلکہ اوس نے شرط ایمان بتایا تھا۔ الذین اتیناھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ ومن یکفر بہ فاولئک ھم الخسرون جنکو خدا نے کتاب دی وہ اوسکی تلاوت کرتے ہین جو تلاوت کا حق ہے۔ یہی لوگ ہین جنکا اوس پر ایمان ہے۔ اور جو انکار کرے گا وہ گھاٹا اوٹھائیگا۔ (بقرہ ۱۳) مگر قوم نے اس حکم خداوندی سے عملاً انکار کیا اور درس حدیث نے لوگون کو درس قرآن سے بے نیاز کر دیا۔ تو وہ قرآن ھی سے نہین بلکہ سارے حقوق کی ادائگی سے جنکو خدا نے فرض کیا تھا بے نیاز ہو گئے۔ اور اوسکا نام رکھا توکل اور اپنے کو لقب دیا متوکلین کا کہ کچھ کرنا اور دھرنا نہین رہا۔

اسمین شک نہین کہ خدا کا حکم ہے توکل کا بشدت ہے جس حکم سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ مگر توکل کے معنی رھبانی توکل کے غلط سمجھے گئے ہین توکل کے معنی ہے بھروسا کرنے کے فتوکل علی اللہ خدا پر بھروسا کرو (نمل ۶) یہ دنی کیفیات کے متعلق ہے۔ سارے کام دین کے ہون یا دنیا کے اونکا انجام بخیر ہونا انسانی قبضۂ قدرت سے باہر ہے۔ اسلئے خدا پر بھروسا کروگے تو ناکامی بھی تمھاری ہمت ہرا نہ سکے گی۔ اور ہمت رھی تو کامیابی بھی اسکے ساتھ ہے قیمۃ المرء ھمتہ آدمی کی قیمت تو اوسکی ہمت ہے۔ اس لئے توکل تو کچھ کرنے کے ساتھ ہے۔ کچھ نہ کرنے کے ساتھ توکل ناجائز۔ امید ہے کل امرء بما کسب رھین ہر کوئی اپنے کئے کے ساتھ مرھون ہے (طور ۲۱) خدا تو کسب

چاہتا ہے اور قوم ہاتھ پاؤن توڑنا۔ اوسکی مرضی ہے کہ ساری دنیا کام مین لگی رہے۔ اوسکی مرضی یہ نہین ہوسکتی کہ ساری دنیا کام چھوڑکر بیٹھ رہے اور دنیا تباہ ہوجائے۔ توکل کوئی تباہ کن حکم نہین ہے ع کسب کن پس تکیہ بر جبار کن۔ یہ ہے توکل۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ عزم کرو تو اللہ پر توکل اور بھروسا کرو۔ توکل تو عزم کے ساتھ ہے۔

اک چیز ہے حقیقت جیسے۔ نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوٰۃ الدنیا دنیا مین ہم نے اون کی معیشت اونکے درمیان تقسیم کردی ہے۔ (زخرف ع ۳) اب ہمارا حصہ عالم اسباب مین ملیگا کیونکر تو اسکا قانون ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ جو کماؤگے پاؤگے (بقرہ ع ۱۴) خدا نے فرمایا۔ ان اللہ ھو الرزاق خدا ہی رزق دینے والا ہے (طور ع ۳) یہ اصل حقیقت ہے۔ رزق کی چیزین اوسی نے پیدا کین۔ وہ نہ پیدا کرتا تو کسی کو میسر نہ آتین مگر عالم اسباب کا قانون ہے۔ وابتغوا من فضل اللہ تلاش معاش کرو (جمعہ) چونکہ توکل صرف رزق کے متعلق برتا جاتا ہے اس لئے مینے رزق کی ہی مثال دی۔ ورنہ یہ سارے افعال کو شامل ہے۔ عالم اسباب مین سبب صحیح کی تلاش ہمارا فرض ہے۔ اس دنیا کے لئے کمانا کجانا۔ اور اوس دنیا کے لئے مجاہدہ کرنا۔ غرض دنیا اور دین دونون کی خدمتین بجالاؤ کہ دونون کے حسب حال تمہین قوتین دی گئی ہین اور اوسکی کامیابی کا خدا پر بھروسا کرو۔ غیر پر نہین۔ کامیابی اوسی کی طرف سے سمجھو۔ اور شکر کرو۔ اور ناکامی بھی اوسی کی طرف سے سمجھو اور اوس کی رضا پر صبر کرو مایوس کرنے سے دونون حال مین تمہاری کامیابی ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔

خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب نے ہاتھ پاؤن کہان توڑے ساری قوتون سے کام لیا اور ساری قوتون کا کمال وعروج عملاً دکھادیا۔ اصحاب صفہ سے توکل کی سند لی جاتی ہے تو بمقابلہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بمقابلہ آیات قرآنی یہ قابل سند نہین کسی کے نزدیک ہو بھی تو روایات کی صحت

مین بحث باقی ہے۔ یہہ بھی تسلیم کرلی جائے تو کیون نہ یہ سمجھا جائے گا کہ اصحاب صفہ کا آنحضرت کی چوکھٹ پر پڑے رہنا یہ محبت و عشق و رسول کا اک کرشمہ تھا۔ جو محبت خدا نے فرض کی ہے۔ محبت کے کرشمے کچھ ایسے نرالے ہین کہ فقر و فاقہ کیا جانبازی اوسکی اک ادنےٰ بات ہے۔ تو اسکے یہہ معنی نہین کہ وہ متوکل تھے بلکہ اسکے معنی یہ ہین کہ وہ عاشق رسول تھے۔ متوکل تو وہ اسی وقت ہوے تھے۔ جبوقت وہ مسلمان ہوے تھے۔ کیونکہ اوسوقت کا مسلمان ہونا صرف کلمہ پڑھلینا نہ تھا۔ بلکہ اوسوقت جب گھر بار۔ زن و فرزند۔ اقران و احباب۔ عیش و آرام۔ عزت و ناموس۔ مذہب و ملت سب کو خدا پر قربان کر لیتے۔ جان و دل خدا کے حوالہ اور ہاتھ پاؤن اسلامی خدمات کے حوالہ کر لیتے۔ تب مسلمان ہوتے تھے۔ اپنے سارے کامون مین وہ خدا پر بھروسا اور توکل کرتے۔ اور کوئی چیز بھروسا کرنے کی اون کے پاس تھی بھی نہین۔ اس لئے وہ مسلمان ہونے کے دن سے متوکل تھے۔ اطاعت اور اسلامی خدمت کے سوا نہ اونکا کوئی کام تھا نہ کسی کام کے مواقع حاصل ہوتے تھے نئے مذہب کی ساری دنیا دشمن تھی پس لئے اون کی دنیا بھی تنگ تھی۔ آپ کی چوکھٹ پر پڑے رہنے کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ آپ بھی اونکو بھولے نہین۔ انصار سے برادرانہ رشتہ جوڑکر اونکی خبر لی۔ مسلمان آتے تھے۔ جگہ نہ ملی اصحاب صفہ مین داخل ہو گئے۔ اور جیسے جیسے مواقعات ملتے گئے وہ نکلتے گئے۔ یہ داخل خارج برابر جاری رہتی تھی۔ ایسا نہ تھا کہ اصحاب صفہ سے جو نکلے تو توکل توڑ کے نکلے

غرض ایسے سالکین جو متوکلین ہوے۔ اور خلوت نشین ہوے نہ کمانے کے متوکل ہوے۔ اور خدا کی صفت رزاقی کے ممتحن۔ خلوت نشین ہونا تھا کہ مرجع انام بنے۔ جہاڑ پھونک دعا تعویذ اور پیر دی مریدی شروع ہوی۔ مریدون نے اپنے خانوادہ کا نام اونچا کیا۔ اس شہرت نے دھوکا دیا۔ اور انھین اپنے کو تقدس مآب اور مرنجے کہنا پڑا۔ اور اس آیت کا مورد بننا پڑا۔ الم تر الی الذین یزکون انفسہم

اے رسول کیا تم نے اونہین دیکھا نہین جو اپنے کو مزکے جتاتے ہین۔ (نساء ع ۶)

اس مقام پر پہونچکر ان کا لقب ہوا مشائخین اور اون کے ذمہ خدمت سپرد ہوئی۔ طالبین کو خدا تک پہونچانے اور راہ رشد دکھانیکی۔

مشائخین

اے مریدان رسمی۔ اور اے رہروان زرد رنج۔ یہ بھی ایک کلیہ ہے کہ ہر کلیہ مین استثنا ضرور ہے اگر آپ کو رنج پہونچے تو سمجھ لیجیے گا میرے پیر و مرشد استثنا مین داخل ہین۔ کیونکہ رنج پہونچانا میری نیت نہین کہ اسمین میرا کچھ بھلا نہین۔ مگر اس لکھنے مین مجبور اسلئے ہون کہ سچ لکھنے کا خدا سے عہد و پیمان ہے۔ لکھونگا اور عند اللہ۔ سچ سچ لکھونگا تاکہ مخلصین و صدیقین اپنا معاملہ خدا کے حضور مین جانچین اور خدا کی رضا کے مطابق اصلاح کرین۔

فی زمانا جو شیخ ہوتے ہین وہ ریاضات و مجاہدات تصفیہ و تزکیہ کرکے نہین بلکہ رسمی طور سے گدی پاکر اسلئے خانقاہون مین رسومات کے سوا کچھ رہا بھی نہین۔ جہاڑ پھونک۔ دعا تعویذ۔ قوالی حال قال۔ عرس و زیارات بس ہوا۔ ان مین جو اہل علم ہے تو درس حدیث۔ یا درس مکتوبات مین لگے۔ اصلاح مریدون کے متعلق تذکرہ کرامات اولیا اللہ کافی ہوا تعلیم کے متعلق اصطلاح۔ اور رسومات و اشارات تصوف بتا دینا تکمیل ہوئی۔ اور فیض رسانی و مجاہدات مرید کا تو بھید رنگ کہ بیس بیس برسون پر بھی ہنوز روز اول۔ کیونکہ سارا کچھ رسمی ٹھہرا

تشخص کا جو رنگ خانقاہون مین دیکھا جاتا ہے۔ وہ کسی دنیادار کے یہان بھی نہین۔ کیونکہ صدق و اخلاص کا وجود نہین رہا۔ اور بغیر اخلاص کے تو سارے دروازے ہی بند ہین۔ صوفیون کی کائنات تو اخلاص اور وہی ندارد۔

پھر مجلس حال و قال اور رقص مستانہ کی جو حقیقت سمجھی گئی ہے وہ قابل افسوس ہے۔ اونکی حقیقت

کھولنی تکلیف دہی ہے۔ اگر یہ رقص ستانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے برزخ مقدس کے ساتھ خیال کیا جائے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ اشعار یا گیت کے مفہوم کو اعضا سے برتنا اور اوسکے خیالی اور وہمی مزے کو حرکت دینا ایک عارضی جوش تو پیدا کر دیتا ہے مگر یہہ رسالت کی سیڑھی نہین جو خدا تک پہونچائے۔ ہر مزہ اور ہر جوش حال نہین ہے۔ حال اک کیفیت وجدیہ خدائی ہے۔ جو ڈھول سنکھ سے نہین آتی آپ سے آپ آتی ہے۔ کہان خدا اور رسول کہان ماسوا کا طول فضول۔ کہان خدائی شراب کی پاک مستی۔ کہان رقص ستانہ کی چابک دستی۔ جو مستی شان رسالت سے بعید ہے۔ وہ سفلی ہے۔ کچا تو الون کی رنگ رلیان۔ کجا کلام پاک کی تجلیان۔ کجا خیالی باتین۔ کجا خدائی باتین جو مستی آئے اوس سے اور نہ مستی آئے۔ اس سے تعالی شانہ۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جب فنا کی منزل مین پہونچ لیتے تھے اور دنیا و مافیہا قربان کر لیتے تھے تو سلام لاتے تھے انکی تو پہلی منزل فنا تھی پھر ایسے عاشقان خدا و رسول نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تیا یاد ہوتے بھی خدا رسی کے لئے کب حال قال کی سیڑھی لگائی۔ اور کب رقص ستانہ کیا یہ موسیقی کے مزے کو شاعری کے مزے کو جو محض وقتی اور ضبط کے اندر ہے کب حرکت مین لائے۔ اور تقسیم حرارت قلبی کو جو سفلی اور علوی دونون مین ہوتی ہے کب فیض رسانی سمجھا اور اسے خدائی محبت کی آگ سمجھ کر دل ٹھنڈا کیا۔ اسلام مین تو آتش محبت کے ساتھ ساتھ فیض زملونی اور ٹھنڈک بھی ضروری ہے۔ بغیر گرم اور سرد اوٹھائے ہوئے راہ نہین ملتی۔ قرآنی فیوض و برکات جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کیا جو رہنمائے حقیقت ہے وہ بین الدفتین ہے جو طاق پر تبرکا رکھا گیا۔ اور بجائے اوسکے ایسے فیوض تقسیم ہوتے ہین کہ مرید مجلس رقص مین گرا بھی سنبھلا یا بھی۔ رویا بھی تلملایا بھی۔ مگر اوٹھ کر علحدہ ہوا تو اوہنہین اطوار کا مبتلا۔ روشن کیا کہ گردش بھی نہ آئی۔

جھاڑ پھونک اور دعا و تعویذ کی حقیقت کہ یہ ہے کیا اور اسکی حقیقت کیا ہے۔ یہ کہان تک موثر ہے اور کیون موثر ہے۔ اسمین کسطرح فیض سے کام لیا جاتا۔ اور کسطرح روحانی قوت کام مین لائی جاتی ہے بھتیرے تو جانتے بھی نہ ہونگے۔ مگر کرنے کو کون نہین کرتا۔ فی زمانہ ان چیزون نے بھی عملیات اور ٹونے ٹوٹکے کا

رنگ اختیار کر لیا ہے۔ پھر اسکے تماشے آور دیدنی ہین۔

زیارت اور عرس تو کھلا کھلا مشغولی بغیر ہے۔ اور سراسر دین حنیف کے خلاف خوشبو جلا کر ڈھول بجا کر گویا یہ روح کو بلانا ہے تو کیس سنسے صحیح ہے۔ اس بلانے سے وہ کیون آنے لگی۔ آئے بھی تو خدا کو چھوڑ کر خدا کی حضوری مین کسی روح سے ہی ہی نسبت جوڑنی دوری پیدا کرے گی یا قرب۔ ماسوا جیسا جسم ویسی روح لیکن یہہ تو ان کے حالات ہین جو خود ھادی ہین۔ پھر ان کی ہدایت کون کرے۔ اگر کوئی معترض ہو کہ اسلام تو عرس کی حمایت نہین کرتا تو جواب کا رنگ یہہ واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیھا اٰباءنا واللہ امرنا بھا اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہین تو کہتے ہین۔ کہ یہی تو ہمارے بزرگان کرتے آئے۔ اور اللہ نے بھی ایسا کرنے کا حکم دیا ہے (اعراف ع۳) مگر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت نہین پیش کر سکتے کہ خدا نے ان باتون کا کہان حکم دے رکھا ہے۔

اے لوگو خدا کے لئے کیسے ہو جاؤ اور خدا کے ہو رہو۔ خدا کے لیس اللہ بکاف عبدہ کیا خدا کے بندے کو خدا کافی نہین (زمر ع۴) خدا کی مخلوق کی زیارت کرو مگر مکر کی آنکھ سے۔ مقصود کو نہ چھوڑو کہ مقصود کو پالو یہ ماسوا کی مشغولی یا ماسوا کی پرستش تمھین راہ ندیگی۔ ماسوا سے بھاگو اور ففروا الی اللہ۔ خدا کی طرف بھاگو (الذاریات ع۳)

پھر عرس کی فضول خرچیان سراسر اسراف مین داخل ہین اور انہ لا یحب المسرفین خدا مسرف کو پسند نہین کرتا (انعام ع۱۷) تو کیون اسراف کرو۔ مین تمھارے بھلے کو کہتا ہون۔ تم اوسے پکارو جو تمھاری سنے۔ انہین نہ پکارو جو تمھاری نہ سنین کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس موت کا مزہ چکھے گی (عنکبوت ع۶) مرنا تو یہ کر رہے۔ اولیاء۔ یا کفار جسم روح کی علیحدگی یہی موت ہے۔ تو اس سے کون بچا۔ اور کون بچے گا۔ یہہ تو بدیہیات مین ہے۔ ہان مسلمان جو شہید ہوے تو کفار کہنے لگے کہ یہ مر گئے فرصت ہوئی قصہ ختم ہوا۔ ان کو جان دینے سے ملا کیا۔ تو خدا نے فرمایا۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

عند ربھم یرزقون فرحین - جو خدا کی راہ مین شہید ہوئے۔ یہہ نہ سمجھو کہ وہ مر ہی گئے۔ بلکہ وہ خدا کے قرب مین زندہ ہین۔ رزق پاتے ہین خوش ہین یعنی وہ روحانی موت نہین مرے اسی لئے احیاء کے ساتھ عند ربھم فرمایا جسم روح کی علحدگی ہی موت ہے۔ اور یہ بدیہی ہے کہ اس سے کوئی نہ بچا اور روح کسی کی بھی مری نہین۔ یا سافلین مین ہے یا علیین مین ہے یا عند ربھم قرب خداوندی مین ہے۔ جیسا کہ شہدا کی شان مین خدا نے فرمایا کہ وہ زندہ ہین اور قرب خداوندی مین۔ سب اپنے اپنے مقام مین ہین۔ پھر پکارتے کسے ہو انک لاتسمع الموتی (×) مرے ہوئے کو تم اپنی پکار نہین سنا سکتے ان تدعوھم لا یسمعو دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیمۃ یکفرون بشرککم تم اہ نہین پکارو تو وہ تمھاری پکار نہین سنتے۔ سنین بھی تو تمھاری دعا قبول نہین کر سکتے اور قیامت کے دن وہ تمھارے شرک سے انکار کرین گے ہرگز کسی کی روح حاجتون کی پکار نہین سنتی۔ روح نہ مقام عرس کے مصنوعی درگاہ مین ہے۔ نہ اپنے مدفن مین۔ سوا گر زمین کے نیچے کسی کی روح نہین جسم چاہے مدفون ہوا ہو چاہے خاک ہو کر اڑ گیا ہو یا دریا مین مچھلیون کی خوراک ہوا ہو۔ وہ تو گیا اپنے عنصر مین۔ اور روح عالم برزخ مین ہے۔ برزخی جسم مین رہن وراءھم برزخ الی یوم یبعثون ان کے ورے عالم برزخ ہے قیامت تک (مومنون ۷) مینے موجودہ حضرات صوفیہ کا اک مختصر سا خاکہ کھینچا ہے۔ اور بہت کچھ نذر انداز کر کے کہ قیاس کن زگلستان من بھار مرا۔ ہمارے اسلام کا حال ہمارے ان روحانی پیشواؤن سے قیاس کرلو

عقائد خلاف قرآن

نامناسب نہ ہوگا اگر مین بطور نمونہ کے محض اختصار کے ساتھ چند ان عقائد کو بھی بیان کردن جو قرآن مجید کے خلاف پیدا ہو گئے ہین یہ عقیدے تو عام و خاص سب کے ہو گئے ہین۔ مگر پیدا ہوئے ہین یہہ ہادیون ہی سے اپنے کو منوانے اور بچوانے کی بدولت اور تشخص آبائی اور مفروراثہ فقر کی بدولت۔ یا غلو پرستی کے سبب مریدون نے یہہ رنگ جمایا ہو۔ اسلئے ایسی چند آیتین نیچے مین مناسب اور ضروری سمجھتا ہون۔ اور

امید کرتا ہون کہ جن بزرگان دین کے دل مین واقعی دین کا درد ہوگا۔ وہ غور کرینگے۔ اور خدا کے حضور اپنا محاسبہ کرینگے۔ اور حق کے آگے سر جھکا کر مراد کو پائینگے۔ اسی کے ساتھ اسکا بھی یقین ہو کہ مریدان پیرپرست صریح خلاف قرآن پاکر بھی تاویل و کج بحثی کا ہاتھ لگا لینگے۔ اور بمقابلہ قرآن مجید بھی اگلون کی تقدس مآبی کی سپر لیکر کھڑے ہونگے جسکی بنا بے دلیلی تعصب پر ہوگی۔ مگر بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ انسان اپنے نفس کا داناو بینا ہے۔ گرچہ عذرات اور بہانے کھڑے کرے (القیمۃ ۱۵) اگر ایسا کرے تو ہم سے کرے گا۔ خدائے دانائے حال سے تو نہین۔ وکفی باللہ حسیبا۔

خدا نے فرمایا۔ لکن اللہ یفعل ما یرید (بقرہ ۲۶) اور ان اللہ یحکم ما یرید (مائدہ ۱) خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اور بے شک خدا جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اور۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء (النمل ۵) خدا کے سوا ہے کون جو بے قرارون کی فریاد کو پہونچے اور انہین مصیبتون سے نجات دے۔ اور

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ (فاطر ۱) اللہ لوگون کے لئے جو کچھ رحمت پھیلا دے تو اوسے کوئی نہین روک سکتا۔ اور جو روک دے تو پھر اوسکے سوا کوئی بھیج بھی نہین سکتا۔ اور ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ یصیب بہ من یشاء من عبادہ (یونس ۱۱) اگر خدا تم کو کوئی مصیبت دے تو اوسکے سوا کوئی اوسے دور نہین کر سکتا۔ اور اگر وہ تمھارے حق مین کوئی بھلائی چاہے تو اوسکے فضل کا کوئی پھیر دینے والا بھی نہین۔ اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے وہ اپنا فضل پہونچاتا رہتا ہے۔

یعنی خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ وہی بے قرارون کی فریاد کو پہونچتا اور مصیبتون سے نجات دیتا ہے۔ وہ کسی کو کچھ دے تو کوئی روک نہین سکتا۔ نہ دے تو کوئی دے بھی نہین سکتا۔ اوس کے سوا کوئی مصیبت دور نہین کر سکتا نہ اوسکا فضل و کرم کوئی پھیر دے سکتا ہے۔ یہہ تو پڑھنے پڑھانے کے

لئے ہے۔ اور عقیدہ یہہ ہے کہ اولیاء اللہ اور پیر فقیر خصوصاً مجذوب جو چاہین سفید و سیاہ کر سکتے اور کرتے رہتے ہین۔ انہو سب کچھ میان کے چاہے ہوتا ہے۔ بنائین وہ بگاڑین وہ۔ قوت اور بہادری دین وہ۔ گرتی گاڑی کو وہ سہارین۔ ڈوبتی کشتی کو وہ سنبھالین۔ بری قسمت وہ مٹائین بھلی قسمت وہ لکھین (اور قسمت نویس فرشتے ان کے اور خدا کے درمیان پیامابیامی کے دوڑا دور مین رہین) اولاد کی تقسیم ان کے ہاتھہ مین ایک اولاد خدا نے دی اور دس انہون نے۔ قسمت مین اولاد نہ تھی اور فقیرون کے دئے ہوگئی (وہ ہے بھی عرش پر بہت دور۔ اور بادشاہ کو رعایا کے حال کی پوری اطلاع بھی کیونکر ہو سکتی ہے۔ یہہ تو کارکنون کا کام ہے کہ اطلاع رکھین اور اپنے اختیار سے خدمت انجام دین) تو یہہ فقیر اجیسے چاہین تباہ کر سکتے اور غارت کر سکتے ہین۔ ذری ذری باتون پر سیکڑون بستیان انکی غارت کردہ اور سیکڑون گھرانے۔ ان کے تیز نظر کے نشانہ موجود ہین۔ وہ ایک چٹکی خاک مین وہ اپنی اک نظر سے کیا کچھہ نہین کر سکتے ہین (حالانکہ جو اصلاح نفس کر چکا ہو جیکا غضب و عصہ اور صفات مذمومہ گردش پا چکے اور روش مین آچکے۔ اور فنا ہو چکے ہون اور جیکی خواہشین رضاء مولیٰ کے رنگ مین رنگ چکی ہون۔ اوسکی مرضی تو وہی جو خدا کی مرضی) کہا جاتا ہے کہ ہوتا ہے اونکی دعا سے اور سمجھا جاتا ہے کہ ہوتا ہے انکی رضا سے۔ کیونکہ خدا رسی کے بعد وہ خدائی کے حصہ دار اور مظہر ذات خدا ہو کر خدا ہو جاتے ہین۔ پھر جو نہ کرین۔ غرض نظم عالم مین کوتوال سے لیکر وزارت تک کی کنجی۔ بلکہ شاہی اختیارات تک ان کے ہاتھہ مین دیدے گئے۔ اور سمجھ لیا گیا یداللہ مغلولہ خدا کا ہاتھہ تنگ ہے (مائدہ ۹) صوفیون کے تو بیک پیر فقیر جس بات پر حند کرین اور اڑ جائین تو وہ ہو ہی کر رہے۔ اور خدا کو بھی کرتے ہی بنے۔ چاہین تو حیات دین۔ موت دین۔ فقیری دین۔ سلطنت دین۔ دریا روک دین۔ پہاڑ ہٹا دین۔ حالانکہ جو خدا کرے وہی ہو اور کسی کے کئے خاک بھی نہو۔ یہہ سارا کچھ بزرگان دین پر تہمتین ہین۔ وہ ان باتون سے بری الذمہ ہین۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیا نبینا کے عقیدۂ الوہیت سے۔ اے خدا قوم نوح کو حضرت نوح ثمود کو حضرت صالح۔ قوم لوط کو حضرت لوط فیرعون

اور فرعونیون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سارے اونکو جنہون نے پیغمبرون کو شہید کیا۔ باہمہ معجزات و پیغمبری اپنی رضا اور اپنی قوت سے غارت نہ کر سکے۔ جو کچھ کیا تو نے کیا لیکن آج تیری ہر خالقا اور ہر جھونپڑے مین ایسے باقدرت بندہ نما خدا موجود ہین۔

سمیع و بصیر حکیم و خبیر معلی اور شافی یہ اسمائے حسنیٰ مین سے نام ہین تیرے۔ مگر یہہ صفات تیرے ساتھ نام کو منسوب ہین اور عقیدہ یہ ہے کہ انکشاف تام کے سبب فقرا کہین ہون مگر وہ دل کی باتین سنتے دل کے خدشات دیکھتے۔ غائبانہ حکم بھیجتے رہتے اور ہر ایک حالات سے تیری طرح باخبر ہین۔ سارے عطیات اونکے دئے سے اور بیماریون مین شفا اون کے بخشنے سے ہوتی ہے۔ جیسے ہندؤن کے عقیدے دیوتاؤن کے ساتھ ہین۔ اے خدا تیرے مسلمان بھی ہندؤن اور عیسائیون کے مقابلہ مین پیچھے نہ رہے بلکہ بازی جیت لی۔ ان کے قرآن کی اک آیت مین سناؤن ؎

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اسمین شک نہین کہ عالم اسباب مین سلسلۂ اسباب جوڑنے کے لئے جھاڑ پھونک کرنے والے بھی ہین اور ڈاکٹر حکیم بید بھی۔ مگر حضرات صوفی خدا کی طرح بے سلسلہ اسباب شافی ہین جسے چاہین شفا دین۔ اور مجذوب تو شفا کے دیوتا ٹھہرے کہ ادہر لٹھہ اوٹھایا۔ اودہر شفا ہوگئی زبجواب اعتراض کھا جاتا ہے کہ اون کی دعا شافی ہے اور یہہ شفعاءنا عند اللہ خدا کے یہان بیچ مین سفارشی ہین مگر ان کو سفارش کی سند کہان سے ملی۔ کیونکر معلوم ہوا کہ خدا نے ان کو سفارش کا مجاز بھی کیا ہے۔ من یشفع عندہ الا باذنہ خدا کے بے اجازت خدا کے حضور مین کون سفارش کر سکتا ہے۔

ما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت کوئی آدمی نہین جانتا کہ وہ کل کیا کریگا۔ اور کوئی آدمی نہین جانتا کہ وہ کس سرزمین مین مرے گا (لقمٰن ۳۴) یہہ تو خدا فرماتا ہے تو یہہ ہے بھی۔ جو کوئی یہہ کہتا ہے کہ کل ہم یہہ کرینگے یہہ کرینگے تو یہہ اسکا ارادہ ہے علم قطعی کی اوسکے پاس دلیل نہین

کیونکہ اگر وہ بیمار ہو جائے۔ مر ہی جائے۔ اگر ارادہ مین سو انعات حائل ہو جائین۔ اگر اوس کا ارادہ ہی بدل جائے۔ دل ہی پھر جائے جو دل اوس کے قابو کا نہین۔ تو وہ ارادہ کیا ہوگا۔ اسی لئے انشاء اللہ کہتا ہوتا ہے تاکہ قول صحیح ہو جائے۔ مگر آجکل کا عقیدہ یہ ہے کہ کل کوئی کیا کرے گا یا کہان مرے گا۔ یا خود ہم کہان مرینگے۔ پیر فقیر یہہ سب کچھ جانتے اور لوگون کو بتا بھی دیتے ہین بلکہ اپنے جائے مزار تک سے آگاہ کر دیتے ہین۔ سنی سنائی باتون پر۔ سنے سنائے قصون پر عقیدت کی ریشہ دوانیون۔ اور اوہام پرستیون پر اس عقیدہ کی بنا ہے جو صریح قرآن مجید کے خلاف ہے۔

ان تدع مثقلۃ الی حملھا لا یحمل منہ شیئاً ولو کان ذا قربیٰ۔ اگر کوئی بہاری بوجھل اپنا بوجھ اوٹھانے کو پکارے تو کچھ اوٹھایا نہ جائے گا۔ ہر چند رشتہ دار ہی کیون نہو (فاطر ۳) مگر برخلاف اسکے عقیدہ یہہ ہے کہ پیر قیامت کے دن اپنے مریدون کا بوجھ اوٹھائینگے۔ اور یہہ حاشا ہونیکا نہین لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کوئی کسی کا بوجھ نہ اوٹھائیگا۔ اپنا بیٹا ولیعہد خلیفہ ہی کیون نہو۔ (نجم ۲ ۔ بنی اسرائیل ۲)

مسلمان ہر نماز مین پڑھتے ہین ایاک نعبد وایاک نستعین ہم تیرے ہی عبادت کرتے ہین اور تجھی سے اعانت کے خواستگار ہین (فاتحہ) مگر زبانی جمع خرچ یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم بولتے وہ ہین جو دل کے دلون مین نہین (ال عمران ۱۷) اعانت کہلم کھلا بزرگان دین سے چاہی جاتی ہے۔ اور یہہ تو قوت نسبت کی دلیل ہے۔ یہہ اعانت عالم اسباب کے شان سے نہین چاہی جاتی۔ عالم اسباب مین جس محدود اعانت کو آدمی دیکھتا اور پاتا ہے۔ اوس کا خواستگار عالم اسباب کے قوانین سے ہوتا ہے۔ اور یہان تو انسانی اختیارات سے باہر کی اعانت چاہی جاتی ہے۔ حالانکہ لا یستطیعون نصرھم وہ اونکی مدد کی طاقت نہین رکھتے (اعراف ۲۰) اور جو مدد کر سکتا ہے اوس سے تعلق نہین۔ وما النصر الا من عند اللہ مدد خدا ہی کے پاس سے ہوتی ہے (ال عمران ۱۳) خدا ہی کا نام نصیر ہے تو مدد اور کون کر سکتا ہے۔ کیا سمجھے نصیر۔

بلا ذریعہ علم کو غیب کہتے ہین۔ انسان آگے دیکھتا ہے پیچھے نہین دیکھ سکتا جب تک ذریعہ دریافت کو کلام مین نہ لائے۔ ظاہری آلہ دریافت تو سب انسان کو ہے۔ اور باطنی آلہ دریافت بذریعہ انوار و فیوضات و انکشافات فقر کو ہے۔ مگر یقینی اور قطعی نہین ظنی اور شبہ ہوتا ہے۔ جیسے قیاسات صحیح بھی ہو جاتے ہین مگر یقینی نہین۔ اور خدا کا بذریعہ فرشتہ مطلع کرنا یہ ذریعہ دریافت بالخصوص پیغمبرون ہی کو ہے۔ جو قطعی و حقیقی ہے۔ بلا ذریعہ دریافت کو علم غیب کہتے ہین۔ اور علم غیب خدا کے سوا کسی کو بھی نہین۔ فقرا تو فقر اپیغمبرونکو بھی نہین خدا فرماتا ہے۔

وللہ غیب السموات والارض ۔ (نحل ع ۱۰) آسمان و زمین کے غیب کا علم خدا ہی کو ہے۔

انی اعلم غیب السموت والارض ۔ (بقرہ ع ۴) آسمان و زمین کے غیب کو ہم ہی جانتے ہین۔

عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو (انعام ع ۷) غیب کی کنجیان خدا ہی کے پاس ہین اسکو خدا کے سوا کوئی نہین جانتا قل انما الغیب للہ (یونس ع ۲)۔ اے رسول کہدو کہ علم غیب خدا ہی کے لئے ہے۔

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ (نمل ع ۸) کہدو کہ آسمان و زمین مین خدا کے سوا کوئی غیب دان نہین

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ولا اقول للذین تزدری اعینکم لن یؤتیھم اللہ خیرا اللہ اعلم بما فی انفسھم انی اذا لمن الظلمین (ھود ۳)

مین یہ نہین کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہین۔ نہ مین غیب دان ہون نہ مین اسکا مدعی کہ مین فرشتہ ہون۔ نہ مین یہ کہتا کہ جو تمھاری آنکھون مین حقیر ہین خدا اونکا بھلا نہ کرے گا جو اون کے دلون مین ہے اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اگر مین ان باتون کا دعوی کرون تو مین ظالمون مین سے ہو جاؤنگا حضرت نوح علیہ السلام نہ ضمیر بوجھتے تھے نہ انکشاف سے دوسرون کے دل کی بات جانتے تھے۔

خاتم رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء مین اگر

غیب دان ہوتا تو اپنا بہت کچھ فائدہ کر لیتا۔ اور مجھکو کبھی سختی نہ پہونچتی (اعراف ۲۳)

یہ تو ثابت ہوا کہ غیب کا علم خدا ہی کو ہے پیغمبروں کو بھی نہیں۔ رہا یہ ثابت کرنا کہ خدا فقرا کو غیب سے باخبر کرتا تو وہ فرماتا ہے۔ ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ خدا کی یہ شان نہیں کہ وہ تمکو غیب سے مطلع کرے لیکن وہ رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اونکو غیب سے مطلع کر دیتا ہے (ال عمران ۱۸۰) اسکے سوا دوسری آیت یعلم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ خدا عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ مگر ان رسولوں پر جنکو وہ پسند کرے (جن ۳)

خدا نے فرمایا کہ خدا کے سوا علم غیب کسی کو بھی نہیں بہ استثنا چند رسولوں کے۔ تو جن رسولوں کو خدا نے غیب سے مطلع کیا تو ان کے لئے وہ غیب نہ رہا۔ اسلئے خدا ہی کو علم غیب ہے بالکل برحق ہے۔ جب ایسے ایسے رسولوں نے اور اولوالعزم رسولوں نے فرمایا کہ میں غیب دان نہیں تو اب کون اسکا مدعی ٹھہرا ہو سکتا ہے۔ اسلئے جو کوئی غیب دانی کا دعویٰ کرے وہ صریح جھوٹا ہے۔

یہ صریح فرمان سنکر بھی خدا کی شان دیکھو کہ سارے صوفیہ کرام غیب دان مانے جاتے ہیں۔ واقعات آئندہ کی پیشینگوئیاں ہوا کرتی ہیں۔ کوئی حضرت مہدی علیہ السلام کے آنے کا ماہ و سال مقرر کرتا ہے کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا کوئی حوادثات عالم کی پیشگوئی کرتا ہے۔ کوئی انقلابات سلطنت کی دنیا میں یہ ہوگا۔ قوموں میں یہ ہوگا۔ اور قیامت تک کا حساب۔ کون ہے جسکا اعتقاد "پیدا شود" والے قصیدے پر نہیں۔ کوئی منکر ہو کہ یہ قصیدہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اولیاء ہو کر غیب دانی کے مدعی نہیں ہو سکتے تو فوراً منکر کرامات الاولیاء کافر کی غیر منزل آیت کے رو سے اوس پر کفر کا فتوے ٹھونک دیا جائیگا اور وہ سیدھے جہنم میں۔

ہر خانقاہ کے گدی نشین ہر ریگذر کا مجذوب۔ ہر فقیر ہر جوگی۔ ہر سادھو صفت غیب دانی میں خدا کا

شریک تسلیم کیا جاتا ہے۔ پھر بھی مسلمان۔ مسلمان ہین اور خدا کے پیارے مسلمان سچے ہے۔ مسلمانون اور گروہ مسلمانی در قرآن۔

کہان تک آیتین بھی جائین بھتیری آیتون کی حق تلفی ہوئی خدا نے فرمایا۔ لاتدع من دون اللہ ما لا ینفعك ولا یضرك ماسوے اللہ کو نہ پکارو جو تمھارا نفع نقصان کچھ نہین کر سکتے (یونس ۱۱) اغیر اللہ تدعون کیا ماسوائے اللہ کو پکارتے ہو (انعام ۴۰) ہان فی زمانا مسلمان بجائے یا اللہ کے یا علی یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا نعرہ لگاتے ہین۔ ہندؤن کی طرح سیتا رام کی جگہ۔ کیونکہ یہہ بزرگان دین من دون اللہ نہین سمجھے جاتے۔ غرض آجکل کے اولیاء اولیا ہین اولیا اللہ کے یہہ ہو گئے ہین عقیدے طالبین خدا کے اور رسیدگان خدا کے۔ افسوس صد افسوس کہ اکثر شرک فی الصفات مین مبتلا ہو گئے ہین۔ ع چہ کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانك ھذا بھتان عظیم کیون اونکی مدد نہ کی اون لوگون نے جنکو اونہون نے خدا کے سوا معبود بنا لیا تھا کہ یہہ ذریعہ تقرب ہین۔ صرف یہی نہین۔ بل ضلوا عنھم ذالك افکھم وما کانوا یفترون بلکہ وہ تو ان سے کھوئے گئے اور بھی تو تھا ان کا جھوٹ اور وہ جو افترا کیا کرتے تھے (احقاف ۳)

پیر نے کہا کہ یہہ ہم نے خواب دیکھا ہے تو یہہ الہام ہوا وحی کا جواب بلکہ اوسکا بھی ناسخ۔ الہام بھی مانو تو یہہ کوئی دیکھنے والا نہین کہ یہہ الہام مطابق قرآن رحمانی ہے۔ یا خلاف قرآن شیطانی۔ ایسے الہام نے اسلام مین تہوڑے رخنے نہین ڈالے۔ ایسے الہام کو ماننا شرک فی النبوت ہے اور ایسے الہام کے احکام کو ماننا شرک فی القرآن ہے اور شرک فی الاحکام تو جیسا شرک فی العبادت شرک ہے۔ ویسا ہی شرک فی النبوت اور شرک فی الحکم شرک ہے۔

اے اللہ والو! پھر کہو اور ایمان سے کہو انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا ہم نے متوجہ کیا اپنے مواجہ کو۔ خدا کی طرف یکسو ہو کر جس نے آسمان و زمین بنائی (انعام ۹) اور عملاً اسکا

ثبوت دو کہ تم یکسو ہو گئے۔ آہ۔ آہ تمھین اپنے کو خدا کے حوالہ کرنا تھا کہ اسکا مستحق وہ تہا مگر تم اپنے کو پیر کے حوالہ کرتے ہو جیسے وہ مردہ بدست غسال۔ تو غسال نہلا کر تمھین تہہ زمین کردیگا۔ اور خدا نہلائیگا تو تمھین اسمانون سے اونچا لیجائیگا مرشد کے فرائض خدا نے بتائے ہین وہ بیان ہون گے۔

دلا تا کے درین کاخ مجازی۔ کنی مانند طفلان خاک بازی
توئی آن دست پرور مرغ گستاخ کہ پودت آشیان بیرون ازین کاخ
چرا زان آشیان بیگانہ گشتی چو دو نان چند این دیرانہ گشتی
بہیئت بال و پر زا میزش خاک بپر تا کنگرا یوان افلاک
خلیل آسا در ملک یقین زن تو اے لا احب الافلین زن
یکے خواہ دیکے خوان دیکے گو یکے دان دیکے بین دیکے جو

توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون اے ایمان والو کل کے کل خدا کے حضور مین توبہ کرو تاکہ مراد کو پہونچو۔

مابعد الموت

(نمبر ۴)

مرنے کے بعد کے حالات کو نہ سمجھنے کے سبب اور کہانیون پر نمود عقیدگی کے سبب قبر کے برتاوے افسوس ناک اور مزار پرستی کے درجہ کو پہونچ گئے ہین اسلئے اسکی نسبت مجھے اتنا لکھنا تو ضرور ہے کہ نسبت مع اللہ مین شرکت کا وہمہ نہ رہے۔ مزار کی طرف جھکنا۔ چراغان کرنا پھول چڑہانا۔ چادرین چڑہانی۔ اور مزار کی خاک تبرکا پیشانی پر ملنی۔ قبر کو چومنا۔ خدا طلبی کی راہ مین ماسوا سے ہٹنا ہے۔ اور اتقا کے خلاف۔ اگر لغو کہو جب بھی والذین ہم عن اللغو معرضون سو سنین لغویات سے اعراض کرتے ہین (مومنون ۱) مسلمانون کو ایسے لغویات سے پرہیز چاہئے۔ رقص کرتے ہوے۔ یا گاتے ہوے مزار پر جانا یا علی ہذا ایسے سیکڑون لغویات سے صاحب مزار کو کیا فائدہ پہونچتا ہے۔ یہ ان باتون مین طلب خداوندی کی شان ہے جو صاحب مزار خوش ہون۔ یاد رکھو باخدا پیر و مرشد تمھارے

جوتی اوٹھانے چوکھٹ کی خاک چاٹنے سے خوش نہین ہوتے۔ اونکی خوشی اسمین ہے کہ تم کتنا بھروسا کے ساتھ جیئے اور خدا کی محبت سے تمھارا دل کتنا بھرا۔ اور التعالیٰ قطع ماسوا مین تم کتنا بھر تیز رفتار بنے۔ تمھارا ان لغویات مین پڑنا بزرگون کی خوشی کا نہین بلکہ سخت ناخوشی کا موجب ہے۔ اب مزار کو سجدہ کرنا یا مرادین مانگنی بت پرستی نہین تو بت پرستی کا مصرع اول ہے۔ اور ایسی باتین کی جاتی ہین زیادہ جیسے۔ عاشقان خدا بھی خدا کے لئے اعتکاف نہین کرتے مسجدون مین چلے نہین کرتے بلکہ مزارون پر چلہ کش ہوتے ہین اور ان کو بھی مزار سے ویسے ہی احکام آتے ہین جیسے اون عورتون کو جو بہوت اور جن اوتار نے جاتی ہین۔ اور اون پر میان آتے ہین اور وہ مزار پر کھیلتی ہین۔ اور یہہ مجاورین جو جاروب کشی کرتے کرتے تباہ حال ہین۔ اون کو ایک خواب نہین ہوتا کہ ان کا حال درست ہو۔ اور یہہ خدا رسیدہ ہو جائین۔

اگر ایسی باتین یا مزار کی چلہ کشی خدا رسی کا ذریعہ ہوتین۔ تو قرآن مجید مین جو خدا ہی تک پہونچانے کے لئے منزل ہوا ہے۔ ضرور یہہ امور بہہ ہوتین۔ اور خود ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو سارے پیغمبرون سے بڑھ کر ہم پر شفیق تھے۔ تعلیماً اور ہدایتاً ہی سہی۔ غار حرا کے اعتکاف کے بدلے ضرور پیغمبرون کے مزارون کے چلہ کش ہو کر ہمارے لئے مزار پرستی کے نمونہ بنتے۔ اسلام نے مشغولی بغیر ظاہر یا پوشیدہ اشارتاً یا کنایتاً کسی طرح بھی سہی روا ہی نہین کہی۔ جسکی کیفیت تصوف قرآنی مین بیان ہوگی۔

لوگ سمجھتے ہین کہ جسکو قبر مین دفن کیا وہ قبر مین پڑا آرام کر رہا ہے۔ مگر دفن تو کیا ہے جسم بے روح کو نہ روح کو دفن کیا نہ روح وہان ہے نہ قبر مین روح کی بیکار کی آمد و رفت کو خدا نے فرمایا ہے ہزارون قبر مین کہدی ہونگی۔ مگر ہڈیون کے سوا کچھ نہین یا تودۂ خاک۔

موت نام ہے جسم و روح کے انقطاع کا۔ اور موت ایک دفعہ کے سوا دوسری دفعہ نہین۔ پھر یہہ کسطرح صحیح ہو سکتا ہے کہ قبر مین جسم و روح کا تعلق ہوتا رہتا اور مٹتا رہتا ہے۔ آدمی جیتا رہتا اور مرتا رہتا ہے

کیا قبر مین پھر روح لوٹائی جاتی ہے ذٰلک رجع بعید (ق) نہ یہہ خدا کافر مودہ نہ عقلا صحیح۔ اور قبر کھود کر دیکھو تو بدا ہتہ بھی ٹھیک نہین۔ ورنہ کوئی ہندو یا کوئی بھی جلکر ڈوب کر۔ پاش پاش ہوکر۔ پرندون کی خوراک ہوکر قبر سے بچا تو عذاب قبر سے بھی بچا کیا عذاب قبر اہل کتاب ہی کے لئے ہے۔ جو مردے دفن کیے جاتے ہین مرنا جسم و روح کی علحدگی ہے۔ جسم گیا اجداث مین اور روح گئی برزخ مین۔ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون مرنے کے بعد قیامت تک جسدن وہ پھر اوٹھائے جائینگے برزخ مین رہینگے۔ (مومنون ۶) اجداث وہ ہے جہان جسم گیا۔ چاہے مدفون ہوکر سڑ گل کر کیڑون کی خوراک ہوا۔ یا ڈوبکر مچھلیون کی خوراک۔ یا جلکر خاک مین مل گیا ہو۔ جہان وہ جسم گیا وہی اجداث ہے۔ اور اسی اجداث سے قیامت کے دن پھر زندہ کر کے اوٹھایا جائیگا یوم یخرجون من الاجداث جسدن وہ اجداث سے پھر اوٹھائے جائینگے تمکو اس پر تعجب ہوگا۔ مگر بارش سے سبزے کیونکر اوگ آتے ہین کیون اس پر تعجب نہین ہوتا انہ علی رجعہ لقادر بے شک اللہ دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے جس طرح پہلی بار پیدا کرنے پر وہ قادر تھا۔ دوسری بار بھی وہ قادر ہے۔ خلاق کی قدرت علم کے احاطہ کی نہین۔ جو ایک مکھی ایک تتلی نہین پیدا کر سکتا۔ وہ پیدائش کے رمز کیا جان سکتا ہے۔ علم کی تک بندی جب کچھ کر کے نہ دکھائے تو اوسکے اوہام کی صحت بے دلیل ہے۔ علم جب ایک چیز بھی پیدا نہ کر سکا تو پیدائش کے رموز وہ کیا جان سکتا ہے۔ مگر پیدائش کا عالم وہ دیکھ رہا ہے تو صفت خلاقی پر بے سمجھے۔ مگر بالبداہت ایمان لانے کے سوا اوسے چارہ نہین۔

چونکہ روح جسم سے بے لگاؤ ہوکر برزخ مین گئی۔ اسی لئے خدا نے فرمایا۔ انک لا تسمع الموتی اے رسول تم مردے کو نہین سنا سکتے (روم ۵) رسول کی آواز تو مردہ تک پہونچے نہین۔ اور حاجتیون کی آواز خدا جانے کہان سے وہ رسول سے بھی بڑھ کر خدا کے پیارے پیدا ہوے کہ مردہ تک پہونچ سکتی ہے۔

قرآن مجید مین تدبر و تفکر کرنے سے بعد مرنے کے حالات جو اور ظاہر ہوتے ہین وہ مفصلہ ذیل آیات سے

خدا فرماتا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمیٰ ان فی ذلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون ۔ اللہ موت کے وقت جان قبض کرلیتا ہے۔ اور جسکی موت نہین آئی۔ اوسکی جان اوسکی نیند مین۔ پھر جسکی موت آچکی تو اوسکی جان وہ روک لیتا ہے۔ اور جسکی موت نہین آئی تو اسکی جان وقت معینہ تک کے لئے وہ بھیجتا رہتا ہے۔ اس مین ان لوگون کے لئے جو غور و فکر کرتے ہین خدا کی نشانیان ہین (زمر ۵) خدا نے آیت بیان کرکے غور و فکر کی ہدایت کی۔

کیا خوب کہا ہے النوم اخ الموت۔ نیند موت کا بھائی ہے۔ نیند بھی اک موت ہے فرق یہ ہے کہ موت مین روح پھر نہین لوٹائی جاتی اور نیند مین لوٹائی جاتی ہے۔ اب اس نیند سے موت کا ہم بہت کچھ سراغ لگا سکتے ہین۔ اگر حسب ہدایت خداوندی ہم اس پر فکر کرین۔ تو نیند پر فکر کرنے سے ہم مفصلۂ ذیل نتیجہ پر پہونچتے ہین۔

(۱) نیند اک عالم برزخ معلوم ہوتی ہے۔ اتنے لطیف صورت مین جو حائل ہے غشی اور بیہوشی کے چاہے اوسمین کچھ نظر آئے یا نہ آئے۔

(۲) خواب بھی ایک برزخی سیر ہے۔ اگر اوسکی توجہ روحانیت نے روحانیت کے دروازے کھولے ہین۔ تو خواب سچا اور رحمانی ہے۔ اور اگر عالم برزخ ہی کے دروازے کھلے ہین تو تمثیلی ہین محتاج تعبیر اور اگر اپنی آلودہ خیالی ہی کی گٹھریون کو کھولا ہے۔ تو وہ مزاخیال ہے آلودۂ عالم اجسام۔

(۳) خیال عالم برزخ کی اک قوت ہے۔ جو ہمکو ملی ہے جسکے بل بوتے پر ہماری برزخی سیر منحصر ہے۔ اس لئے ہم عالم اجسام عالم برزخ اور عالم ارواح سے مرکب ہین۔ ہمارا جسم عالم اجسام کی مخلوق ہے خیال عالم برزخ کی اور روح عالم ارواح کی۔

(۴) جسم محتاج خیال کا اور خیال محتاج روح کا۔ اگر خیال نہ رہے تو جسم بیہوش تودۂ خاک کے

مانند ہے۔ اور روح نہو تو خیال بھی فنا ہو جاتا ہے۔ خیال حکمران ہے جسم پر اور روح خیال پر۔ اک عالم خیال ہے۔ کہ لوگ اکثر امور کو خواب و خیال کہکر ٹال دیتے ہین۔ اور خیال کی کوئی وقعت نہین کرتا حالانکہ دنیا کے سارے کرشمے سارے علوم و فنون ایجادات و اختراعات سب خیال ہی کی بدولت ہین خیال نہو تو انسان روح کے رہتے بھی حیوان ہی ہے۔ یہی خیال ہے جبکی بدولت جسم ایسی رعایا ہے جو کبھی باغی نہو ہمہ تن پابند حکم یہی خیال ہے جبکی رفتار تار برقی سے بھی تیز تر ہے کہ آن کے آن مین عالم بالا تک کی سیر کر آتا ہے جسکو نہ دریا حائل نہ پہاڑ حائل۔ خیالی اور برزخی مخلوق بھی ایسی لطیف ہوتی ہے کہ نہ اوسے تلوار کاٹے نہ وہ گولیون سے مرے۔ اوسمین تشکل ہے عالم اجسام کا۔ اور لطافت ہے عالم ارواح کی وہ درمیان جسم و روح کے اک درمیانی اور برزخی مخلوق ہے۔ ہرچند یہ خیال ہمارے جسم پر حکمران ہے۔ مگر ہماری روح کا محتاج۔ نیند مین خیال رہتا ہے۔ اور کچھ نہین۔ گویا تر وہ برزخی عالم ہے۔

(۵) عالم اجسام مین جسطرح لاکھون مخلوق ہین! ویسی طرح عالم برزخ اور عالم ارواح مین بھی۔ اسی عالم برزخ کی مخلوق ہین اجنہ و شیاطین وغیرہ اسی طرح عالم ارواح کی مخلوق ہین۔ ملائک اور قوتین وغیرہ جس عالم مین جاؤ پہر نچوڑ وہان کی مخلوق سے ملو اور دیکھو۔

(۶) بعض بزرگان دین نے فرمایا کہ تصوف تصحیح خیال کا نام ہے اسکے یہی معنی ہین کہ برزخ یا خیال اگر آلودہ اجسام ہے تو بعد موت اوسکا برزخ اور قبر یہی عالم اجسام اور اسفل السافلین ہے کہ اپنے محصولہ تعلقات مین ٹھوکرین کہاتا پھرے۔ اور اگر اوسکا برزخ یا خیال ارواح کے رنگ مین رنگ گیا ہے تو اوسکا مواجہ اعلیٰ اور اوسکا مقام علیین ہے۔ اور اگر اوسکا برزخ یا خیال عالم ارواح سے بھی گذر کر ما زاغ البصر و ما طغیٰ (نہ کجی کی آنکھ نے اور نہ اوس نے سرکشی کی (النجم ع ۱) سے فیضیاب ہو کر حنیف و مکمل ہو کر فانی و باقی ہو کر یا طالب لقا و دیدار ہو کر عالم قدس مین پہونچا ہے۔ تو

اوسکا مقام قریب عند ملیک مقتدر ہے اب خواب سے اپنے حال کی صحت کرلو۔ اسی لئے خدا نے نیند پر فکر کرنے کو کہا کہ تم اپنا مقام سمجھا لو اور اپنی اصلاح کرو۔

(۷) نیند بھی ایک کتاب ہدایت ہے اور خواب اسکی عبارت۔ یا نامہ اعمال۔ اگر خواب مین چوری کرو۔ زنا کرو۔ کسی پر ظلم کرو تو سمجھو کہ ان جرمون کے اجزام تم مین موجود ہین۔ اور خیال تمہارا آلودہ ہے۔ اور عالم برزخ یا عالم قبر تمھارا اوسی درجہ آلودہ اور افسوس ناک ہے۔ اگر زیادہ حصہ ماسوے اللہ کی آلودگیون سے ناپاک ہو تو سمجھو کہ ترازوئے اعمال مین گناہ کا پلڑا بھاری ہے۔ اور اگر زیادہ حصہ خدائی رنگ مین ہو اور نیکیون کا پلڑا جھک جائے تو سمجھو کہ نجات ہے فمن ثقلت موازینہ فاولئک ھم المفلحون ۵

اس دنیا مین دیکھو تو کسی کے مرنے کا غم۔ عزت و ناموس کے لٹنے کا الم۔ خانہ ویرانیون کے صدمے۔ اور سیکڑون دردناک مصیبتین ایسی آتی ہین کہ کاٹو تو لہو نہین۔ موت آئے تو راحت ملے۔ زمین پھٹے اور اوس مین سمائی ہو تو چین آئے۔ پھر ایسی مصیبتین بھی جو برداشت سے باہر ہون حواس کے پردہ ڈالتے رہنے سے ایک دن کم ہوتے ہوتے نہین رہتین۔ لیکن اگر یہہ آنی مصیبتین ازلی اور مستقیم ہو جائین۔ اور یہہ حواس ہی باقی نہ رہین جو شعلون پر خاک ڈال ڈال کر بجھائین تو ایسی مصیبت کا کون اندازہ کرسکتا ہے اسی کو عذاب قبر سمجھو۔ جب کوئی مرا تو دوسرے عالم مین پیدا ہوا۔ اوسکا تو تمکو یہ غم دالم ہوتا ہے کہ دو عالم کا تفرقہ ملنے نہ دیگا۔ اب جب تم مرے اور دوسرے عالم مین پیدا ہوئے تو دو عالم کا تفرقہ ہو گیا تمہارے حسابون تو گھر کا گھر مر گیا سب سے دل لگا کر جدا ہوتے ہو کہ پھر ملتے کے نہین۔ گھر بار مال و خزانہ جس جس چیز سے تم نے محبت کی وہ سب تمہارے حسابون لٹ گئی۔ بادشاہ ملک الموت نے تمہاری ساری سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اور زن و فرزند سب اوس نے چھین لئے اس مصیبت کا اندازہ کرو۔ اور ایسی مصیبت کہ اسکا نقش کوئی مٹا بھی نہ سکے۔ یہہ تکلیف سانپ اور بچھو کے کاٹنے سے بھی زیادہ دردناک ہے یہہ خدا اور رسول ہی کا کام ہے جو ہر مصیبت کے اندازہ کو اوس نے صحیح لفظون مین بیان کیا ہے

اور اوس کا درجہ بتا دیا ہے۔ اور اگر تمھارا دل سب سے ٹوٹکر خدا کے ساتھ جٹا ہے تو تم اس دنیا سے ایسے جاؤ گے جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق سے ملنے کے لئے دوڑتا ہوا وسوقت تم موت کو ایک نعمت سمجھو گے تو اپنے اوپر فکر کرکے اور اپنے حالات کو خواب و خیال کے آئینہ مین دیکھو کر اپنے عذاب و بخشایش کا اندازہ لگالو۔

اے لوگو! تم عالم اجسام مین ہو تو بالکلیہ اس سے نکل نہین سکتے۔ ہان عالم اجسام کی ہر مخلوق پر فکر کرتے کرتے خیال کی کمند ڈالکر عالم برزخ مین پہونچو۔ اگر فکر تمھاری طرز زندگی ہو جائے اور اس عالم مین تمھارا ٹھہراؤ ہو تو موتوا قبل ان تموتوا (مرو قبل اسکے کہ مرد) تم پر کھل جائیگا۔ یہہ حاصل ہوتا ہے کثرت فکر سے اور فکر کثرت ذکر سے جسکا بیان انکی سرخیون مین آئیگا۔ ایسے مرنے والے کی موت عالم اجسام کی خطرناک سختیون سے نجات دلانے والی ہوگی اور وہ برزخی عالم مین رہکر بمقام قرب پرواز کرے گا۔ اور جسمانی قیدی بنکر جس گلزار کو اوس نے راہ چلتے دیکھا تہا۔ اور جسکی خنک ہواؤن سے تازہ دماغ ہوا تہا۔ وہان امن و سکون کے بالاخانون پر بیٹھا عشرت منائیگا۔

اگر تم نے اسی زندگی مین عالم برزخ کی سیر کی اور صلاحیت پیدا کرلی ہے تو یہہین تمہین بزرگان دین سے انکی برزخی صورتون مین زیارتین ہونگی۔ اور جتنا کچھ بھی تمہارا آئینہ مجلا ہوگا اس عالم کے اور کاروبار کیطرح فیوض و برکات سے بھی تمہین محرومی نہوگی۔

اس اجداث باقبر کو کہو دو تو کچھ بھی نہین۔ نہ جسم ہے نہ ہڈیان ہی۔ نہ عذاب ہے نہ ثواب ہی۔ پھر اس اجداث کی یہہ قدر و منزلت اک طفلانہ حرکت ہے لغو اور بیہودہ۔ روح تو برزخی جسم مین عالم برزخ مین راحت یا تکلیف مین مبتلا ہے۔ جیساکہ قرآن کی آیت اوپر دی گئی ہے۔

اس مین کلام نہین کہ یہہ اجداث (قبر) عبرت کا مقام ہے۔ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ دیکھنے سے عبرت تحریر تو تقریر سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرے قبر کو دیکھ کر دھیان اور نسبت اہل قبر کی طرف اک ذرا تیز۔

اور رسا ہو جاتی ہے۔ اور اوس عالم مین پہونچنے اور اہل قبر کی زیارت کرنے کے لئے اک ذرا رسا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ سلام علیکم قبر پر کھنا اسی نسبت کے قوی کرنے کے لئے ہے ورنہ کوئی سنتا ہے نہ کوئی جواب دیتا ہے۔ بزرگون کو بھی برزخی ملاقات ہے۔ چاہے وہ بیان صحیح اور رسا بنانے سے ہو۔ مراقبہ مین ہو خواب مین ہو بات ایک ہی۔ (۲) واضح ہونا چاہیئے کہ بزرگان دین کی قبرین بلحاظ حصول نسبت قوی و بلحاظ زیارت و فیوض ممتاز و مستثنیٰ ہیئت

اس اتنے بیان سے میری غرض یہ تھی کہ تم مابعد الموت کے حالات سے آگاہ ہو۔ اور اپنے نجات کے حاصل کرنے مین لگو اور سمجھ لو کہ تعلق ماسوا جہنم ہے۔ راہ نجات مین مزار پرستی تمھین کچھ کام نہ دے گی۔ نہ کوئی بزرگ بھی تمھارا بوجھ سہار لینگے۔ وہی اوقات وہی افعال اور وہی خیالات تمھارے کام آئینگے جو تم نے خدا کے ساتھ صرف کیا۔ اور خدا کے لئے اور خدا کی محبت مین بزرگان بتعا للرسول صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے ہادی و رہنما ہین۔ وہ بھی تا بقید حیات مزار پرستی تمھارے کام نہین آئے گی۔ پرستش خدا کے سوا کسی کی بھی جائز نہین پیغمبر تک کی نہین۔ ماسوا کی پرستش سے جو توہین اور قدر تین حاصل ہوتی ہین وہ شیطانی کرشمے ہین۔ اور جو لطف و مستی حاصل ہوتی ہے۔ وہ شیطانی جھپیٹ ہے اس سے وہمی خدا جو ملتا ہے۔ وہ محدود احاطہ ادراک ہے۔ اور وہ خدا نہین شیطانی بت ہے۔ خدا ملیگا۔ خدا ہی کو ڈھونڈھنے اوسی سے دل لگانے۔ اور اوسی پر قربان ہونے سے۔ یاد رکھو اور کبھی نہ بھولو الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون۔ جو ایمان لایا اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ ملبس نہ کیا تو اونہین کے لئے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہین۔ ایمان کو ظلم کے ساتھ ملبس کرنیکو سو نچو اور سمجھو۔

افسوس

صفحہ ۱

مسلمانو! آؤ۔ ذرا قرآن مجید کے رو سے ہم جانچین کہ آیا ہم واقعی مسلمان ہین اسلامی وعدون کے مستحق یا خارج از اسلام ہو گئے ہین۔ عتاب و دوری کے مستحق بنی آخر الزمان کی امت مین داخل ہین۔ یا اسیرے غیرے انکے اونکے گروہ مین۔

اگر ہم نبی آخرالزمان کی امت مین داخل ہین تو کنتم خیر امة اخرجت للناس تم سب بہتر مین امت ہو جو لوگون کے لئے کھڑے کئے گئے ہو (ال عمران ۱۱۰) کا خطاب ہم سے کیون چھنگیا ہے۔ اور وانتم الاعلون ان کنتم مومنین تم ہی غالب ہو اگر تم سچے مومن ہو (ال عمران ۱۳۹) کا جھنڈا ہم سے کیون لے لیا گیا ہے۔ الا ان حزب اللہ ہم الغالبون سن رکھو خدا ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے (مجادلہ ۲۲) کے مصداق ہم کیون نہین رہے۔ اگر ہم واقعی مسلمان ہین تو لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا خدا ہرگز کافرون کو مومنون پر راہ اور غلبہ نہ دے گا۔ (النساء ۱۴۱) کیون زبان حال سے ہمارے ایمان کی تصدیق نہین کرتا۔ اگر ہم واقعی مومن ہین تو وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ۵ ایمان والون سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ تم مین جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے تو اونکو ملک مین وہ تصرف خلیفہ بنائیگا جیسا کہ اگلون کو بنایا اور اون کے لئے دین کو جمادیگا جسکو ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور اون کو خوف کے بدلے امن عنایت کرے گا (نور ۵۵) خدا کا وعدہ تو جھوٹا نہین پھر اگر ہم مین ایمان ہے تو ہم سے یہہ ایفا کیون نہین کیا جاتا۔ خلافت ہم سے چھنی۔ اور نکبت یہان تک پہونچی کہ مسلمان بھی اور مذہبون کو اختیار کرنے لگے۔ مسلمانون کی زندگی بجائے غلبہ و حکومت محکومی من اور بجائے امن و اطمینان طرح طرح کے خوف مین گذرنے لگی ہے۔ یہہ اس لئے کہ ان کا ایمان ہی ان سے رخصت ہوا۔ جو ہے بھی وہ منہ بولا ایمان ہے۔ اگر ایمان ہوتا تو ان وعدون کے علاوہ خدا ضرور ہماری مدد بھی کرتا وکان حقا علینا نصر المومنین ایمان والون کی مدد کرنی ہم پر حق ہے (روم ۴۷) اگر ہم مین ایمان ہے تو خدا نے اپنی مدد ہم سے کیون اوٹھالی کہ دین کے اعتبار سے ہمارے اطوار کفار عرب سے ملتے ہین تا دنیا کے اعتبار سے ہمارے حالات تباہ شدہ قوم سے ملتے ہین اور ساری دنیا کے مسلمان کا حال یکسان ہوگیا ہے۔

قرآن مجید کی آئتین غلط نہین اسکا متکلم خدا جھوٹا نہین۔ ضرور ہم نے اسلام کو بدلا۔ ایمان مین فتور ڈالا جب

یہہ عنایتین ہم سے چھین لی گئین۔ ایسے حال مین مسلمان کس منہ سے بخشایش کے امیدوار ہین۔ اونکو چاہیئے کہ اپنے اعمال کا جایزہ لین ولتنظر نفس ما قدمت لغد آؤ ابھی اپنا محاسبہ کرلو۔ آج کا محاسبہ کل کے محاسبہ سے بہتر ہے کیونکہ توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے۔

یہہ دیکھو کہ خدا اور اوسکے اسمار یعنی صفات پر تمھارا حقیقی ایمان ہے یا وہ اک زبانی جمع خرچ ہے۔ تم خدا کے مسلمان ہو یا قومیت کے۔ تمہارا ایمان صحابہ کا سا ہے۔ یا منافقون کا سا۔ صحابہ کے ایمان کا رنگ تھا۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ میری نماز اور میری عبادتین بلکہ میری حیات وموت تک پروردگار عالم کے لئے ہے جسکا کوئی شریک نہین (انعام ۲۰) صحابہ کے ایمان پر تصدیق قلبی کی گواہی تھی اور وفا بالفعل کی مہر۔ اور منافقون کا ایمان تھا۔ من الناس من یقول امنا باللہ والیوم الاخر وما ھم بمؤمنین بعض لوگ کہتے تو ہین۔ کہ ہم خدا اور قیامت پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایمان نہ لائے (بقرہ ۲۰) اگر تم خدا کو ایک اوسی کو مستحق عبادت سمجھتے ہو۔ اوسی کو حاضر وناظر اور قریب بلکہ رگ گردن سے بھی قریب جانتے ہو تو تمہاری اس دیدہ دلیری کے صدقے کہ خدا کے سامنے مزار پرستی۔ پیر پرستی۔ ہوا پرستی اور یہہ نافرمانیان۔ دل غافل۔ اعضا سرکش۔ دھیان ادہر خیال ادہر۔ اعمال اولٹے۔ کبھی اسکا ڈر۔ کبھی اوسکا ڈر۔ تخشوھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین تم لوگون سے ڈرتے ہو اور یہہ استحقاق خدا کو ہے کہ تم اوس سے ہی ڈرو۔ اگر تمکو ایمان ہے (توبہ ۳۰)۔

اگر کلمۂ ایمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقران کلام اللہ پر تمہارا ایمان تصدیق قلبی اور تصدیق عملی کے ساتھہ ہوتا تو تمہارا معبود تمہارا مقصود ہر حرکات وسکنات مین ہر کام اور ہر مشغولیون مین خدا ہی ہوتا۔ اور بس۔ اس سے تمہین وسیلہ بھی ملتا۔ راہ بھی۔ اور مقصود بھی اس سے تمہین مرشد بھی ملتا رشد بھی۔ اور محبوب بھی اس سے تمہاری دنیا کی مشکلین بھی آسان ہوتین۔ دین کی بھی اور قرب خداوندی کی بھی اولئک ھم المومنون حقا واقعی یہی ایمان والے ہین (انفال ۱۰) تمہارا لقب ہوتا۔ اور اولئک

ھم المفلحون یہی لوگ فائز المرام ہین (بقرہ ۱۰) تمہارا خطاب ہوتا۔ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون نہ انکو خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے (یونس ۷) تمہاری شان ہوتی۔ اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر مجلس صدق مین قدرت والے بادشاہ کے قریب (قمر ۳) کی بارگاہ مین تمہارا تخت بچھا ہوتا اور فلنحیینہ حیوٰۃ طیبہ تو ہم اونکو جلائینگے۔ پاک زندگی (نحل ۳) کا چتر تمہارے سرون پر سایہ کئے ہوتا۔ مگر افسوس کہ اسلام بے جان ہوگیا۔ اور ایمان کہو گیا۔ قرآن غیر معمل ہوگیا۔ اور اوسکے معمل اوسکے متکلم کے پاس پہونچے۔

خدا نے کافرون کی صفت بیان فرمائی ہے الذین اتخذوا دینھم لھوًا ولعبًا وغرتھم الحیوٰۃ الدنیا کافر وہ ہین جنہون نے دین کو لہو ولعب بنالیا ہے کیونکہ اونہین زندگانی دنیا نے مغرور کردیا ہے۔ کیا مسلمانون کا تکبر اس حد کو نہین پہونچا۔ تو خدا فرماتا ہے۔ سا صرف عن اٰیٰتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا کل اٰیۃ لا یومنوا بھا وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ذٰلک بانھم کذبوا بایٰتنا وکانوا عنھا غٰفلین ہم اپنی آیتون کے سمجھنے سے اونکو باز رکھینگے جو دنیا مین ناحق تکبر کرتے ہین کہ اگر خدا کی کل نشانیان بھی دیکھین جب بھی ایمان نہ لائین۔ اگر راہ رشد بھی دیکھین جب بھی وہ نہ اختیار کرین۔ اور گمراہی کی راہ دیکھہ پائین تو اوسے اختیار کرلین۔ یہہ کجروی اون مین اس سے پیدا ہوئی کہ اونہون نے ہماری آیتون کو جھٹلایا۔ اور اون سے بے پروائی کی (اعراف ۱۷) یہی حال مسلمانون کا ہوگیا فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیٔ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃً فاذا ھم مبلسون ۰ تو جب اونہون نے خدا کی نصیحتون کو بھلادیا تو ہم نے ہر طرح کے دروازے اون پر کھولدئے۔ جب وہ ان عطیات پر فرحان وشادان ہوے۔ (یعنی وہ منعم کو چھوڑکر نعمت مین مشغول اور لذت طلب ہوے) تو یکایک ہم نے اونکو دھر پکڑا تو وہ بے آس ہوکر رہ گئے (انعام ۵) قومون کی تاریخ اوٹھاکر دیکھو۔ ساری قومین یون ہی بنین اور

یون ہی بگڑ ہین ہم مسلمان بھی اسی راہ چلے یون ہی بنے اور یون ہی بگڑے جس طرح ہر آدمی کے لئے موت ہے اوسی طرح لکل امۃ اجل ہر قوم کے لئے بھی موت ہے بچپن بشباب۔ اور بڑہاپا اسکے لئے بھی ہے جب یہہ ہین کو لہو لعب سمجھنے لگتی اور متکبر ہو جاتی ہے۔ اور بہلائی کی راہ چہوڑ کر برائی کی راہ اختیار کرنے لگتی ہے تو انسانی صفات کہو جاتے۔ اور بیرونی ترقی اوسے آرام طلب عیش طلب۔ اور عشرت طلب بنا دیتی ہے۔ یہان تک کہ اوس قوم کی موت ہی آجاتی ہے۔

وہ وقت یاد کرو جب ہم نے خدا سے دل لگایا تو اوسکے ہدایات کی تعمیل اپنی مراد سمجھے جس سے اوسکی محبت جوش زن ہوئی اس نے بے غرض بنا دیا اس لیے غرضی نے رشتہ اخوت جوڑا ہمدردی پیدا کی۔ یہہ پاک محبت ہی جب ہوئی اون سارے صفات کاملہ کی جو ترقی کا موجب ہین۔ اسی نے حقوق کی ادائگی کا سبب ہو کر مالا مال کیا۔ رشتہ اخوت جوڑ کر توانا کیا۔ اسی کی بدولت قوم کی نفع رسانی اور اوس مین جان بازی کہ ہم نے محبوب کی مراد سمجھا۔ گہر مین قناعت کی میدان مین ہمت کی ہمت مین توکل کیا توکل مین صبر کیا۔ صبر کے نتیجہ پر شکر کیا صحیفۂ فطرت کو مدرسہ بنایا جس سے خدائی تعلیم پاکر نکلے۔ اور سارے صفات کی فوج لیکر اوٹھے۔ دنیا کو برائیون سے پاک کیا۔ اور چمکے دنیا مین ایسے کہ اندہون نے بھی دیکھا۔ اور ہوئے دنیا مین جو کچھ ہوے۔

آج خدا کی محبت کی جگہ۔ دولت نام ونشان۔ تعلیون۔ غرور۔ خود غرضی۔ امید بیجا اور لایعنی خطابات کی طلب و محبت قایم ہوئی ہے۔ یا مولویون اور صوفیون مین۔ مگر وہ شخص اپنی پرستش کرانی بات کی تہ اور اپنا طریقہ اور اپنے بزرگون کے طریقہ کے سنوانے اور اوسکے علو مرتبت ثابت کرنے کی پڑ گئی ہے۔ جس سے نعماے الہیہ جہین لیے گئے۔ اور صفات اسلامی سلب ہو گئے۔ پھر دیکھ لو ہین دنیا مین جو کچھ ہین۔

مسلمانو! ایمان کی لگتی کہو۔ کیا تم وہ مسلمان رہے۔ جو تھے۔ کیا تمہارا عمل کتاب اللہ پر ہے جو تہا۔ تو کیا تم بھی عاد و ثمود کی طرح قہا ہوا چاہتے ہو۔ کیا تم بھی یہود کی طرح مغضوب ہوا چاہتے ہو۔ کیا تم بھی

خسر الدنیا والاخرہ کے مصداق ہوا چاہتے ہو۔ کیا تم مسلمان ہو کر جہنم آباد کیا چاہتے ہو۔ اگر نہیں تو اس پر غور و فکر کرو کہ تمھین چاہئے کیا۔ یہ نہ سمجھو کہ تم مجبور محض ہو تم کو کچھ اختیار دیا ہی نہیں گیا۔ اور اسلئے تمکو کچھ کرنا نہیں ہم تبائینگے کہ تمہین چاہئے کیا مگر پہلے جبر و اختیار کے مسئلہ پر غور و فکر کرو اور اپنی تقلید و آزادی کو سمجھ لو۔ تاکہ واعملوا صالحًا کی تعمیل کر سکو۔

جبر و اختیار۔ اور۔ تقلید و آزادی

ان دونون مسئلون کی اصل قریب قریب ایک ہے اس لئے بنظر اختصار مین دونون کو ساتھ ساتھ بیان کرنا چاہتا ہون اس مسئلہ کو اولًا ارزوئے فطرت دیکھو۔

فطرت انسان کو بالبداہت مجبور بھی بتا رہی ہے۔ اور مختار بھی۔ مقلد بھی بتا رہی ہے اور آزاد بھی اسیطرح کلام الٰہی بھی انسان کو کہین مجبور بتاتا ہے۔ اور کہین مختار کہین مقلد بتاتا ہے اور کہین آزاد تو حقیقت مین انسان مجبور بھی ہے۔ اور مختار بھی۔ مقلد بھی ہے اور آزاد بھی۔

بداہت جو سارے دلائل منطقیہ سے قوی تر ہے۔ وہ صاف بتا رہی ہے کہ انسان جمادی کی طرح معدنیات کی طرح نباتات کی طرح شعور و ارادہ سے عاری حیوانون کی طرح درند و چرند و پرند کی طرح پرواز نہین کر سکتا نہ اڑ سکتا نہ آبی مخلوق کیطرح پانی مین رہ سکتا ہے اپنی قوت اختیار فطری سے باہر ایک قدم نہین بڑھا سکتا۔ اور سراسر مجبور ہے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اپنے حدود اختیار فطری کے اندر وہ بالکل ذی اختیار ہے۔ جس حواس اور جس قوت کو چاہے وہ کام مین لائے۔ آنکھ اور کان سے دیکھ سن سکتا ہے۔ مگر آنکھ سے سننا اور کان سے دیکھنا چاہے تو یہ ناممکن اس لئے یہ صاف کھلی ہوئی بات ہے کہ انسان ایک حد سے باہر مجبور اور ایک حد کے اندر مختار ہے یہی بداہت قانون فطرت ہے۔ اور اسی قانون فطرت کے مطابق آیتین بھی نازل ہوئی ہین۔ جو خلاق فطرت کی نازل کی ہوئی ہین۔

جس عالم پر یا اوسکے جس مخلوق پر غور کرو تو اوسے صفات محدودہ ہی کی معجون مرکب پاؤ گے۔ اسیطرح

حضرت انسان بھی صفات محدودہ ہی کی ترکیب دی ہوئی مخلوق ہے۔ صفات بسیط تو خدا کے لئے ہے اور صفات محدودہ مخلوق کے لئے۔ اب دنیا کو دیکھو تو یہہ بدیہی نظر آئیگا۔ کہ انسان کو اختیار کی ایک صفت اور دن سے زائد ملی ہے۔ جو کسی کو نہ ملی۔ انسان کا سب پر اختیار۔ اور انسان پر کسی کا نہیں یہی خلافت الٰہی ہے جسے پاکر انسان خلیفۃ اللہ ہوا۔ مگر جسطرح اسکے سارے صفات محدودہ ہیں اور اپنی حد سے باہر مجبور۔ اوسی طرح صفت اختیار بھی محدود ہی ہے اور اپنی حد سے باہر مجبور۔ اس صفت اختیار کے ملنے سے ہم مختار ہوے اور محدود درجہ تک ملنے سے ہم مجبور ہوے۔

خداوند عالم نے اپنے بسیط و کامل اختیار و قدرت سے ہمکو کسی قدر محدود اور مجبور اختیار دیا ہے اگر وہ یہہ بھی نہ دیتا تو مطلق اختیار نہ ہوتا۔ ہم ملائکہ ہی ہوتے اس لئے اوسی کو یہہ کہنا زیبا ہے کہ سب کچھ اوسی کے چاہے ہوا۔ اور سب کچھ اوسی کے چاہے ہوتا ہے۔ سب کچھ اوسی کے کئے ہوا۔ اور اور سب کچھ اوسی کے کئے اور اوسی کے اختیار سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہہ محدود اختیار بھی تو اوسی کا ہے۔ کوئی بوتا ہے۔ کوئی کاٹتا ہے۔ کوئی حاصل کر کے لاتا ہے۔ پھر کوئی پکاتا ہے۔ جب کوئی کھاتا ہے۔ یہہ ساری قوتین جو کام مین آئین۔ اور یہہ سارے اختیارات جو کام مین آئے سب اوسی کے قوتین بھی اوسی کی۔ اختیارات بھی اوسی کے۔ اس لئے یہہ دعوے اوسی کو زیبا ہے۔ کہ روزی ہم دیتے ہین۔ اور علیٰ ہذا سارے ہی عطیات۔

اب اگر تم اپنی قوتون کو کام مین نہ لاؤ۔ اور اپنے اختیارات کو جو خدا نے دئے ہین معطل اور بیکار کردو۔ تو بازپرس کے دن بازپرس ہوگا کہ تم کو محدود تک کی قوتین ہم نے دی تہین۔ اور اونکو محدود حد تک کام مین لانے کا اختیار بھی دیا تھا پھر تم نے اس خدمت کو کتنا کچھ اور کیسا کچھ انجام دیا ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم

الحق۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ جو اللہ چاہتا ہے وہی تم چاہتے ہو۔ یا یفعل اللہ ما یشاء

خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ یا۔ ان اللہ یحکم ما یرید بے شک خدا جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور علیٰ ہذا ایسی کل آیتیں سراسر حق ہیں۔ قدرت اوسکی۔ قوت اوسکی۔ اختیار اوسکا یہ سارا کچھ اوسی کا دیا۔ اور پھر اوسی کا۔

اسی طرح کل امرءٍ بما کسب رھین ہر کوئی اپنے اعمال کے ساتھ مرہون ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ جو ذرہ برابر بھی اچھا یا برا کریگا تو اوسکا نتیجہ وہ پائیگا۔ انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا ہم نے بھلی بری راہ تمکو بتادی اب تم کو اختیار ہے۔ جدھر چاہو ایسی آیتیں بھی قرآن مجید میں بہتیری ہیں۔ تو ایسی کل آیتیں جن سے ہمارا مختار ہونا پایا جائے۔ سراسر حق ہیں۔ از روئے حقیقت بھی از روئے فطرت بھی۔ اور از روئے بداہت بھی۔

اسی مضمون کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے لا جبر ولا تفویض ولکن امر بین الامرین نہ بالکلیہ جبر ہے نہ بالکلیہ اختیار۔ بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ یعنی کچھ جبر بھی کچھ اختیار بھی۔ ہاں جبر کا پلڑا کچھ جھک جاتا ہے۔ کہ فطرتاً مجبور ہیں کہ اپنے محدود اختیار کو کام میں لائیں۔ مگر جس حد تک اختیار ملا ہے اوس اختیار میں ہم مجبور نہیں۔ اگر اختیار میں بھی جبر ہو تو اچھے برے کی تمیز باطل ہو جائے گی۔ اور جبر اور سزا کسی دنیا کی سبھی ظلم ہو جائے گی۔ ایسی طرح عقل بے مصرف ہو جائے گی۔ اور ہدایات ربانی لغو و بیکار ہو جائینگی اور یہ دنیا دھوکے کی ٹٹی ہو جائے گی۔

اب یہ اختیار فطرتاً مقلد بھی ہے اور آزاد بھی۔ بچہ پیدا ہوا تو جو چیز نیٹی ہی بہتر اور مجھ سے کمزور ہوگی تو وہ کھانا کیا جائے منہ میں جو چیز آئی فطرت نے چوسنا سکھایا یوں تو پرورش شروع ہوئی۔ جب کچھ عقل و تمیز آئی تو تقلید شروع ہوئی بیٹھنا اور ٹھنا۔ چلنا پھرنا۔ زبان علم و تہذیب شائستگی دانائی اور مذہب جو کچھ سیکھنے سے سیکھا وہ تقلید سے جب سکھانیکی منزلت کو پہونچا تو محدود حد تک آزاد ہوا۔ ورنہ اوس دنیا میں آزادی کہاں عقل بھی باہمہ دانائی اپنے دائرہ کی ہوا کی مقلد ہے اور جس ہوا میں پلی اوسی کی حمایت میں کھڑی ہو جاتی ہے مذہب بھی باہمہ تقدس پیغمبروں کی لائی ہوئی اور برقی ہوئی کتاب تندہی کی مقلد خدا نے

بھی اطاعت و اتباع کا حکم دیکر تقلید ہی سکھائی ہے۔ شتر بے مہار نہین بنا دیا۔ اس لئے خدا کا دیا ہوا محدود اختیار بھی مقلد ہی ہے۔ اور اس تقلید مین مجبور۔ مگر یہہ تقلید جب عقل کامل اور تمیز صحیح سے بعنایت خداوندی آمیزش کر لیتی ہے۔ اور وہم و خیال جب نفسانی خواہشون سے پاک ہو جاتے اور مادہ فنائیت پیدا کر لیتے ہین تو تقلید گونہ آزاد ہو جاتی ہے۔ جب ایک خدا کی محبت آئی تو اوسکی رضا کے سوا ماسوا کی تقلید ٹوٹ گئی۔ اور وہ آزاد ہو گیا۔ المختصر نفسانی بے سمجھی کی تقلید اندہی تقلید ہے۔ اور روحانی سمجھ کے ساتھ تقلید آزادی ہے۔ لیکن قبل از وقت آزادی ٹھوکرین کھانا ہے اس لئے جسطرح انسان محدود حد تک مختار اور اوس حد کے باہر مجبور ہے۔ اوسی طرح انسان محدود حد تک مقلد اور اوس حد سے باہر آزاد ہے تلك حدود الله ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه۔ یہہ حدود اللہ ہین جس نے ان سے تجاوز کیا اوس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ جو لوگ اپنے کو مجبور محض مان کر ہاتھ پاؤن توڑ کر بیٹھ جاتے ہین۔ اور اس رہبانیت کو توکل کا خطاب دیکر مذہب کی پناہ مین آنا چاہتے ہین۔ اور جو لوگ عقل و حواس کو کھو کر بد حواسی کے گرویدہ ہین اور دیوانہ بن کر بارپرس کے حساب سے نکل جانا چاہتے ہین۔ وہ خدا کی دی ہوئی نعمتون کی ناشکری کرتے اور کفران نعمت کے مجرم ہین۔ یہہ لوگ منزل مقصود کی پرخطر راہ کو پاپیادہ طے کرنا چاہتے ہین۔ اور اس طرح کہ گھوڑے کی باگ ڈور ہاتھ مین اور گھوڑا کو تل مین بجائے اسکے کہ سواری سے سہولت ہوتی اور گھوڑے کا بوجھ سر پر۔ بعض چاہتے ہین کہ گھوڑے ہی کو مار ڈالو۔ اور اس قتل کا نام دو نفس کشی رکھ کر اسکو سراہتے بھی ہین۔ یہہ تو ویسی ہی ہوا کہ جو افسر ریل کے محصول سے بھی بری ہون وہ ریل کو چھوڑ کر پاپیادہ ریلوے سروس کی تحقیقات اور خدمتون کے لئے حوصلہ کرین کہ انجن زور سے سیٹی دیتا اور اولٹ بھی جاتا ہے۔ خدا نے طرح طرح کی نعمتین۔ قوتین اور قدرتین دیکر اون کو عمل مین لانیکا اختیار دیکر خدا رسی کی راہ کے لئے موٹر دیدیا ہے۔ اسکے کل پرزون کو صاف کرتے رہو۔ اور بیکار نہ کرو کہ منزل پر پہونچ ہی نہ سکو۔

اب اپنی حد بندی پہچاننے کے بعد یہہ سمجھو کہ تمہین چاہیئے کیا۔

تمہین چاہیے کیا

اگر تم اپنا حال بدلنا چاہتے ہو تو تمہین چاہیئے کہ اپنی چال بدلو۔ تمھاری چال کی لگام خواہش نفسانی کے ہاتھہ مین ہے۔ وہ تمہین جہنم مین لے جائیگی۔ اوس سے لے لو اور خدا کے ہاتھہ مین دو۔ واللہ یدعوا الی دار السلام وہ تمہین دار السلام کی طرف بلاتا ہے۔ دار السلام مین تمہین لیجائے گا۔ اس لئے خدا ہی سے محبت کرو۔ اور ماسوے کے نقوش کو نظر انداز کرو۔ واعتصموا بحبل اللہ۔ خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو (ال عمران ع ۱۱) خدا کی رسی عابد و معبود کا پاک رشتۂ محبت ہے۔ تو دیکھو ماسوا کو دوست نہ بنانا۔ ام اتخذوا من دونہ اولیاء (شوری ع ۱) کیا انہون نے ماسوا کو دوست بنایا۔ ایسی دوستی بے بنیاد ہے مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون ۝ اون کی مثال جنہون نے ماسوے اللہ کو دوست بنایا اوس مکڑی کی سی ہے جس نے اک گھر تو بنا لیا ہے لیکن کچھ شک نہین کہ سب سے بودا اور ذلیل گھر مکڑی ہی کا ہے اگر لوگ سمجھین (عنکبوت ع ۷) اگر خدا ہی سے محبت کروگے تو یہ محبت تمہاری مرشد ہوگی اور محبوب تک پہونچا ہی کر چھوڑے گی۔

یہہ محبت حاصل ہوتی ہے ایمان کامل سے۔ اور ایمان کامل حاصل ہوتا ہے اطاعت قرآن ہی سے۔ زادھم ایمانا قرآن ہی کے شان مین ہے۔ اور اطاعت قرآن جو بروحانیت ہو وہ حاصل ہوتی ہے۔ اوس کے ہدایت کے بموجب دوام فکر سے جسکو مین پاس حواس کہتا ہون۔ اور پاس حواس حاصل ہوتا ہے۔ دوام ذکر سے جسکو پاس انفاس کہا جاتا ہے۔ ان سب کی ہدایت قرآن مجید نے کی ہے۔ اور اون سب کا بیان اپنے اپنے مقام مین آئیگا۔ تو ہمت کرو قرآن مجید کی کماحقہ تعمیل کی۔

اے بہائیو فاعبد واللہ مخلصا لہ الدین۔ خدا کی عبادت خدا کے لئے دین کو خالص کرکے کیا کرو (زمر ع ۱) جس مین ماسوا کی آمیزش نہو الا للہ الدین الخالص آگاہ ہو کہ دین خالص

خدا ہی کے لئے ہے (زمر ع ۱) تو نمازیں پڑھا کرو۔ ایسا نہو کہ ترک صلوٰۃ کر کے ایک طرح کے مشرکوں میں ہو جاؤ۔ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین (روم ع ۴) زکوٰۃ دیتے رہو ایسا نہو کہ زکوٰۃ نہ دے کر مشرکوں اور آخرت کے کافروں میں ہو جاؤ۔ تو مشرکوں کے لئے جہنم ہے۔ فویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاخرۃ ھم کٰفرون ۵ (فصلت ع ۱) علیٰ ہذا قرآن مجید کے سارے اوامر کی تعمیل اور سارے نواہی سے پرہیز تمہاری وسعت کے اندر ہے۔ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا خدا تکلیف مالا یطاق دیتا ہی نہیں (بقرہ - آخر آیت) ساری تکلیف شرعی تمہاری وسعت کے اندر ہے۔ تو آرام طلبی نکرو۔ فاعبدہ واصطبر لعبادتہ (مریم ع ۴) خدا کی عبادت کیا کرو۔ اور اوسکی عبادت میں جو تکلیف پہونچے۔ اوسکو برداشت کیا کرو۔ مگر عبادت وہ ہو جسمیں خشوع و خضوع ہو حضوری سے کیف ہو۔ صرف عبادت ظاہری اور دکھاوے کی بے معنی اور بے مفہوم کی نہیں۔ جیسا کہ بعض کرتے ہیں۔ من الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف بعض لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں تو کنارے کے (حج ع ۲) یعنی اوپر اوپر۔ الگ تھلگ تو ایسی اوپری عبادت مطلوب نہیں۔

قرآن مجید کے اوامر و نواہی کی تصدق و اخلاص تعمیل عبادت ہے۔ نماز روزہ ہو تو۔ حج و زکوٰۃ ہو تو۔ ظلم و قتل سے بچنا ہو تو۔ چوری اور زنا سے بچنا ہو تو۔ بدنفسی خصومت دل آزاری نفاق پھوٹ اور حق تلفیوں سے بچنا ہو تو خدا کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے پرہیز باعث ہیں آسمانی برکتوں کی۔ ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکٰت من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناھم بما کانوا یکسبون ۔ اگر قریہ والے ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو ہم اون پر آسمان و زمین کی برکتیں ضرور کھول دیتے۔ مگر اونہوں نے جھٹلایا تو اون کے کرتوت کے سبب ہم نے اونکو دھر لیا (اعراف ع ۱۲) اگر تم بھی ایمان کے ساتھ پرہیزگار بنتے تو تم پر بھی برکتیں نازل ہوتیں مگر تم کہاں بنے۔ دیکھو خدا نے فرمایا تھا۔ فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم اللہ سے ڈرو اور آپس میں اصلاح کرتے رہو (انفال ع ۱) آپس میں صلاح

کے بدلے تم تو آپس مین جھگڑے۔ لا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا آپس مین جھگڑو نہین ورنہ منتشر ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اس مین تکلیف بھی پہونچے تو صبر کرتے رہنا (انفال ع ۶) اتفاق قومی کی تعلیم تھی۔ کیا اوسکے یہہ معنی ہیں کہ شیعہ و سنی خلافت مین جھگڑین اور پولیٹیکل جھگڑو مذہب بنالین کانتخاب کو تو تیرہ برس ہوئے اور ووٹ کے جھگڑے آج خون خرابہ تک نوبت پہونچائین اور بے نتیجہ۔ یہہ نو احداث مذہب کو رسول کا مذہب سمجھکر آپس مین جوتی پیزار کرین جس سے فتنے اوٹھین۔ یا مقلد غیر مقلد آمین بالجہر رفع یدین۔ قرات فاتحہ خلف امام وغیرہ وغیرہ کو اختلاف مذہب سمجھ کر فساد پھیلائین اور ایک دوسرے کو مسجد مین خدا کی عبادت اور خدا کی یاد سے روکین اور فمن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ کی کھلی کھلی نافرمانی کرین تو آج مقدمہ کوئی جیتے۔ قید کوئی ہو خدا کی مسجد کسی فرقہ کی ہو جائے۔ مگر کل یہہ سب اپنے اپنے مکانات سے بچین گے نہین جیسا کہ خدا نے فرمایا تھا۔ یہان تو ان سب کی ہوا اکھڑ چکی۔ اور وہان یہہ آئین فریادی ہونگی۔ اور خدا سے اپنا خون بہا طلب کرین گی۔

مسلمانو! جیسا کہ یہود سمجھے کہ ہم تو خدا کے پیارے ہی ٹھہرے۔ یا عیسائی سمجھتے ہین کہ ہم تو خدا کے اکلوتے بیٹے ہی کی امت ہین تعمیل مذہب سے فارغ۔ یا اون کے تین دن جہنم مین رہنے سے (خدا پناہ دے) ہمارے گناہ۔ گناہ ہی نہین رہتے۔ تم نہ سمجھنا کہ ہم نبی آخر الزمان کی امت ہین جہنم مین جانے ہی کے نہین۔ یا واقعہ کربلا کے سبب عیسائیون کی طرح ہمارے گناہ بھی گناہ نہین رہتے جیسے حضرت عیسیٰ علیہم السلام سب کے گناہونکے بدلے مطلوب ہوئے حضرت امام بھی سب کے گناہون کے بدلے شہید ہوئے۔ کیونکہ خدا نے فرمادیا ہے ثم جعلنکم خلئف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون ہم نے اگلون کے بعد تم کو زمین مین خلیفہ بنایا تاکہ دیکھین کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو (یونس ع ۳) تم امتحان مین ڈالے گئے ہو۔ اگلون کی طرح۔ مگر اونہون نے کامیابی حاصل کی اور فائز المرام ہوئے

اور تم اس امتحان مین ناکام رہے کسی سبجکٹ مین بھی نمبر نہ لائے۔ ہر طرح عدول حکمی اور نافرمانیون کے مرتکب ہوئے۔ قانون خداوندی کی غفلت و بے پروائیون سے توہین کی بے وقری کی یہہ سبب ہے مسلمانون کے افلاس کا ادبار کا۔ خانہ جنگیون اور خانہ ویرانیون کا۔ افسوس صد افسوس۔ اب بھی چیتو اور خدا کے حضور مین توبہ کرو۔ قرآن مجید کو پڑھو۔ پڑھاؤ بغل مین دباؤ سرون پر رکھو۔ پہلے اپنے کو تبلیغ کرو۔ پھر خلق اللہ کو پہونچاؤ۔ اور اوس کی ہدایت کے بموجب تقضہ و تزکیہ کر کے اپنے کو آئینہ بناؤ کہ تجلی جمال جہان آرا دیکھ سکو۔

موضوع و غرض تصنیف کتاب

کیون افسوس نہو۔ دل و جگر ٹکڑے ٹکڑے کیون نہ ہو جائین۔ مسلمان جنکے بھلے حال کو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ترستے رہے۔ وہ اس حال کو پہونچ گئے جس حال کو نبی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین آپ کے دشمن مخالفین اسلام پہونچے ہوئے تھے نفس و ہوا کا گھٹا ٹوٹ بادل ایسا اوٹھا کہ اسلام کا آفتاب چھپ گیا غیظ و غضب کی بجلیان کوندنے لگین۔ خود غرضیون اور شہوت پرستیون کی کڑک نے سب کے دل ہلا دئے۔ آپس کی نااتفاقیون کی تاریکی چھا گئی۔ فلاکت و ادبار کے اولون نے انسانی اور اسلامی صفات کے پہولون کو پہلون کو سمار کر دیا۔ عوام تو کالانعام ہو گئے اور خواص ان سے بھی بدتر۔ رنگ یہہ چہا رہا ہے کہ کہین یہہ قوم مغضوب کے گروہ مین نہ ملجائے جنکا وجود بھی رہے تو نحش و بے حیائی اور ذلت و رسوائی کی تلخی چکھنے کے لئے۔

جو شاخ خشک ہو جائے اوسے توڑ دو تاکہ درخت نہ سوکھے۔ جو عضو سڑ جائے اوسے کاٹ دو۔ تاکہ سارا جسم نہ سڑ جائے۔ فطرت کا قانون کم کو جذب اور کمزور کو سلب کر دیتا ہے۔ مسلمان اس حال کو پہونچ رہے ہین۔ کہ عنقریب وہ سوکھی شاخ کی طرح کاٹے جائینگے اور مصائب کے ایندھن بنین گے۔ یا دوسری قوت مین سلب ہو جائینگے جسکو مسخ ہونا کہتے ہین۔ اگر اب بھی ہوش نہ کرینگے۔

مسلمان اس حال کو کیون پہونچے اسکی وجہ صرف یہہ ہے کہ ان کا تعلق خدا سے مٹ گیا ہے۔ اور انکی نسبت خدا کے بھیجے ہوے قرآن سے ٹوٹ گئی ہے۔ یہہ بزم ماسوا کے شریک۔ اور ماسوائی محبت کے متوالے ہو گئے ہین انہون نے اپنا تعلق مرنے والے انسان سے جوڑا۔ اور انکی نسبت رطب و یابس انسانی تصنیفون سے جمی ہے۔ مینے شرعۃ الحق۔ لکھی اسی غرض سے کہ وہ خدائی شریعت کو جانین۔ شریعت عین حقیقت ہے۔ مگر شریعت پر روحانیت کے ساتھ عمل کرنا۔ بغیر تصفیہ و تزکیہ کے ہو نہین سکتا۔ اس لئے اس منہاج الحق مین مجھے روحانیت قرآن مجید کو بیان کرنا ہے یعنی تصوف قرآنی۔ بس یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ تاکہ شیعہ اہل حدیث۔ سنی۔ اہل قرآن۔ اور اسلام کے جتنے فرقے بھی ہون۔ اولاً ان بدعتی ناموں کو مٹا دین جیساکہ شرعۃ الحق مین مینے قرآن کی آیتون سے اسکو بتایا ہے۔ اور اپنے کو صرف مسلمان کہین۔ جیساکہ سب پیغمبرون نے اور خود ہمارے رسول نے بھی اپنے کو کہا۔ مسلمان ہونے کے بعد اپنے کو خالص مسلمان بنائین جسکی تعلیم خدا نے کی ہے۔ جو اس کتاب مین بتائی جائے گی۔ خدا پر ایمان لانے والون کے لئے چارہ نہین ہے کہ وہ صریح آیتین پاکر بھی قرآنی تصوف سے انکار کرین۔ یہی غرض اسکی تصنیف سے ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ٥

آغاز کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصوف قرآنی

یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملیقیہ ۵ اے انسان تجکو اپنے خدا تک پہونچنے مین کوشش کرنی چاہیے۔ پوری کوشش۔ پھر تو اوس سے جا ملے گا (انشقاق) اس آیت نے غیر متمدنون کو غیرت دلائی۔ اور ہمت والون کو ہمت۔ مگر خدا تو کوئی جسمانی بت نہین۔ جسکی راہ جسمانی ہو وہ تو روح سے بھی الطف ہے اس لئے اوسکی راہ روحانی ہی ہو سکتی ہے۔ پھر یہہ کسطرح ممکن ہے کہ خدا کوشش کرنے کو بھی فرمائے۔ اور اوسکی راہ نہ بتاسے۔ قرآن مجید اسی لئے تو نازل ہوا کہ انسان مزکی و مطہر ہو کر خدا رسیدہ ہو اور مراد کو پہونچے۔

اب مین قرآن مجید سے وہ لکھا چاہتا ہون کہ روحانی راہ خود خداوند عالم نے کیا تعلیم فرمائی ہے انہ لقول مفصل بے شک قرآن ہی قول فیصل ہے (الطارق)

الم۔ ذالک الکتب لا ریب فیہ ھدی للمتقین یہ قرآن وہ ہے کہ اسمین شک کو دخل ہی نہین۔ یہہ متقیون کو ہدایت کرنے والا ہے (بقرہ ۱) لا ریب فیہ اور لا ریب فیہ من رب العلمین دونون قرآن مجید مین موجود ہین۔ دونون طرز کلام ہین۔ تو دونون کے دو معنی بھی ہین۔ لا ریب فیہ کے معنی ہین کہ اس مین ریب اور شک کو دخل ہی نہین۔ جو مین نے ترجمہ کیا ہے۔ یعنی یہہ سراسر حق ہی ہے۔ اور لا ریب فیہ من رب العلمین کے معنی ہین۔ کہ قرآن کے خدا کی طرف سے ہونے مین شک ہی نہین۔ بہر کیف۔

غور و فکر کی جگہ یہہ ہے۔ کہ قرآن مجید جو متقیون کے لئے ہادی ہے۔ تو وہ کونسی ہدایت ہے جو بعد

اتقا ملتی ہے۔ اسی ہدایت کا نام تصوف پڑ گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ہدایت بھی اسی کتاب قرآن مجید سے ہی ملتی ہے۔ اور اس کا ہادی بھی قرآن ہی ہے اس لئے تصوف حقیقی کی تعلیم تمہین قرآن مجید ہی مین سے گی۔ تو اب سے اسکو زہد خشک نہین بلکہ زہد تر سمجھو۔

یہہ ہدایت جو بعد اتقا ملتی ہے یہہ ہدایت صراط مستقیم کی ہے۔ جو سیدہی خدا تک گئی ہے جسکا پتہ سورۂ فاتحہ سے ملتا ہے۔ سورۂ فاتحہ پڑہ جاؤ۔ اسلام کے بعد۔ ایمان کے بعد۔ اسکی حمد کے بعد اخلاصمندانہ عبودیت اور استعانت کے بعد۔ خداوند عالم اس ہدایت طلبی کی ہدایت فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم اے خدا ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت کر۔ پھر وہ کونسی ہدایت ہے۔ جو اتنے مدارج طے کرنے کے بعد ملتی ہے۔ اور جسکی درخواست ہر نماز مین۔ اور ہر نماز کی ہر رکعت مین کی جاتی ہے۔ یہ صراط مستقیم غور کرنیکی چیز ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ جسکا دوسرا نام دوسری صدی مین تصوف پڑ گیا تو صراط مستقیم کو خود خدا فرماتا ہے۔ انک لتھدی الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض ۔ اے رسول بے شک تم صراط مستقیم کی ہدایت کرتے ہو۔ صراط مستقیم ہے کیا۔ یہہ صراط اللہ ہے۔ خدا کی راہ ہے ایسا خدا کہ آسمان و زمین مین جو کچھ ہے سب اسی کا (شوری ۱۰) صراط مستقیم کو خدا نے فرمایا کہ یہہ صراط اللہ ہے۔ اے لوگو! ایمان لاؤ کہ خدا کی راہ آنحضرت نے قرآن دیکر تعلیم فرمائی ہے۔ اگر یہی صراط اللہ تصوف ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید سے تاریخ تصوف مین مینے بیان کیا ہے۔ تو یہہ حقیقی اسلام ہے قرآن کے اندر۔ اور اگر تصوف خدا کی راہ نہین تو یہہ کسی طرح کام کی چیز نہین اسی صراط اللہ کا نام قرآن مین صراط العزیز الحمید بھی ہے

صراط اللہ اور دین اللہ۔ دین قیم ایک چیز ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا قل انی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفا کہدو کہ بے شک خدا نے صراط مستقیم کی طرف میری ہدایت کی ہے جو ٹھیک دین ہے یعنی ملت ابراہیم جو یکسو ہو رہے تھے (الانعام ع ۲۰) صراط اللہ کا ہرو (صوفی)

یکسو ہوتا ہے اقم وجھک للدین حنیفا قایم رکھو اپنی توجہ کو دین کے لئے یکسو ہو کر۔ (یونس ع ۱۱) للذین فرمایا یعنی یکسو ہو کر دین سے غافل نہو جاؤ۔ احکام شرعیہ سے کسی حال مین چھٹکارا نہین۔ اسی صراط اللہ کی صفت ہے دین خالص بھی الا للہ الدین الخالص آگاہ رہو دین خالص خدا ہی کے لئے ہے (زمر ع ۱) اسی صراط اللہ کا نام طریق احسان بھی ہے ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن اوس سے کسکا دین بہتر جس نے تسلیم توجہ خدا کو کیا۔ اور وہ احسان کی راہ چلنے والا ہو۔ صراط اللہ کا رہرو (صوفی) اپنے نفس کو بیچ دیتا ہے۔ تاکہ خدا کی رضا اوس کے عوض مین ملے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ (بقرہ ع ۲۴) وہ خدا کو مضبوط پکڑ لیتا ہے۔ تو اوسے صراط اللہ (تصوف) کی راہ دکھائی جاتی ہے ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم (ال عمران ع ۹) صراط اللہ پر پڑ لینے سے اوسے عین الیقین یعنی ایمان ثانی نصیب ہوتا ہے جبکو خدا نے فرمایا۔ یا ایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ (نساء ع ۲۰) جب صراط اللہ کے رہرو اس صفت پر پہونچتے ہین۔ کہ خدا نے اونہین دوست رکھا۔ اور اونہون نے خدا کو یعنی وہ یحبونہ تو یہی اولیا اللہ ہین۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ جو خدا کو دوست رکھتے ہین تو خدا نے فرمایا الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (یونس ع ۷) بے شک اولیاء اللہ کو نہ خوف ہوتا ہے نہ وہ محزون ہوتے ہین۔ کیونکہ یہہ تو دار السلام مین ہین۔ جو مقام خدا کے قرب مین ہے لہم دار السلام عند ربھم (انعام ع ۱۵) اے لوگو! خدا تمہین اسی دار السلام کی دعوت دیتا ہے واللہ یدعوا الی دار السلام (یونس ع ۳) مگر یہہ ہر کے نصیب کا حصہ نہین۔ کیونکہ اسی کے بعد فرماتا ہے۔ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم تصوف کی راہ ہر کو نہین۔ بلکہ جسکو وہ چاہتا ہے اوسکو دکھاتا ہے۔

صراط اللہ کا رہرو (صوفی) دار السلام مین داخل ہوتا ہے۔ جو مقام قرب ہے۔ خدا نہین ہو جاتا۔ حاشا نہین ہو جاتا اللہ اللہ ہے بندہ بندہ ہے۔ وجود اوس کے لئے ہے۔ یہہ نہین ہے۔ عدم وجود اسکے لئے ہے۔ اسکی ظاہر ہستی دیکھنے ہی کی ہستی ہے کہ ہے اور نہین ہے۔

آجکل کے مسلمانون مین جو آیتین بیان ہوئین اونکا اور ایسی کل آیتون کا ترجمہ ہی کر دینا سمجھا جاتا ہے کہ سمجھ مین بھی آگئین اور عمل مین بھی آگئین۔ کیونکہ ان کے نزدیک قرآن مین چند مجمل احکام کے سوا اور ہے کیا۔

قرآن مین احکام و ہدایات ہین۔ جو صریح ہین اون کو مین احکام کہون گا۔ اور جو غیر صریح اشارۃً۔ کنایۃً۔ اور حکایۃً ہین اون کو مین ہدایات کہونگا۔ احکام و ہدایات ظاہری کی تعمیل شریعت ہے۔ باطنی اور روحانیت کے ساتھ تعمیل طریقت ہے۔ شریعت و طریقت کے ملنے سے جو انکشاف ہوتا ہے وہ حقیقت ہے شریعت و طریقت کروفی ہے۔ اور حقیقت بطور نتیجہ شدنی و دیدنی۔ اسلام ان سب کا مجموعہ ہے۔ مثلاً نماز پڑھو تلاوت قرآن کرو۔ شریعت ہے۔ اسی کو معانی و مفہوم خدا کی یاد۔ دہیان بحضور قلب خشوع و خضوع اخلاص و یکسوئی کے ساتھ ادا کرو تو طریقت ہے۔ اس سے جو تم پر وارد ہوگا۔ وہ حقیقت ہے۔ اسلام ان سب کا مجموعہ ہے۔ سمجھنے سمجھانے کے لئے مختلف نام رکھے گئے مضایقہ نہ تھا۔ مگر تفرقہ پڑگیا۔ غرض اسی روحانیت اسلام کا نام تصوف پڑگیا ہے۔ مین دکھاؤن گا کہ ریاضات تصوف جو رسوم سے پاک ہین۔ اسلامی الاصل ہین۔

شریعت تو شریعۃ الحق مین دیکھو۔ روحانی راہ کا جو دعظم اخلاق ہے۔ اس لئے مین پہلے اخلاق کو بیان کرونگا۔ پھر مجاہدات و ریاضات کو بیان کرونگا۔

اخلاق کا طرز بیان

اخلاق کے متعلق کتابین لکھی گئی ہین مگر اوسکے اجزا منتشر کرکے بیان کئے گئے ہین جس سے اوسکی کما حقہ تعمیل اک طلسم کشائی سے کم نہین رہی اس سے دماغ منتشر اور مطلب فوت ہوجاتا ہے۔ مینے اس طرز بیان سے اختلاف کیا ہے۔ اور اخلاق کو اصول و ارکان و دوائر کے علمی لباس مین لپیٹ قرآنی راستہ کیا ہے۔ تاکہ دماغ مجتمع ہو اور اصول اخلاق کم سے کم نصب العین ہو جائے۔ اور صفات اخلاقی سہل الحصول ہو جائین۔

اس مین شک نہین کہ اخلاق تصوف کا اک جزو اہم ہے جن لوگون نے تصوف ہی کو اخلاق کہا۔ اونہون نے بھی مطلق غلطی نہین کی۔ تو اگر مین اخلاق کے اجزا کو تفصیل وار موجودہ روش سے بیان کرون تو کتاب ضخیم ہو جائے گی۔ جسکی فہرست بھی طالب حق کو یاد نہ رہ سکے گی۔ اور اون کی تکمیل کی توقع تو کجا ماسوا اسکے مجکو بمعتبری جگہ عام خیال سے اختلاف کرنا پڑیگا۔ اور اختلاف قصے قضیئے کی بنا ہے۔ اسمین مطلب فوت ہو جاتا۔ اور بحث قایم رہجاتی ہے۔ پھر اوس مین طبع آزمائیان ہونے لگتی ہین۔ اور مطلب کہو جاتا ہے۔

مثلاً۔ توکل مین کہون گا کہ توکل کے یہہ معنی نہین کہ ہاتھہ پاؤن توڑکے بیٹھہ رہو۔ یہہ روش حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اور خدا کی دی ہوئی نعمتون کی ناشکری۔ بلکہ توکل کے معنی ہین۔ کہ جو کچھ کرو وہ خدا کے بھروسے پر کرو۔ توکل تو کسب و اکتساب کو روکتا نہین۔ بلکہ کسب و اکتساب ہی کے ساتھہ تو توکل ہے۔ اگر توکل کے معنی ہاتھہ پاؤن توڑکر خلوت نشینی کے ہوتے تو سارے صحابہ خلوت نشین ہو جاتے اور دین اسلام چند کو ٹھڑیون مین مدفون ہو جاتا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ جب عزم و ارادہ کرلو تو خدا پر بھروسا کرو (ال عمران ۱۷۰) توکل بعد عزم و ارادہ کے ہے۔ یہہ نہین کہ جب کام کا عزم کرلو تو کام چھوڑکر بیٹھہ رہو یہ تو توکل نہوگا۔

اسی طرح مثلاً قناعت کو لو۔ مین کہون گا کہ قناعت کے یہہ معنی نہین کہ زیادہ حاصل نہ کرو۔ یا زیادہ خدا دے تو اوس سے انکار کرو۔ بلکہ قناعت کے معنی ہین کہ جو کچھ خدا نے تمہین دے رکھا ہے اوس پر راضی رہو۔ تمہارا دل وا دیلا۔ اور فریاد نہ کرے۔ رضا عام ہے۔ ہر طرح کی مصیبتون اور آفتون مین عالم کے ہر ایک واقعات مین راضی برضا ہونا رضا ہے اسکی شاخین ہین۔ مال و زر مین رضا قناعت ہے۔ اور مصیبتون مین رضا صبر۔ یہہ قناعت تمہین مزید اکتساب مین معین ہوگی۔ کیونکہ قناعت موجب ہوگی۔ جمعیت خاطر کی۔ اور ہر کام کا دینی ہو یا دنیاوی رأس المال جمعیت خاطر ہی ہے۔ جسے قناعت کے

حاصل ہو نہین سکتی۔

صبر کو لوہین کھون گا کہ صبر یہہ نہین ہے کہ تکلیف محسوس کرنے کا حس باطل ہو جائے یہہ تو خلاف فطرت اور شقاوت ہے۔ صبر یہہ ہے کہ تکلیف کی باتون مین تکلیف محسوس ہو۔ مگر اسکو سکون دلی کے ساتھہ برداشت کرلو۔ جیسے انبیا نے تکلیف محسوس تو کی لیکن سکون کے ساتھہ برداشت کرلیا۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا ولقد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون لوگ جو کہتے ہین اس سے جو حزن و ملال تمکو پہونچتا ہے ہم جانتے ہین۔ یعنی اگر تکو بھی حسب اقتضائے فطرت بدکلامیون کی تکلیف پہونچتی تھی تو فطرت کی تکمیل کرو۔ فطرت کو مٹانا نہ دو۔ تکلیف محسوس کرنے کے بعد برداشت کر لینا۔ اور راضی ہونا سخت مشکل کام ہے یہ فطری قوتون سے کام لینا ہے۔ اسی لئے اسکے مدارج بھی بڑے ہین۔ ورنہ انسان کے لئے پتھر ہو جانا کونسی صفت ہے۔

ان جھگڑون مین پڑنا مجھے اوس وقت جائز ہوتا جب مین طالب کو اصطلاح کی زنجیرون مین جکڑنا چاہتا۔ اور بجاے طلب حق کے اوسکو طالب مقامات بنانا پسند کرتا۔ کہ وہ توکل پر قدم راست کرے۔ قناعت پر قدم راست کرے۔ اور اسی رفتار مین وہ لنگڑا۔ اور اسی اولجھاؤ مین وہ اولجھا رہجائے اور ایسا اولجھے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتین اوس سے ضایع ہون۔ اور خدا کے بھیجے فرمانون اور بھیجے حقوق کی اوس سے حق تلفی اور نافرمانیان سرزد ہون۔ طالب مقامات کے لئے تو وہ طرز بیان ہے۔ جو مروج ہے۔ اور طالب حق طالب مقامات نہین وہ تو اوس کی رضا کا طالب ہے اس لئے لازم ہوا کہ مین خدا کی رضا سے آگاہ کردون۔ جو عین اصول اخلاق ہے۔ اور اوسکے ارکان کو بیان کردون۔ جو ان سارے مقامات کو حاوی ہے۔ تاکہ نظر مقصود سے بے راہ نہو۔ اور اخلاق کی کل باتین بہ پابندی اصول اور بطور عبادت ابتغاءً لمرضات اللہ کے اصول پر انجام پائین۔ اور کہین پر سے عدول حکمی یا تجاوز عن الحد ہونے کا دہبہ نہ آئے۔

اصول اخلاق یا رضائے مولیٰ

خدا کی مرضی خدا کے افعال سے سمجھو۔ اوس نے تمکو پیدا کیا۔ تم مین طرح طرح کی قوتین ودیعت رکھین دنیا بنائی تو اوسے بھی طرح طرح کی نعمتون سے آراستہ کیا۔ دونون مین خطرتی تعلقات قایم کردئے اس سے خدا کی مرضی تم پر کھلی ہوگی۔

خدا نے دنیا کا باغ لگایا ہے۔ اوسکی مرضی ہے کہ یہہ پھولا پھلا رہے۔ ہرا بھرا رہے اس باغ کے سارے پودے اپنے اوپر تمان تک اوٹھین اور اپنی پوری شگفتگی پر شگفتہ ہون۔ اوسی طرح تمکو بنایا۔ طرح طرح کی قوتین تمکو دین تاکہ یہہ متضاد قوتین انسانی سرزمین مین پرورش پاکر اپنے اپنے پورے کمال وعروج پر پہونچین۔ اور یہہ قدرت کا ملہ آشکارا ہو کہ اک خاکی مخلوق خلیفۃ اللہی کے تاج کا شایان ہوکر ملک وملکوتیون پر حکمرانی کرے۔

تو اے روح۔ عالم کو دیکھہ۔ اور اوسکے اسرار کو سمجھ اپنے مین غوطے لگا۔ اور اپنی تہہ لے۔ تو اس باغ کا باغبان بنائی گئی ہے باغبانی کر۔ دنیا کو دیکھہ۔ دنیا دی مخلوق کو ان کے تعلقات کو۔ ان کے حقوق کو اور اپنے کو دیکھہ اپنی قوتون کو۔ اپنے اوزار کو۔ اور اپنے فرایض اور اونکے طریقہ انجام کو۔ اگر تو نے ٹھیک دیکھا ٹھیک سمجھا۔ اور اپنے فرایض کی ٹھیک طور پر تعمیل کی تو یہی انسانیت اور کمال انسانیت ہے۔ خدا نے تجھے انسانی جامہ دیا ہے۔ تو انسانیت سیکھہ۔ انسان بن۔ انسان کی کمال ترقی دولت وثروت مین ترقی کرنا نہین ہے۔ دولت وثروت کی ترقی تو دولت وثروت کی ترقی ہے انسان کی ترقی انسانیت مین ترقی کرنا ہے جسوانی کدورتون سے نکل کر انسانی صفا حاصل ہو۔ دل دماغ کے زنگ کو صاف کرکے پردے اوٹھین۔ عشق ومحبت پیدا ہو۔ تجھ مین پرواز آئے۔ صراط اللہ تو روحانی پرواز ہے۔ خدا کا مست پروردہ پرند ہو۔ آسمانون سے گذر۔ اور بلبل بنکر ایوان وصل کے گلزار

مین جسکا نام بہشت برین رکھا گیا ہے۔ پھچھے کر یہی اوسکی مرضی ہے۔ اور یہی پرس کے دن کی کامیابی
انہین باتون پر فکر کرنے بنیاد ڈالی اعلاق کی۔ اور یہی رضائے مولی کی تلاش نے ہدایت
کی اصول اخلاق کی تو جتنی قوتین اور نعمتین ظاہری یا باطنی خدا نے دی ہین۔ اونکو انہین کامون مین
لگانا جن کامون کے لئے وہ ملی ہین۔ اور اونہین حدود کے اندر جو حدود اون کے مقرر کئے گئے
ہین یہی خدا کی رضا۔ اور یہی اصول اخلاق ہے۔ اسکو علمی پیرایہ مین اصولی طور پر سمجھنا چاہو تو یون سمجھو
کہ نعمائے الہیہ کا استعمال صحیح رضائے مولا اور اصول اخلاق ہے۔ اسکو قرآنی اصطلاح مین
سمجھنا چاہو تو اتقا یعنی تجاوز عن لحد سے بچنا اصول اخلاق ہے۔ بات ایک ہے جب تجاوز
عن الحد سے آدمی بچا تو نعمائے الہیہ کا استعمال صحیح ہو گیا۔ اتقا کے معنی چوری اور زناہی سے بچنا
نہین ہے۔ بلکہ ہر قوت اور نعمت کو نہ استعمال کرنے یا بیجا استعمال کرنے سے بچنے کا نام ہے۔
غرض یہہ یاد رکھو کہ اتقا یا نعمائے الہیہ کا استعمال صحیح اصول اخلاق ہے۔
یہہ کوئی میرا ذاتی خیال نہین ہے مین کیا اور مجھ آلودۂ گناہ کا خیال کیا۔ بلکہ خدا نے ہمکو اصول اخلاق
کی یہی تعلیم دی ہے۔ اوس نے فرمایا ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم (التکاثر) جو نعمتین خدا نے تمہین
دی ہین انکی نسبت تم سے باز پرس ہو گی۔ کہ تم نے اون نعمائے الہیہ کا استعمال کسطرح کیا۔ اگر صحیح
کیا تو فائز المرام ہو گے۔ اگر غلط کیا تو اپنے کئے کو بھگتو گے ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم
بہ اللہ۔ جو کچھ تمہارے دل مین ہے ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ خدا اوسکا حساب لیگا۔ (بقرہ ۳۷)
جو نعمتین خدا نے دی ہین۔ اور جن جن کامون کے لئے دی ہین اونکی عقل و تمیز دیکر اور پیغمبر اور
کتاب بھیجکر ہمکو پوری طرح ہدایت کر دی ہے۔ مذہب نے یہی تو کیا ہے۔ کہ ظاہری اور باطنی قوتون
اور نعمتون کے طریقہ استعمال اور اونکی حد بندیون سے آگاہ کیا اور ہوشیار کیا ہے۔
خدا نے اصول اخلاق کی طرح طرح سے ہدایت فرمائی ہے۔ وھو الذی جعلکم خلئف فی الارض

ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فی ما اٰتٰکم خدا ہی نے تمکو دنیا مین اپنا خلیفہ بنایا اور ایک دوسرے کا درجہ ایک دوسرے سے بلند کیا۔ تاکہ جو کچھ خدا نے تمہین دے رکھا ہے۔ اوس مین تمہاری آزمایش کرے (انعام ع۲۰) خدا نے ہمکو اپنا خلیفہ بنایا اور نعمتین دین تاکہ اصول اخلاق کی تعمیل کی آزمایش کرے کہ ہم نے نعماے الہیہ کا استعمال کس طرح کیا لیبلوکم فیما اٰتٰکم اصول اخلاق ہی کو بتا رہا ہے۔ اس امتحان مین اگر ہمارے کارنامے ٹھیک اترے تو نجات ہے۔ وان لیس للانسان الا ما سعٰی وان سعیہ سوف یرٰی (النجم ع۳) انسان کے لئے تو وہی ہے جو اوس نے سعی و کوشش کی عنقریب اوس کی کوششون کی دیکھ بھال ہوگی۔ یعنی تم پر جواب دہی اون قوتون اور نعمتون کی نسبت ہوگی جو تمکو ملی ہین۔ اور اون کوششون کی نسبت جو اون کو کام مین لانے کے لئے تم کروگے۔ مثلاً اگر تمکو آنکھین نہین ملین۔ کان نہین ملے۔ عقل و تمیز نہین ملی۔ ہوش و حواس نہین ملے۔ دولت و ثروت نہین ملی۔ تو ان نعمتون کی نسبت باز پرس بھی نہین۔ اگر ملین تو تم نے بیجا صرف کیا تو یہی تو ظلم اور تجاوز عن الحد ہے ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ جس نے حد سے تجاوز کیا اوس نے اپنے اوپر ظلم کیا (طلاق ع۱) ظلم بے جگہ کرنے ہی کو کہتے ہین۔ تو ظالم کو خدا پسند نہین کرتا اذکروا نعمۃ اللہ اور اشکروا نعمۃ اللہ خدا کا فرمان ہے۔ خدا کی نعمتون کو یاد کرو۔ اور خدا کی نعمتون کا شکر کرو۔ تو یاد کرنا یہ نہین ہے کہ زبان سے اوس کی نعمتون کو گنو۔ کہ تمہارے بیان کی قدر کی جائے کیونکہ تم گن نہین سکتے۔ یا اوس کا شکر کرنا یہ نہین ہے۔ جیسے اجہل لوگ شکریہ ادا کرتے ہین۔ بلکہ اوس کی نعمتون کا یاد کرنا یہ ہے۔ کہ اوسکی نعمتون پر توجہ کرو۔ کہ یہ نعمت کیون ملی ہے۔ اسکا مصرف کیا ہے۔ اور کس حد تک ہے۔ اور شکر یہ ہے کہ اون کو اونہین کاموں مین لاؤ جنکے لئے وہ ملی ہین۔ اور اونہین حدود کے اندر۔ مثلاً بغض قوت کی حد بندی کو بھی تجھے بتا دینا چاہئے۔

مثلاً خدا نے انکھ دی تو اس لئے دی کہ اس سے مظاہر قدرت دیکھو کتاب اللہ سے فیض یاب ہو سکو۔ اور ضروریات فطری انجام دے سکو۔ اور علوم و فنون ایجادات و اختراعات سے خلق اللہ کی خدمت کر سکو اور خدا رسی کے ذرایع حاصل کر سکو۔ اس لئے نہیں دی کہ کسی کو بری آنکھون دیکھو۔ اور نگاہ کو۔ اور نگاہ کی راہ سے دلون کو ناپاک کرو۔ اسی طرح اوس نے جوش دیا ہمت دی اس لئے کہ تم ہر طرح کی ترقی اور خدا رسی کی راہ مین تیز رفتار بنو۔ یہہ نہین کہ جوش کو غصہ بنا دو اور ہمت کو حرص و ہوس۔ علی ہذا ایسے کل اوامر و نواہی کی ہدایت جو مذہب سے ملتی ہے عقل کی صحت رفتار کی کسوٹی ہے۔

تخونوا

جتنی نعمتین اور قوتین تمکو ملی ہین یہہ سمجھو کہ یہ خدائی امانت ہے۔ تو اس مین خیانت نکرو یاایھا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا امٰنٰتکم وانتم تعلمون اے ایمان والو خدا اور رسول اور اپنے آپس کی امانت مین خیانت نکرو۔ تم تو سمجھ دار ہو (انفال ع ۳) خدا کی امانت تو نعماے الہیہ ہین۔ اور رسول کی امانت قرآن مجید جو وہ دے گئے ہین۔ اور آپس کی امانت کو ہر کوئی جانتا ہے۔ تو ان امانتون مین خیانت نکرو۔ خدا کی امانت کی خیانت یہہ ہے کہ نعماے الہیہ کو بے جگہ صرف کرو اور امانت رسول کی خیانت یہہ ہے کہ قرآن مجید کی خلاف ورزی کرے۔ اے لوگو! ایسی خیانتون سے بچو اور اصول اخلاق (اتقا) کی نگہداشت کرو۔

اس اصول کو یاد رکھنا چاہیئے اور خدائی نعمتونکو خیال کرنا چاہیئے کہ کون کونسی قوتین ملی ہین اور کن کن اغراض کیلئے ہر کام مین یہہ اصول مدنظر رکھنا چاہیئے کہ یہہ اصول نصب العین ہو جاے اور ابتغاء مرضات اللہ خدا کی رضا جوئی روش زندگی ہو جاے۔ ریاضت و مجاہدہ یہہ ہے کہ کسی قوت کو بے جگہ نہ ہونے دو ان اکرمکم عند اللہ اتقکم خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے۔

تفصیلاً قرآن مجید کی آیتین تو آیندہ دی جائینگی۔ جہان اسکی تقسیم کی گئی ہے۔ مگر یہان پر ایک بات اور خیال کرنے کی ہے۔ کہ ایک قوت کو کام مین لانے کے لئے اور قوتین درکار ہوتی ہین۔ خدا نے ان قوتون اور ان صفتون کا بھی عجب سلسلہ قایم کر دیا ہے۔ جو ظاہر آنکھ مین نہین آتا۔ اوس خدا نے جس نے ستارون مین سلسلہ اور تعلقات قایم کئے ہین۔ جو انسانی سمجھ سے پرے ہے۔ اوس خدا نے

جس نے وہی سلسلہ قرآن کی آیتون مین قایم کیا ہے۔ دونون سلسلہ ایک ہین۔ اور خدائی سلسلہ ہے۔ جو انسانی سلسلہ سے مختلف ہے۔ اوسی خدا نے انسانی قوتون اور انسانی صفات مین بھی اک خاص سلسلہ قایم کردیا ہے۔ تو جہان تک اس سلسلہ کی یافت ہوسکے۔ ایسا نہ کرو کہ وہ سلسلہ ٹوٹنے پائے۔ ورنہ یہہ عروۃ الوثقیٰ ٹوٹ جائے گا اور تم زمین پر آتے رہو گے۔

مثلاً خدا نے خواہش کی قوت دی۔ قوت فہم اسکی محرک ہوئی تو یہہ ہوس ہوئی۔ ہوس تیز رفتار ہو کر طلب ہوئی۔ طلب رسا ہو اس لئے اوس نے قوت محنت دی۔ طلب محبت کی معتدل آمیزش سے طلب مودت ہوجاتی ہے۔ مودت تہکے نہین اس لئے اوس نے ہمت دی۔ ہمت ہمت نہ ہارے اس لئے مودت مین اک حرارت پنہان رکہی۔ یہہ حرارت جب بھڑکتی ہے تو مودت محبت ہوجاتی ہے۔ ان صفات کی حفاظت اور استقامت سے محبت رسا ہو کر خلت ہوجاتی ہے۔ مگر محبت خدا جلد باز رہے۔ اس لئے اوس نے صبر دیا۔ صبر سکون بخش ہے اس لئے اوس نے مادہ شکر دیا۔ شکر امید وار بنا کر باعث توسل ہوتا ہے۔ از دیاد نعمت کا۔ مگر شکر خنک رفتار ہے اس لئے ہمت توکل کے ساتھہ ملی۔ اس حال مین پہونچکر خلت عبودیت ہوجاتی ہے۔ اور انسان رضا کے مقام مین پہونچکر خدا کی جیتی جاگتی کل بن جاتا ہے جس سے اعمال حسنہ ڈہلنے لگتے ہین۔ یہ سلسلہ اک عجیب خدائی سلسلہ ہے۔ وما یتذکر الا اولوا الالباب یہ سلسلہ صفات تو ایک علم علیحدہ ہونا چاہیے۔ اسکی وسعت مزید تفصیل کی اجازت نہین دیتی۔ قصے بھی ہمارے فکر کرنے کے لئے خدا نے بیان کئے ہین فاقصص القصص لعلہم یتفکرون قصون مین بھی بزبان دیگر ہماری ہدایت و نصیحت ہی کی گئی ہے خدا نے فرمایا وابتغ فیما اٰتٰک اللہ الدار الاٰخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ علیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین (قصص ۸)

جو کچھ خدا نے تمکو دیا ہے (یہہ بہت علم ہے۔ قوتون کو بھی شامل ہے۔ اور مال و خزانہ کو بھی آخر مال و زر بھی تو ایک قوت ہی ہے۔) اون سے دین کے فوائد ڈہونڈہو۔ اور دنیا کے فوائد کو نظر انداز نکرو (نہ دین کو

بھولو نہ دنیا کو۔ نہ تم دین سے نکل سکتے ہو نہ دنیا سے۔) تو جیسے اوس نے تم پر احسان کیا اور نعمتین دی ہین تم بھی احسان کی راہ چلو۔ اور دنیا مین فساد نہ پھیلاؤ (کہ لگو تو تن کو بیجا صرف کرنے) خدا فسادی کو پسند نہین کرتا۔ ساری قوتین ہمین کس کام کو ملی ہین۔ اور کن کن خدمتون مین ان سے کام لینا چاہیے۔ اور کس حد تک وہ قرآن مجید مین خدا نے تعلیم فرمایا ہے۔ ربنا الذی اعطی کل شی خلقہ ثم ھدی خدا ہی نے ہر شے کو اوسکی فطرت پر پیدا کیا، اور اوسکی فطرت کے مطابق اوسکے فرائض کی ہدایت کردی ہے۔

جب مینے اصول اخلاق کو بیان کیا کہ یہہ نعماے الہیہ کا استعمال صحیح ہے۔ تو مجھے کسی قدر نعماے الہیہ کو بھی بیان کردینا چاہیئے۔

نعماے الہیہ

ہم جہانتک غور و فکر کرتے اور ڈوبتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ذرۂ وجود قیام و نظام وجود کا ایک جزو ہے اس لئے سارے موجودات کے تعلقات ایک دوسرے کے ساتھ بظاہر یا پوشیدہ براہ راست یا کچھ سلسلے طے کرکے وابستہ ہین۔ ہر جزو وجود ہر موجود کے لئے اک نعمت ہے۔ کیا آسمان و کیا زمین اور جو کچھ بھی ان دونون مین ہے۔ ہم آگاہ ہون یا نہون۔ مگر وہ ہمارے لئے نعمت ہے۔ اسی لئے ان پر بواسطہ یا بلاواسطہ ہماری دسترسی بھی دی گئی ہے۔ یا ہم کو ان سے فوائد بھی پہونچ رہے ہین ھو الذی خلق لکم ما فی السموٰت وما فی الارض مگر کون ہے جو ان بے تہاہ نعمتون کی فہرست کرسکے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا لیکن مین اس وقت اون نعماے الہیہ کی طرف توجہ کرنی چاہتا ہون جن پر ہمکو دست رسی دی گئی ہے۔ اور جنکے بننے بگڑنے سے براہ راست ہم بنتے بگڑتے ہین یعنی مین اسوقت دو گھونٹ اوس بھرنے سے پینا چاہتا ہون جو روحانیات اور ملکوت عالم مین بہایا گیا ہے۔ جسکا پانی خوشگوار شیرین اور آب حیات ہے۔ وہ صفات کے جھرنے ہین جو اخلاق کی سرزمین مین بہتے ہین۔

اے تجربہ نما ہستی جسے ہر کوئی ہم کہتا ہے جسکی صورت و سیرت جسم و روح سے مشترک ہے۔ اور جو ان

دونون سے بالاتر ہے۔ اگر اس دنیا مین معرکہ مارنے آئی ہے۔ کہ انسانیت کے زرخیز و مشک خلد ممالک مین بادشاہین کو خلیفۃ اللہی کا تاج سر پر رکھے تو جسم کے جنگی جہاز کو سامان جنگ سے آراستہ کرکر روحانی برقی قوت کو حرکت دے۔ کہ جہاز پوری رفتار سے روان ہو۔ دیکھہ وہ نفس و شیطان کا جہاز مقابلہ مین پھر پرا اڑے چلا آرہا ہے۔ ہوشیار ہو۔ ہوش و حواس کے سرچ لائٹ سے دیکھہ۔ صفات کے شکر کو آراستگی کا حکم دے۔ عقل و خیال کے توپچیون کو ہدایت کر۔ کہ ہمت مردانہ کے ساتھہ طلب و محبت کی شین گن کا نشانہ مہلک کرین۔ اور ذکر و فکر کے گولون کی ضربون سے دشمن کا جہاز ڈبو دین اور برائیون کی آبادی کو خاک سیاہ کردین۔ صفات کے افواج کو دشمن کے ساحلون پر اتار دے۔ اور اطمینان و سکون ابدی کے خزانون پر جو دشمنون سے گھرا ہوا ہے قبضہ کر۔ دیکھہ دشمن کا جہاز تیرتی پر ہے۔ اور اوس کی انبوہ فوج ہیبت و ہلاکت بھی ہے۔ مگر تو پرواہ نکر۔ تیرے صدق کی آبدوز کشتی اور تیرے اخلاص کا تارپیڈو اوسے آن کے آن مین تباہ کردیگا۔

اخلاق کے متعلق جو صفات باتون مین عنایت ہوئی ہین وہ منتشر نظر آتی ہین۔ اس لئے ان منتشر موتیون کو مین علمی لڑیون مین گوندھنا چاہتا ہون۔ تاکہ انتشار دور ہو اور سلسلۂ اصلاح کے قایم کرنے مین سہولت پیدا ہو۔ مینے ان موتیون کی چار لڑیان بنائی ہین یعنی اصول اخلاق کے چار رکن ہین جن سے بہتیرے صفات نکلتے یا جن مین بہتیرے صفات منسلک ہین۔

(۱) قوت خیال و ادراک (۲) قوت شہوت و خواہش (۳) قوت غضب و جلال (۴) قوت انضباط و اتقا۔ باقی صفات انہین صفتون کے افراط و تفریط بڑھنے گھٹنے ترکب و آمیزش معتدل اور غیر معتدل ہونے سے پیدا ہوتے ہین۔ ان قوتون کی اصلاح اصلاح نفس ہے قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا مراد کو پہونچا جس نے تزکیہ نفس کیا اور گھاٹے مین رہا جس نے اوسکو بادیا۔ (الشمس) اسی لئے اصلاح نفس کو خدا نے فرض و لازم کیا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم اے ایمان والو اپنے

نفس کی اصلاح اپنے اوپر لازم کرلو۔

(۱) قوت خیال و ادراک کو لو۔ خدا نے جب یہہ قوت اور نعمت تمہین دی ہے۔ تو اسکا جائزہ بھی دو ضرور لیگا کہ یہہ روبراہ رہی۔ یا بدراہ ہوئی۔ یہہ اک عجیب نعمت ہے۔ بجلی سے تیز۔ روح سی لطیف۔ ساری قوتون سے قوی تر۔ اور وسیع تر ایسی کہ سارا وجود ہی خیال نظر آتا ہے۔ سارے افعال و حرکات کی کنجی یہ خیال ہے۔ تو اس قوت کو خدا کی تعلیم کے مطابق راہ پر لگاؤ۔ افراط و تفریط سے بچاؤ۔ اور نافرمانیون مین بے راہ ہونے نہ دو۔ ایسا نہین ہے کہ یہ قوت مطلق العنان کردی گئی ہے۔ بلکہ قوت خیال و ادراک کی روک تھام کے لئے قوت انضباط و قوت اتقا بھی خدا نے دی ہے۔

اگر قوت خیال و ادراک کی رفتار صراط مستقیم پر ہوگی تو اوسکو اولاً اپنی ہستی کا علم ہوگا۔ کہ مین ہون۔ پھر اپنے بنانے والے کا۔ پھر اوسکی قدرتون یعنی قانون قدرت کا۔ پھر اوسکے قیام وجود کے نظم و انتظام یعنی قانون فطرت کا۔ اس سے ضرورت محسوس ہوگی۔ رسالت اور کتب الہیہ کی۔ پھر کتاب الٰہی پر عمل موجب ہوگا۔ انسانیت کے کمال ترقی کا۔ اس سے ہوش آئیگا تحفظ نفس کا جسمین داخل ہے تحفظ ایمان۔ تحفظ جسم و جان۔ تحفظ آبرو تحفظ آزادی رائے و اطوار یعنی ساری قوتون کا تحفظ جسے تحفظ نفس کہو وما یتعلق بالنفس۔ پھر اس تصحیح خیال سے حاصل ہوگی جودت۔ رائے صائب۔ جمعیت خاطر۔ بلند ہمتی۔ حکمت و فراست۔ اور عصمت۔ یہ کرامات صفات محمودہ کی ہین۔ اور اگر یہہ قوت ادہر۔ اور ہر افراط و تفریط کے گڑھے مین گری تو یہ صراط کے دونون ہی جانب جہنم ہے۔

اگر قوت خیال افراط کی راہ چل کر بدراہ ہوئی تو غرور۔ ہمہ دانی انانیت۔ خودبینی۔ خودپرستی و لاف و گزاف۔ بہو بنکر صفات انسانی کی بیخ کن۔ زمرۂ حیوانات مین داخل کرنے والی اور انسانیت کی منہ بولی مدعی ہوگی۔ اور اگر یہہ قوت تفریط کی راہ چلکر بدراہ ہوئی تو ابلہی۔ حماقت۔ تنزل رائے۔ بد باطنی۔ غفلت و گمراہی بشکوک و بے اطمینانی تک پہونچکر صفات انسانی کی بیخ کن زمرۂ حیوانات مین داخل کرنے والی۔ اور اولئک کالانعام

پل ہم فعل کی مصداق ہوگی۔ یہہ کڑیان ہین صفات مذموم کی۔ پل صراط کے دونون ہی جانب جہنم ہے۔ مبارک وہ جو صراط مستقیم کے اس پل صراط پر پار اوتر جائے۔

(۲) قوت شہوت و خواہش کو لو۔ خدا نے جب یہہ قوت اور نعمت تمہین دی ہے۔ تو اسکا جائزہ بھی وہ لیگا کہ یہہ قوت کیا کچھ حاصل کر کے لائی ہے۔ یا خیالی ڈور مین بدراہ ہو کر آئی ہے۔

اگر اسکی رفتار صراط مستقیم پر ہوگی تو اس سے اور صفات پیدا ہون گے۔ مثلاً ایفائے عہد۔ امانت۔ دیانت محبت۔ رحم۔ ایثار و کرم۔ جود و سخا۔ صبر و قناعت۔ حیا و پرہیزگاری۔ توکل و رضا۔

اس قوت کو بھی اعتدال اور صراط مستقیم پر قایم رکھنے کے لئے ضرورت ہے۔ قوت انضباط و قوت اتقا کی۔

اگر یہہ قوت شہوت و خواہش افراط کی راہ پر چل کر بدراہ ہوئی تو اس سے اور صفات پیدا ہون گے مثلاً حب دنیا بخل۔ خیانت حرص و طمع۔ حسد و بہتان فخر و اسراف۔ کبر و غرور۔

اور اگر یہہ تفریط کی راہ چلکر بدراہ ہوئی تو اس سے اور صفات پیدا ہونگے۔ مثلاً سستی۔ نامردی۔ پست ہمتی۔ شکوہ و شکایات۔ جزع و فزع وغیرہ۔

پل صراط کے دونون ہی جانب جہنم ہے۔ مبارک وہ جو صراط مستقیم کے اس پل صراط پر اوتر جائے۔

(۳) قوت غضب و جلال کو لو۔ خدا نے جب یہہ قوت اور نعمت تمہین دی ہے تو اسکا جائزہ بھی وہ ضرور لیگا کہ یہہ قوت کیا کچھ حاصل کر کے لائی ہے یا بدراہ ہو کر آئی ہے۔

اس قوت کو بھی صراط مستقیم پر قایم رکھنے کے لئے قوت انضباط و قوت اتقا کی ضرورت ہے۔

اگر یہہ قوت غضبی صراط مستقیم پر ہوگی۔ تو اس سے اور صفات پیدا ہون گے۔ مثلاً حفظ اللسان۔ عجز و انکسار۔ تواضع و ملنساری۔ فتی و نرمی۔ عفو و درگذر۔ حلم و تحمل۔ صدق و راستی۔ صبر و شکر۔ علو ہمت۔ ثبات و استقلال۔ استقامت اور شجاعت وغیرہ

اور اگر یہہ قوت غضبی افراط کی راہ چل کر بدراہ ہوئی تو اس سے اور صفات پیدا ہون گے مثلاً تمسخر آوازے کسنا۔ ترک ملاقات۔ صلہ رحمی کو توڑ دینا۔ مار پیٹ۔ گالی گلوچ۔ سخت دلی و درشت مزاجی۔ کینہ۔ تعصب عداوت۔ بغض۔ تہور۔ قتل و ظلم وغیرہ۔

اور اگر یہہ قوت تفریط کی راہ چل کر بدراہ ہوئی۔ تو اس سے اور صفات پیدا ہون گے۔ مثلاً۔ بزدلی۔ سخن چینی۔ دورو ئی۔ چغلخوری۔ غیبت اور نفاق وغیرہ۔

صراط مستقیم پل صراط ہے۔ اسکے دونون جانب افراط و تفریط کا جہنم ہے۔ مرد میدان وہ ہے۔ جو اس پل صراط کو پار اتر جائے۔

(۴) اخلاق کے چوتھے رکن قوت انضباط و اتقا کو لو۔ یہہ تینون ارکان اخلاق جو اوپر بیان ہوے۔ ان سب کو جادۂ اعتدال پر رکھنے کے لئے قوت اتقا کی ضرورت ہے۔ وہ ساری قوتین بے قوت اتقا کے صراط مستقیم پر رہ سکتی ہی نہین۔ اسی لئے اس قوت کی بڑی منزلت ہے۔ خود خدا نے فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم۔ جو متقی تر وہ عند اللہ بزرگ تر۔ قوت اتقا کا فرض ہے کہ وہ ساری قوتون کو افراط و تفریط کی راہ سے بچائے۔ کیونکہ یہی افراط و تفریط ظلم ہے۔ جو خدا کو پسند نہین۔

اگر یہہ قوتین قوت اتقا کی قوت سے نہ ڈگین تو یہہ نعماے الہیہ کا صحیح استعمال ہوگا۔ ایسی صورت مین یہہ قوتین سعہ اپنی فروع قوتون کے اخلاقی دوائر کو جن کا بیان اسی کے ساتھہ آتا ہے۔ باحسن وجوہ طے کرین گی۔ اور انسان کو اوسکے فرایض سے سبکدوش کر کے کامل انسان بنائینگی۔ جو مرکب العقوے انسان کی پیدایش کی غرض و غایت ہے۔ ورنہ حفظ نفس کا قلعہ ٹوٹ جائے گا۔ اور نامرادی کی فوج لوٹ لیگی۔ اور نفس و شیطان مصائب و الام سے بھرے جہنم کے جیل مین قید کر لینگے۔

خدا نے فرمایا ہے انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا اے لوگو! خدا نے جنت و جہنم کی راہ بتادی۔ اور جسطرح تمکو قوتون اور نعمتون سے مالا مال کیا اوسی طرح اوس نے خفیف سا اختیار بھی دیدیا کہ جدہر چاہو جاؤ تمہین اختیار ہے۔ پھر اگر جہنم کی راہ لو تو تم آپ گئے۔ آپ مصیبتین جھیلین۔ خدا کو ظالم کیون کہو اپنا کیا اپنے آگے

تقسیم اصول اخلاق

اصول اخلاق کے دو جلی دائرے ہین۔ اللہ کا حق اور ماسوے اللہ کا حق۔ اور فرد کا دائرہ خود نفس انسانی ہے۔

(۱) اللہ کا حق ایسا وسیع دائرہ ہے۔ جو سارے دوائر کو محیط ہے۔ اور اوس سے منسلک دو دائرے باریک ہین۔ ایمان و عمل کمان کی طرح۔

(۲) ماسوی اللہ کا حق بھی اک جلی دائرہ ہے جس سے منسلک دو باریک دائرے ہین۔ حقوق انسان اور حقوق ماسوائے انسان۔

جبکا نصب العین یہہ دائرہ محیط رہے گا۔ اوسکی نظر موحدانہ توحید کی ہوگی۔ اور وہ ان سارے دوائر کو اپنے احاطہ مین پائیگا۔ اور اپنے مین۔ اور جبکا نصب العین دائرہ محاط ہوگا۔ اوسکی نظر مشرکانہ ہوگی تو دوائر کی چکیان اوسے پیس ڈالین گی۔ کیونکہ محاط سارے دوائر کا دائرہ محیط ہی ہے۔

دائرہ کے لئے مرکز ضرور ہے۔ اس لئے پہلے مین مرکز کو بیان کرون گا۔ پھر دوائر کو بیان کرون گا۔ مینے بیان کیا ہے کہ مرکز دوائر خود نفس انسانی ہے۔ نفس انسانی ہی نہو تو تعلقات کس سے اور حقوق کس کے

مرکز اخلاق

مرکز اخلاق نفس انسانی ہے۔ پہلا خیال تو یہہ کہ ہم ہین اس لئے پہلا حق اپنا آپ اپنے اوپر ہے۔ وہ حق یہی اصول اخلاق کا برتنا ہے۔ جو نعمتین خدا نے ہمکو دی ہین اونکا صحیح استعمال کرنا۔ اور جن خدمات و فرائض کے لئے وہ ہمین ملی ہین۔ اونہین مین لگانا انسانیت اتم اور یہی کامل انسان بننا ہے۔ اور یہی اپنا حق آپ اپنے اوپر ہے یسئلن یومئذ عن النعیم ساری نعمتون کی نسبت بازپرس ہوگی کہ اونہین تم کسطرح کام مین لائے۔ یہہ اصول اخلاق اوس نے بتایا ہے۔ تو یہہ بھی بتا دیا ہے یاایھا الذین امنوا علیکم انفسکم یہی مرکز اخلاق ہے۔ ایمان والو! اپنے نفس کی اصلاح اپنے اوپر لازم کرلو (مائدہ ع ۱۴) ہمارے نفس کی اصلاح اسی مین ہے کہ ہماری ساری قوتین ظاہری ہون یا باطنی سب اپنی اپنی جگہ پر صرف ہون کوئی قوت بے جگہ ہوئی۔ تو فساد ہوا۔ ان قوتون کا اپنی جگہ پر صرف ہونا ہی حدود اللہ ہے ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ جس نے حدود اللہ سے تجاوز کیا۔ اوس نے اپنے نفس پر ظلم کیا (طلاق ع ۱)۔

اے لوگو! خدا کے باغ کے پھولے پھلے درخت بنو۔ انسان ہو تو انسانیت سیکھو۔ یہہ نہ سمجھو کہ ساری نعمتوں کو اپنی جگہ پر صرف کرنا محالات سے ہے۔ ہمارے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے تو بھیجے گئے کہ آپ نمونہ بنیں۔ اور ہدایات ربانی کو برت کر دکھاویں کہ یہہ ہدایتیں انسان ہی کے لئے تو ہیں۔ دیکھ لو سارے متضاد صفات بیک وقت اپنے اپنے درجہ کمال پر آپ کی ذات سے ظاہر ہوئے جتنی ہدایتیں قرآن مجید میں ہیں۔ اونکی عملی صورت آپ کے افعال متقدس تھے۔ دونو اتم۔ دونو کامل کسی دشمن خدا اور رسول نے بھی یہہ زبان سے نہ نکالا کہ آپ قرآن میں کچھ فرماتے ہیں۔ اور کرتے کچھ ہیں۔ جو قول وہ فعل یہ میدان کارزار اسکی جگہ ہے کہ جوش و غضب اپنے کمال درجہ پر ہو تو اوسوقت بھی آپکے رحم و عفو کا درجہ اوس سے گھٹا ہوا نہ تھا دشمن خون کا پیاسا تائب ہو مسلمان ہو مستحق کرامت ہو گلے سے لگا لیا گیا۔ جود و سخا نے خزانے لٹائے اوس پر بھی کفایت شعاری کا خزانہ بھرا ہی رہا ایسے ہی سارے صفات جو قوت جس مصرف کیلئے ملی وہ اپنے جگہ نہ ہوئی بدراہ نہ ہوئی اور کسی دوسری قوت سے دبا دی گئی یہ دو متضاد قوتوں کے جھگڑنے کی طرح جاری ہوئے جیسے مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان (الرحمن) خدا نے دو سمندر چلا دئے کہ دونو آپس میں ملتے ہیں اور بیچ میں ایک پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر چڑھ نہیں آتا یہہ ہے کمال انسانیت اور یہہ ہے شان عبودیت جو آپ سے ظاہر ہوئی۔

اسی کو خدا نے فرمایا واقصد فی مشیک (لقمن ع ۲) اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو کہ ساری قوتیں کمال اعتدال پر رہیں۔

اپنی حفاظت کے لئے خدا نے فطرتاً دو قوتیں ہمیں دیں۔ قوت انتقام بھی اور قوت معاف بھی جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ برائی کا بدلہ تو اوسی درجہ تک برائی ہے۔ ہاں جو معاف کردے اور صلح کرلے تو اوسکے اجر کا ذمہ دار خدا ہے (شوریٰ ع ۴) یہہ انتقام کوئی کم درجہ کی بات نہیں۔ بلکہ یہہ تو قوت انتقام کی خوراک دی گئی ہے۔ کیونکہ مسلمان کی تعریف میں خدا نے فرمایا والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون مسلمان وہ ہیں کہ جب اون پر زیادتی ہوتی ہے تو وہ بدلا لیتے ہیں۔ بہت سی جگہ معاف کرنا ظلم اور

بدلا ہی لینا موجب اصلاح ہے۔ خدائی قانون دوسرا گال پیش کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ یہہ خلاف فطرت ہے جیسے ظالم کو پیار کرنا کہ خدا بھی تو ظالم کو پیار نہیں کرتا۔ غرض انتقام اور عفو دونوں قوتوں کو اپنی اپنی جگہ پر کام میں لانا میانہ روی ہے۔ یہہ تو ظاہری حفاظت ہوئی۔

باطنی حفاظت کی نسبت جو حقیقی اصلاح ہے خدا نے فرمایا۔ یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا۔ ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ (تحریم ع ۱) یعنی گھر والوں کے لئے نمونہ بنو۔ تم بنے تو تمہارا گھر بنا۔ تم بگڑے تو گھر بگڑا۔ اپنی اصلاح کرو کہ جہنم سے بچو۔ اور یہی گھر والوں کو بھی جہنم سے بچانا ہے۔

جنگ کے وقت بھی جاہلانہ بہادری اخلاق کے خلاف ہے۔ مارنے مرنے کو بھی جاؤ اور سوقت بھی اپنی حفاظت اور بچاؤ سے غفلت نکرو یا ایھا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم (نساء ع ۱۰) بمقابلہ بد دشمن اپنی حفاظت ضرور ہے۔ دشمن ظاہر ہو تو پوشیدہ ہو تو اسی اصول پر شیر کے غار سے سانپ کی بانبی سے۔ یا جہاں عارضہ فصلی یا طاعون کے زہریلے کیڑے پھیل جائیں وہاں رہنے یا وہاں جانے سے احتراز لازم ہے۔ اسوجہہ سے بھی کہ یہہ بیماریاں عذاب ہیں اور جہاں خدا نے عذاب بھیجا ہے وہاں سے پیغمبروں کو نکل جانے کا حکم دیا ہے۔ اور اون کے ساتھہ مومنوں کو بھی حضرت نوح علیہ السلام سے کشتی بنوائی حضرت لوط علیہ السلام کو شب شب شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا کہ پیچھے پھر کے دیکھو تک نہیں یہہ قصوں میں ہماری تعلیم ہے کہ اپنی حفاظت کرو۔ جیسا کہ اس آیت میں حکم دیا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ ایسی بلاؤں کی جگہ میں بغیر قوت مقاومت کے رہنا یا جانا بشیر کے منہ میں جانا اور اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ یہہ انسانی فرض ہے کہ انسان عطیات الٰہی کو یعنی اون قوتوں کو جہاد سکو بلی میں کام میں لائے۔ اور ضایع و برباد نہ کرے۔ اسی لئے رہبانیت ممنوع ہوئی خلوتوں میں بند ہو جانا۔ یا شیر سے تہار مارے مارے پھرنا آسان ہے۔ مگر متضاد قوتوں کی

پرورش کرنی اور اونکو بے جگہ نہونے دینا یہی انسانیت ہے جسکا انجام حیوانی فطرت سے ناممکن ہے۔ بجائے اسکے کہ نفس کو مارو نفس کا تزکیہ کرو۔ اور بجائے اسکے کہ اک اک صفت پر قدم راست کرو۔ کہ صفات بھتیرے اور زندگی تھوڑی تم کو چاہئے کہ رضائے مولا پر قدم راست کرو۔ اور رضائے مولا ہی اصول اخلاق ہے۔ یعنی عطیات الٰہی کا صحیح استعمال۔ اور یہہ حاصل ہوتا ہے دوام حضور سے۔ اور دوام حضور خدا کی پاک اور خالص محبت سے۔ اور یہہ محبت حاصل ہوتی ہے پاس حواس اور پاس انفاس سے۔ اور پاس حواس اور پاس انفاس حاصل ہوتے ہین۔ ذکر و فکر کے صحیح اوترنے سے۔ اور ذکر و فکر کا صحیح انجام پانا موقوف ہے۔ طلب و انابت کے پیدا ہونے پر ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء من عبادہ۔

مرکز اخلاق یعنی اپنی اصلاح کی آیتین جسکو تصفیہ و تزکیہ نفس کہو۔ قرآن مجید مین بھتیری ہین۔ قرآن مجید مین تدبر و تفکر کرو۔ اتنا کچھ جو لکھا گیا یہہ بہت کافی ہے۔ المختصر اصول اخلاق کو مدنظر رکھ کر اپنی ان چارون قوتون کی نگہداشت رکھو جو اوپر بیان ہوئین کہ یہہ افراط و تفریط مین نہ پڑنے پائین یہی اپنی اصلاح ہے۔

دوائر اخلاق

سب سے جلی اور دائرہ محیط اللہ کا حق ہے۔ اور اسی کے ساتھہ منسلک دو دائرے ایمان و عمل کے ہین۔ چاہئے تو تھا کہ مین ان تینون دائرون کو ساتھہ ساتھہ بیان کرون مگر مزید وضاحت کے خیال سے مین ان تینون کو الگ الگ سرخیون مین بیان کرتا ہون۔

اللہ کا حق

اللہ کا حق انسان پر یہی ہے کہ اسکی رضا کی تعمیل کی جائے۔ اور وہ اصول اخلاق یعنی عطیات الٰہی کا صحیح استعمال ہے اوسکی مرضی ہے کہ جتنی قوتین اور نعمتین اوس نے دی ہین۔ ظاہری ہون تو باطنی ہون تو اونکو اونہین خدمات مین لگانا جن اغراض کے لئے وہ ملی ہین اور اونہین حدود کے اندر جو اوس نے رسول بھیجکر کتاب بھیجکر اور عقل دیکر بتائے ہین۔ یہہ خدا کا حق انسان پر ہے۔

رسول و کتاب بھیجکر جو کچھ اوس نے سکلف کیا تو اوس نے تکلیف مالا یطاق نہین دی ہے یکلف اللہ نفسا الا وسعہا وہ تکلیف مالا یطاق دیتا ہی نہین (الطلاق ع ۱) اوس نے اوڑنے کو نہین کہا کہ پر نہین دئے نہ اندہون کو دیکھنے نہ بہرون کو سننے کو کہا کہ آنکہ کان نہین دئے۔ اور جسکو دیا ہے۔ وہ جواب طلب بھی ہے ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا آنکہ کان اور دل سب سے پوچھا جائیگا (بنی اسرائیل ع ۴) خدا نے انسان کو قوتین دین۔ کمانے کجانے کی بھی نفع حاصل کرنے اور نفع پہونچانیکی بھی عبادات کے لئے بھی۔ معاملات کے لئے بھی اذکروا انعمۃ اللہ اور وشکروا نعمۃ اللہ اوسکی نعمتون کو یاد کرو۔ کہ اون کو تفصیل مین سمجھو اور اون کا شکر کرو کہ وہ اونہین مقاصد مین صرف ہون جن کے لئے وہ ملی ہین۔

جو کوئی کسی نعمت سے محروم رہا۔ اوس پر اوسکی تعمیل نہ رہی۔ دیکھو اوس نے عقل دی تو عقل کے فرائض ٹھیرادئے عقل لے لی تو دیوانہ کو غیر مکلف بھی بنادیا جسکو ہوش نہین اوس پر کوئی حکم نہین۔ اور جسکو سب کچھ ہے اوس پہ سب کچھ ہے۔

لانفسکم

اللہ کا حق تو کسنے کو ہوا۔ مگر ساری قوتون سے تم اپنا ہی کام لیتے اور اپنا ہی بگاڑتے بناتے ہو۔ ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اسأتم فلہا اگر بہلائی کی تو بھی اپنی اور برائی کی تو بھی اپنی۔ (بنی اسرائیل ع ۱)۔

ایمان

اس مین داخل ہے ایمان ۱ باللہ ایمان ۲ بالرسل۔ ایمان ۳ بالکتب۔ ایمان ۴ بالملئکۃ۔ ایمان ۵ بالیوم الآخرۃ

قوت خیال و ادراک کی صحیح رفتار ہی سے قوت ایمانیہ پیدا ہوتی ہے۔ ایمان بھی گویا اک فطرتی قوت ہے جس سے کوئی انسان خالی نہین۔ علمانے علم سے عقلانے عقل سے حکمانے فہم و فراست سے۔ جہلانے اپنی مجبوریون سے ضرور کسی نہ کسی کو معبود مانا اور اوسکے آگے گردن جہکائی ہے۔ غیر گلیون کو دیکھو۔ اونکی فطرت بھی مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے عجز و مجبوریون کو محسوس کرے۔ اور اک وجود اعلیٰ کے آگے جس پر اوسکی سمجھ قناعت کرے گردن جہکائے فطرت مختلف رہنون لوگون کو بائی اور کسی نہ کسی شکل و صورت مین پرستش کرا کے رہی۔ تو کسی نے آفتاب۔

ستارون کو پوجا کسی نے انسان کو جسمین کوئی قوت یا حیرت انگیز چیز پائی اوسی کو پوجنے لگے۔ جھنڈے کے شیر کو ہوا نے حرکت دی سمجھے کہ یہہ شیر کا حملہ ہے سمجھ پہلی ہی منزل مین تھکی تو لگے سلاطین اولیاؤن اور پیغمبرون کو پوجنے حیوانون کو پوجنے۔ درخت یا پہاڑون کو پوجنے۔ غرض یہہ اک فطرتی قوت انسان کو عنایت ہوئی ہے۔ انسانی فرض یہہ ہے کہ وہ قوت ایمانیہ کو بے جگہ ہونے سے روکے اور اپنی جگہ پر صرف کرے بے جگہ ہونا خالق و ماسوا پر ایمان لانا ہے۔ اور جگہ پر صرف ہونا خالق اور خدا پر ایمان لانا ہے۔

یہی قوت ایمانیہ کا اپنی جگہ پر صرف ہونا اور خدا پر ایمان لانا ساری نیکیون کی جڑ ہے۔ اور یہہ بدیہی ہے۔ مثلاً اگر کسی کے کان میری باتین سن رہے ہون اور آنکھ تماشہ بینی مین مصروف ہو۔ اور دل کسی کی محبت کا گرفتار ہو اور دماغ کوئی مسئلہ ریاضی کا حل کر رہا ہو تو بتاؤ اس تشتت احوال مین اوسکا کونسا کام صحیح اور بامراد ہوگا۔ اور وہ کیون مخبوط الحال نہ سمجھا جائیگا۔ ہر کام کے لئے مواجہہ صحیح ضروری و لازمی ہے۔ اور اسی کا نام نیت ہے۔ اس لئے اپنے حواس ظاہری اور باطنی اور اپنے اعمال کی نیتون کو یکسو کرو۔ اس یکسوئی کا صحیح ہونا ایمان باللہ ہے اور یہی ساری کامیابون کی جڑ ہے۔ اس جہان مین بھی۔ اوس جہان مین بھی۔ جسطرح خدا کی صفت قدرت کو مظاہر کے ہر جزو مین دخل و تصرف ہے اوسی طرح قوت ایمانیہ کو انسان کے ہر عمل مین دخل و تصرف ہے۔

انسان کو یہہ کون بتائے کہ قوت ایمانیہ بلکہ ساری قوتین کس طرح راہ پر لگائی جائین کہ بامراد ہون۔ تو خدا کی مہربانی دیکھو کہ اوس نے اپنی کتاب بھیجی اور اپنے برگزیدہ رسول بھیجے۔ تاکہ کتاب اللہ سے لوگ واقف ہو جائین کہ قوتین کسطرح کام مین لگائی جائین کہ کامیاب ہون۔ کتاب نے تعلیم دیدی مگر تعلیم بے تربیت باثمر نہین ہوتی۔ رسول اسی لئے آئے کہ وہ برت کر دکھادین اور تربیت کرین۔ تعلیم و تربیت سے منہ موڑنے والا جہالت کے گڑھے مین نہ گرے تو کیا کرے۔ اس لئے خدا پر ایمان کے ساتھہ ساتھہ رسول پر جو خدا کی کتاب لائے اور کتاب پر جو رسول لائے اور فرشتے پر جو کتاب لایا ایمان لانا ضرور ہوا۔ مگر دار الجزا ہی نہو تو اعمال بے جزا کون کریگا۔ کس نتیجہ کی اُمید پر اس لئے یوم آخرت پر بھی ایمان لانا ضرور ہوا۔ اگر کتاب اللہ پر ایمان نہو تو عقل ناتمام کے پاس کونسی چیز ہوگی جو یہ

بتائے کہ قوت ایمانیہ اور نعمائے الٰہیہ اپنی اپنی جگہ پر کام میں آئے۔ یا بے جگہ ہو کر رہے۔ اسی طرح آخرت پر ایمان نہو تو عقل بدراہ ہو جائے گی۔ صفات حسنہ ذمایم سے بدل جائینگے۔ تمدن کا قانون درہم برہم ہو جائے گا۔ اور انسانی زندگی اک بے باک حیوانی زندگی ہو جائے گی اس لئے خدا اور رسول و کتب و ملئکہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے بغیر کوئی وجہ نہیں کہ انسان اپنی کل قوتوں کو اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی حد پر صرف کرے۔ اور نفس و خواہشات پر غلبہ حاصل کر کے خدا کی نعمتوں سے فیض یاب ہو۔

یوں قرآن مجید میں آیتیں تو بہتیری ہیں جن میں خدا و رسول و کتب و ملائکہ و یوم آخرت پانچوں پر ایمان لانا ضرور اور ماموز ہے کیوں کہ ان سب پر ایمان لانا ایمان باللہ میں گویا داخل ہے۔ مگر یہاں پر دو آیتیں یعنی کافی ہیں

۱۔ لیس البرّان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملئکۃ والکتاب والنبیین الخ (بقرہ ۲۲)

۲۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علیٰ رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلٰلاً بعیداً۔

حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہر عقیدہ اور ہر خیالات کے لوگ تھے۔ کافر تھے مشرک تھے تثلیث کے ماننے والے اہل کتاب تھے۔ دہریے تھے۔ بعض خدا کے سوا سب کے منکر بعض سب رسولوں کے اور بعض بعض رسولوں کے منکر تھے بعض کتابوں کے منکر بعض یوم آخرت کے منکر۔

خداوند عالم نے دہریے کہ مقابلہ میں جو کسی کو نہ مانتے تھے حکم دیا کہ اللہ رسولوں کتابوں ملائکہ اور قیامت پر ایمان لاؤ۔ جیسا کہ مثلاً دو آیتیں اوپر دی گئیں۔

اہل کتاب تثلیث کے ماننے والے خدا کے مشرک تھے اونکو فرمایا یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ (آل عمران ۷) اے اہل کتاب آؤ اوس کلمہ کی طرف جسمیں ہم تم متفق ہیں کہ خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں گے۔

جو اور سب پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر ماسوا کی عبودیت کرنے لگے تھے۔ یا کسی طرح صرف خدا کے منکر تھے۔ اونکو فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (احقاف ع ۲) جن لوگون نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور وہ اس پر آخر دم تک جمے رہے تو اونکو نہ خوف ہوگا۔ نہ وہ محزون ہون گے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ اس دنیا مین بغیر توحید تسلیم کئے ہوئے خوف وغم سے نجات نہین۔ وہ تو خدا ہی ہے۔ جس سے چمٹنے سے خوف وغم سے نجات ہوتی ہے۔

یہہ منکرین خدا کو توحید تبلیغ کی گئی ہے اسکے یہہ معنی نہین کہ صرف خدا ہی کو ماننا کافی ہوگیا اور موجب نجات۔ جو خدا اور رسول دونون کے منکر تھے۔ وہ مخاطب ہوے کہ خدا اور رسول دونون پر ایمان لاؤ۔ امنوا باللہ ورسولہ سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ اسکے یہہ معنی نہین کہ اون پانچون مین خدا اور رسول ہی پر ایمان لانا کافی ہوگیا۔ اور موجب نجات۔ جو منکر رسالت تھے اونکے مقابلہ مین ایمان بالرسول خصوصیت کے ساتھہ بھی ہوگا۔ جیسا یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ ایمان کے دعوے کرنے والو خدا سے ڈرو اور رسول پر ایمان لاؤ۔ (حدید ع ۴)

دہریون یا تثلیثیون کو خدا نے جو توحید کی دعوت دی تو اس سے کچھ لوگ یہہ خیال کرنے لگے کہ صرف خدا ہی پر ایمان لانا ضروری اور باعث نجات ہے۔ اور رسالت کی غایت بھی یہی ہے رسول توحید ہی کو سنوانے آئے تھے نہ اپنے کو سنوانے۔ مجھے اس خیال والون کی تردید کرنی ہے۔ اور یہہ دکھانا ہے کہ ایمان کے پانچون ارکان جو اوپر بیان ہوے یعنی خدا۔ رسول۔ کتاب۔ ملائکہ اور روز آخرت ایمان لانے کے لئے سب کو یکجائی بھی خدا نے فرمایا ہے۔ اور الگ الگ بھی۔ الگ الگ بیان کرنے کی یہی وجہ ہے جو بیان ہوئی کہ جسکا منکر وہ اوسکا مخاطب ورنہ جہان صرف ایمان بالملئکہ یا ایمان بالاخرت کو فرمایا تو کیا اسکے یہہ معنی ہون گے کہ توحید و رسالت کی ضرورت نہین۔ ان پانچون مین سے کسی ایک پر ایمان لانا کافی ہے۔ رسول تو اپنے کو سنوانے نہین آئے مگر خدا تو رسول کو سنوا رہا ہے۔ کہ بے اسکے وہ اپنے کو کیونکر سنوائے۔ اسلئے ایمان بالرسالت کو کسطرح خدا فرما رہا ہے۔ کہ کسی ایک رسول کا منکر حقیقی کافر ہے۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ

ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا ــــ
جو خدا اور اوسکے رسولون کا انکار کرتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ہم بعض کو مانتے اور بعض کو نہین۔ اور وہ کفر وایمان
کے بیچ مین اک راہ نکالنی چاہتے ہین تو یقیناً ایسے ہی لوگ کافر ہین (مائدہ ۸) قانون خداوندی تو ایک
اسلام ہے۔ اس لئے کسی ایک رسول کا منکر قانون الہٰی کا منکر ہوگا۔ اور وہ باغی وسرکش سمجھا جائیگا۔
یہہ خدائی حق ہے۔ کہ خدا اور اوسکے سارے رسولون پر بلا تفرقہ ایمان لاؤ اور قوت ایمانیہ کو صحیح راہ پر چلاؤ۔
اسی طرح ایمان بالکتب سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ مثلاً ایک آیت کافی ہوگی۔ خدا نے قرآن کی نسبت فرمایا
اٰمنوا بما انزلت مصدقا لما معکم ولا تکونوا اول کافر بہ قرآن پر ایمان لاؤ جو کتب ماسبق کا مصدق ہے اور
سب سے پہلے تمہین اوسکے کافر نہ ہنو (البقرہ ۵) صرف قرآن کے منکر کو خدا نے کافر فرمایا۔
آخرت پر ایمان نہو تو کتاب اللہ پر عمل ہی نہو۔ یہہ تو ایمان کی کڑیان ہین۔ ساری برائیون کی جڑ تو آخرت پر ایمان
نہین لانا ہے۔ ان الذین لا یومنون بالاٰخرۃ مثل السوء بری بری باتین تو اونہین کے مناسب حال
ہین جو آخرت پر ایمان نہین لاتے (نحل ۷) ان الذین لا یومنون بالاٰخرۃ عن الصراط لناکبون۔ جو آخرت پر
ایمان نہین لاتے وہ صراط مستقیم سے ہٹے ہوے ہین (مومنون ۹) صراط مستقیم تو اسلام ہی کو کہتے ہین
اور اسلام سے ہٹنے کے معنی کفر کے ہوے۔ یا ضلالت کے فماذا بعد الحق الا الضلال۔ خدا نے فرمایا
من الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمومنین بعض لوگ کہتے ہین کہ ہم خدا۔ اور روز
آخرت پر ایمان لائے مگر وہ مومن نہین۔ خدا کے ساتھہ آخرت پر ایمان لانا بھی کافی نہین۔ غرض پانچون پر
ایمان لانا ضرور ہے۔ اور یہی قرآن مین مامور ہے۔ ورنہ۔ نومنون ببعض الکتاب ونکفرون ببعض ۔

عمل

اسمین داخل ہین اعمال ظاہری اور باطنی دونون ہی۔ جسم تو جامے سکونت ہے۔ اور روح اسمین مقیم اس لئے
اصل باطنی اعمال ہین۔ اور ظاہری اوسی درجہ پر جس درجہ روح کا تعلق جسم کے ساتھہ ہے۔

خدا نے جہاں ایمان کی تاکید فرمائی۔ اوسی کے ساتھ ساتھ عمل صالح کی بھی اور عمل غیر صالح کا امتناع اس سے سمجھو کہ جو قوتین ہمکو ملی ہین وہ اعمال صالحہ کے لئے ہین۔ اعمال غیر صالحہ کے لئے نہین۔

امنو وعملو الصلحت سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ سارے رسولون کو خدا نے حکم دیا یآ ایّھا الرسل کلوا من الطیبات واعملو صالحًا اے رسولو! پاک چیزین کھاؤ اور عمل صالح کرتے رہو (مومنون ۵) رسول تھے پوری تعمیل کی اسی لئے رسولون کی تعریف خدا نے صالحین سے کی ہے۔ اور سب کو صلحا مین شمار کیا ہے۔ یہہ ازلی حکم ہے جو مٹنے کا نہین۔

اعمال صالحہ وہ اعمال ہین جو مطابق رضائے مولا کئے جائین اور یہی تو اصول اخلاق ہے۔ صحیح نعمائے الہیہ کا استعمال یہی ہے جو مطابق ہدایات ربانی ہو۔ اسی کا شرعی نام عمل صالح ہے۔ اسلام نے یہی تو کیا ہے۔ کہ ساری قوتون اور نعمتون کے طریقہ استعمال کو بتایا۔ اور اون کے حدود سے آگاہ کر دیا ہے۔

اعمال صالحہ کے یہہ معنی نہین کہ بظاہر اچھے نظر آئین بلکہ اعمال صالحہ وہ اچھے کام ہین جو خالصاً لوجہ اللہ کئے جائین اور یہی دینی اعمال ہین ورنہ وہ اچھے کام بھی جو لغیر اللہ کئے جائین نماز روزہ ہی کیون نہو وہ اعمال صالحہ نہین۔ اصل چیز نیت ہے۔ انعام یا مواخذہ نیت پر ہے من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منھا ومن یرد ثواب الاخرۃ نؤتہ منھا جیسا تخم ویسا پھل جیسی نیت ویسی برکت۔

ایمان ایک روحانی دعوے ہے۔ اور دعوے بے دلیل باطل۔ اس لئے دلیل درکار ہے۔ دعوی ایمان کی دلیل اعمال صالحہ کے سوا اور کوئی ہو نہین سکتی۔ اگر دلیل صحیح پیش ہوئی تو دعوے سچا۔ ورنہ منافقون کا سا دعوے ہوگا محض جھوٹا ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخر وما ھم بمومنین (بقرہ ۲) اصل منہ بولا ایمان۔ دعوے بے دلیل قابل اعتبار نہین۔

یہ ہے دائرہ محیط اللہ کا حق۔ اور اوس کے دونون دائرے ایمان عمل کو بیان کیا۔ اب حقوق ماسوے اللہ کو بیان کرتا ہے۔

ماسوی اللہ کا حق

دوسرا دائرہ جملی ماسوی اللہ کا حق ہے اور اوسکے ساتھہ منسلک دو دائرے۔ حقوق انسان اور حقوق ماسوائے انسان کے ہین ان کو بھی ہین الگ الگ بیان کرونگا۔

جتنی قوتین اور نعمتین خدا نے ہمکو دین۔ اون کے کچھ تعلقات تو بینی وبین اللہ ہین۔ اور کچھ تعلقات بینی وبین غیر اللہ ہین۔ اللہ اور غیر اللہ سے میری مراد تنزیہہ وظہور سے ہے۔ تعلقات بینی وبین اللہ کو مینے بیان کیا۔ اب تعلقات بینی وبین غیر اللہ بیان کرنا ہے۔ جسطرح تنزیہہ کا حق ہے ظہور کا بھی حق ہے۔ گرچہ تنزیہہ ظہور کو محیط ہے۔ مجھے کیفیات حقیقت بیان کرنا جایز نہین۔ چونکہ یہہ روش شریعت کے جو عین طریقت و حقیقت ہے خلاف ہے۔ شریعت کو بیان کیفیات سے احتراز ہے۔ یہہ مینے صرف ماسوے اللہ کی تشریح کردی کہ اس اصطلاح سے میری غرض کیا ہے۔

المختصر جس عالم مین خدا نے ہمکو پیدا کیا تو ہمارے تعلقات بھی اوسکے ساتھہ وابستہ کردیئے۔ اور اون کی مناسبت سے قوتین بھی دین بس جتنے تعلقات جسکے ساتھہ ہمارے ہون اوتنے اوسکے حقوق ہم پر ہین اور جب قوتین ان خدمات کے لئے ملی ہین۔ تو خدا کی مرضی صاف کھل گئی کہ وہ حقوق ادا کئے جائین۔

جتنی قوتین اور نعمتین خدا نے ہم کو عنایت کین اون مین سے بعض کو کام مین لانے کے لئے ہم دوسرون کے محتاج نہین ہین جیسے آنکھ اور کوٹھریون مین بند ہو کر بھی ہم اون قوتون کو کام مین لا سکتے ہین اون کو کام مین لانا اللہ کا حق ہے جسکا بیان ہو چکا۔ اور بعض قوتون اور نعمتون کو کام مین لانے کے لئے ہم دوسرون کے محتاج ہین۔ گرچہ وہ بھی اللہ ہی کا حق ہے۔ کیونکہ حق اللہ کا دائرہ سب کو محیط ہے۔ مگر چونکہ اونکی ادائگی مین ہم دوسرے کے محتاج ہین اس لئے اسکو ماسوے اللہ کا حق مین کہتا ہون۔ مثلاً حقوق انسان اور حقوق ماسوائے انسان ان حقوق کی ادائگی مین ہمکو انکی طرف توجہہ کرنا ہے۔

حقوق انسان

اصول اخلاق اور اوسکے چارون ارکان کو اچھی طرح دھیان مین رکھو اوسکے ساتھہ حقوق پر توجہ کرو جو تم پر اوسی خدا کی طرف سے ہین جس نے تمھین تو تین اور نعمتین دی ہین۔

حقوق انسان مین داخل ہین۔ اولاً والدین۔ پھر اقربا یعنی اولاد۔ زن و شو۔ بہائی بہن۔ پھر قرابتمند۔ قرابت والے ہمسائے۔ غیر قرابت والے ہمسائے۔ ہمنشین۔ تلامذے۔ مساکین۔ مسافر مملوک۔ سائل۔ تنگدست جو سوال نہ کرین بمصیبت زدے۔ حقوق قوم۔ حقوق عامہ عباد۔

خدا نے جسکو جتنا قریب تم سے کیا ہے اوس کا اوسی درجہ تم پر حق ہے۔ الاقرب فالاقرب۔

اقربا مین اولاد۔ زن و شو۔ اور بہائی بہن کو اس لئے مین نے داخل کیا ہے کہ خدا نے ترکہ اقربون کو دلایا ہے وہ یہی ہین جنکو خدا نے قطعاً وارث بنایا ہے۔ اقربون کا ترجمہ مینے اقربا کیا۔ اور دور کے قرابتمند کو خدا نے اولوالقربی فرمایا۔ اسلئے اوسکا ترجمہ مین نے قرابتمند کیا۔

سرخی تو اتنی بڑی اب اگر ہر ایک حقدار کے حق مفصل بیان کرون۔ کہ کیون اونکے حقوق قایم کئے گئے اور ہر کے حدود کیا کیا ہین تو اسکی گنجایش اس کتاب مین تو نہین اس لئے محض اختصار کے ساتھہ کچھ کچھ بیان کرونگا۔ کیونکہ کتاب ضخیم ہوتی جارہی ہے۔ اور ابھی ریاضات و مجاہدات باقی ہی ہین۔

حقوق والدین۔ خدا فرماتا ہے وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا وبنی اسرائیل خدا نے قطعی حکم کیا کہ خدا کے سوا کسی کی پرستش نکرو۔ اور والدین کے ساتھہ باحسان و نیکی پیش آؤ۔ اگر والدین مین سے کوئی تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائین تو اونکے آگے اُف تک نکرو۔ اون کو جھڑکو تک نہین اور

اون کے آگے باتین ایسی کرو جو اون کی بزرگی کے شایان ہون۔ اون کے آگے نیاز سے عاجزی کا بازو جھکائے رہو۔ اور اون کے لئے دعا کرتے رہو۔ کہ اے خدا ان دونون پر مہربانی اور رحم کر جیسا کہ ان دونون نے ہمارے بچپنے مین ہماری پرورش کی خدا تمہارے دلون کا دانا ہے حال ہے۔ اگر تم سعادتمند ہو۔ تو جو خدا کی طرف رجوع کرتے ہین (یعنی حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہین) خدا اونہین بخشدیتا ہے اس زمانہ مین ان احکام کا جو خون خرابہ ہو رہا ہے وہ روز روشن کی طرح روشن ہے۔

دوسری جگہ خدا نے فرمایا۔ ان اشکرلی ولوالدیک سیدا اور والدین کا شکر کیا کرو۔ نہ حقیقت کو بھولو نہ مجاز کو۔ اللہ اللہ یہ امان اور شکر کے لفظ ہین کہ کونسی بھلائیان اونمین نہین۔ جو ان دو لفظون مین نہ کہدیگئین۔ والدین کے ساتھ نیکیون اور بھلائیون کے ساتھ پیش آنا احسان ہے اور اپنی ساری قوتون سے انکی خدمت کرنی شکر اس مین تکلیف پہونچے تو برداشت کرو آخر تک نکھو مختصر یہ کہ خدا کے بعد والدین کا حق ہمچیا فی یعنی بہ نگہداشت اصول اخلاق اوسکے چارون ارکان کو ان کی خدمت مین لگادو سعادون کے صفات فروعی کے۔ تو والدین کے شکر کے لئے بھی چار قوتین درکار ہونگی۔ مثلاً اطاعت۔ فرمان برداری قوت خدمت آرام دہی۔ ہمدردی دلسوزی۔ قوت برداشت خوش کرنا۔ اون کے سامنے خوش رہنا نرم زبانی بردباری۔ انکسار عجز و انکسار غمخواری۔ قوت مالی۔ قوت دماغی قوت جسمانی وغیرہ وغیرہ یعنی نعمائے الہیہ کا صحیح استعمال جب والدین کی آنکھون کی ٹھنڈک بن سکوگے بناھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین۔ اے خدا ہماری بیبیون اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمکو ساری آنکھون کی ٹھنڈک عنایت فرما۔ (فرقان ع ۶)۔

حقوق اقربا۔ مینے بیان کیا ہے کہ اس مین داخل ہین۔ نزدیک کے قرابتمند یعنی اولاد۔ زن و شو۔ اور بھائی بہن۔ اور علیٰ ہذا فروع و اصول۔ خدا نے فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی اے پیغمبر کہدو مین تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی مزد نہین مانگتا۔ مگر محبت اقربا۔ دیکھو محبت اقربا مین کہنڈت نہرو ان کا کیا تمدن کی بنیاد ہے یہی صلہ رحم ہے۔ اسی کی تاکید طرح طرح سے عدہ کی ہے۔ اور اوسکا توڑنے والا مردود و ملعون ہے۔

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم کچھ بعید نہیں کہ اگر تم صاحب حکومت بن جاؤ تو
گو دنیا میں فساد کرنے اور قطع قرابت کرنے (محمد ۳) جو کہا گیا تھا وہ ہو کر رہا۔ جو صاحب حکومت بنے
اونہوں نے پہلے صلہ رحم کو ذبح کر لیا تو چین سے سلطنت کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کی شان میں دمائے
فرمایا ہے اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے انکو
بھرا بنا دیا ہے اور اندھا بنا دیا ہے۔ (محمد ۳)

قطع صلہ رحمی کا تو یہ استنباع کہ وہ ملعون ہوا کر اسکے نافرمان ہوئے بھی تو مسلمان ہی بیٹے بیٹیوں کو
ماں باپ کو۔ بھائی بھائی کو اور زن و شو کو۔ یا تو جیتری میں تمسک پر اقرار کرتے یا نہانے میں اطلاع
لکھواتے۔ یا وکلا کے دفتر میں عرضی دعوے درست کراتے یا مختاروں کے یہاں جھوٹ گواہ تعلیم کرتے
یا جج کے اجلاس پر پاوگے یا اور مختلف عنوانوں سے ایک دوسرے کی فکر میں لگے ہوئے صلہ رحم ٹوٹ
گیا خون قرابت سفید ہو گیا۔ والدین اور بیٹے بھائی اور بھائی۔ شوہر اور بیوی اور عدالت اور کچہری سقدما
اور جھوٹ۔ ایک دوسرے کا اس درجہ بدخواہ۔ زمین کیوں نہیں پھٹ جاتی آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا
ایسے حال میں مسلمان جس حال کو پہنچ گیا ہے وہ تھوڑا ہے۔ اے لوگو! جس کشتی پر سوار ہو اوس کشتی کی خیر مناؤ
کشتی ڈوبی تو دریا اور دریا کے مگرمچھ تمہاری حکومت تمہاری دولت و ثروت۔ اور تمہارے حکام رسمی اور بے
وقعت خلعت و خطاب سے نہ ڈرینگے۔ تمہاری تعلیموں کے فسانے دریا برد ہو جائینگے۔ اور تمہارا نشان صفحہ ہستی
سے مٹ جائیگا ہوش کرو خدا نے فرمایا الذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ذہی عقل وہ ہیں جو صلہ رحم کو جوڑتے
ہیں جنکے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے (رعد ۳) جو صلہ رحم توڑتے ہیں جنکے جوڑنے کا خدا نے
حکم دیا ہے۔ اور دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں تو یہی ہیں جن پر خدا کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے
ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار
(رعد ۳)

قطع رحم دنیا میں فساد پھیلانا ہے۔ اور قطع رحم کرنے والے ملعون ہیں۔ کہاں ہیں ذرہی ذرہی باتوں پر

یا طمع اور خواہشات نفسانی کے جھپیٹ مین آکر یا چالاک اور ہوشیار بنکر اقربا سے مقدمہ بازی کرنے والے اور حقوق قرابت کو فراموش کرنے والے۔ اور جھوٹ مقدمہ بناکر اپنے بھائی کو جیل بھیجنے کی کوشش کرنے والے ایسین سوچین اور اپنے جہنم کے گھر کو جو جیل سے زیادہ بدتر ہے۔ خیال کرین جو خدا کے ملعونون کا گھر ہے واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ خدا سے ڈرتے رہو جسکا تم باہم واسطہ دیا کرتے ہو اور صلۂ رحم کا خیال رکھو (نساء ۱)۔

اقربا کے ساتھہ مالی قوت صرف کرنے پر زیادہ توجہہ دلائی گئی ہے کیونکہ جسکے ساتھہ انسان اپنا پسینا گرا کر جمع کیا ہوا مال خرچ کریگا۔ اوسکے ساتھہ لازماً ہر طرح کی ہمدردی پر متوجہ ہوگا۔ اس لئے خدا نے فرمایا یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم۔ تم سے لوگ پوچھتے ہین کہ کیا خرچ کرین تو اونہین تم بتادو کہ والدین۔ اقربا یتیم و مسکین و مسافر کے لئے خرچ کرو اور جو کچھہ تم انکے ساتھہ بھلائی کروگے (بظاہر یا پوشیدہ) تو خدا اوسکا خوب دانائے حال ہے۔ (بقرہ ۲۶)

تو اقربا کے حق مین نعماے الہیہ کو کام مین لانے سے دریغ نکرو۔ اور اصول اخلاق کو نہ بھولو۔ کہ اس مین تمہارا ہی بھلا ہے۔

والدین۔ اقربا۔ قرابتمند یتیمون۔ محتاجون۔ قرابت والے پڑوسیون۔ غیر قرابت والے پڑوسیون ہمنشینون مسافرون۔ اور مملوکون۔ کے حقوق کی نسبت خدا فرماتا ہے واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اٰتیھم اللہ من فضلہ واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا ط

اے لوگو خدا کی عبادت کرتے رہو۔ اور کسی چیز کو اوسکا شریک نٹھہراؤ۔ اور والدین اور صاحب قرابت

اور یتیم و مسکین۔ قرابت والے پڑوسی اور غیر قرابت والے پڑوسی اور ہمنشین۔ اور مسافر۔ اور مملوک سب کے ساتھہ باحسان و سلوک پیش آؤ۔ بے شک اللہ اترانے والون اور بڑائی مارنے والون کو جو آپ بھی بخل کرین۔ اور دوسرون کو بھی بخل کی ہدایت کرین۔ اور افضال الٰہیہ جو اونکو ملے ہین اونکو چھپاتے ہین پسند نہین کرتا اور کفران نعمت کرنے والون کے لئے عذاب دردناک مہیا کیا ہے۔ (نساء ع ۶) سب کے ساتھہ باحسان پیش آنا اور بخل نہ کرنا یعنی یہ سلوک پیش آنا اور افضال و نعمائے الٰہیہ جو اون کو ملے ہین اونکو نہ چھپانا۔ اور اونکو کام مین لانے سے دریغ نہ کرنا۔ خدا کا فرض کردہ ہے اور اوسکا نافرمان ایک طرح کا کافر ہے۔ کافر نعمت جسکے لئے عذاب دردناک ہے۔

بقرہ کے بائیسوین رکوع مین لیس البر کی آیت ہے اوسمین بھی انہین اہل حقوق کی فہرست دی گئی ہے۔ وہ قرآن مجید مین دیکھہ لو مجھے اختصار مقصود ہے۔ تو اوس آیت مین دو باتین زیادہ ہین۔ ۱ ایک تو یہہ کہ ان اہل حقوق مین جو مال خرچ کرو۔ وہ بلا معاوضہ للنفس علی حبہ ہونا چاہیے۔ خدا کی محبت و رضا مین ۲ دوسرے اس آیت مین وفی الرقاب ایک اہل حق زیادہ ہے یعنی مصیبت زدون کو مصیبت سے چھوڑانا۔

خدا نے فرمایا وفی اموالھم حق للسائل والمحروم اون کے مال مین سائل کا اور ایسے تنگدست کا جو سوال نہ کرے حق ہے (الذاریات) حقوق یتیم کی نسبت خدا فرماتا ہے یسئلونک عن الیتمی قل اصلاح لھم خیر وان تخالطوھم فاخوانکم واللہ یعلم المفسد من المصلح یتیم کے بارے مین تم سے لوگ پوچھتے ہین تو اونہین تم سمجھا دو کہ اصلاح کرنا اون کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تم اون کے ساتھہ مل جل کے رہو تو یہہ تمہارے بھائی ہین۔ اور اللہ بگاڑنے والے اور سنوارنے والے کو خوب جانتا ہے۔ (بقرہ ع ۲۷) اصلاح بہت وسیع اور بہت عام لفظ ہے۔ یتیمون کی تعلیم و تربیت اون کے قوے کی شگفتگی اون کے جان و مال اونکے اخلاق و اطوار سب کی نگہداشت لفظ اصلاح مین داخل ہے بلکہ کونسی بھلائی ہے۔ جو اس لفظ مین

داخل نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل قوم نے اصلاح کے معنی حماقت کے سمجھ لیا ہے۔ اور یتیمون کا مال ہضم کرنا ہوشیاری سمجھی گئی ہے۔ واعصلات سمجھا دینے کو نظر کرلیا اور سب ہضم۔ مگر یہہ ہضم ہونیکا نہیں ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا۔ جو لوگ یتیم کا مال روا کھاتے ہین وہ آگ ہی کھاتے ہین اور دوزخ مین جائینگے اس لئے لاتقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن مال یتیم کے نزدیک نہ جاؤ مگر بہ نیت استحسان المختصر اصول اخلاق کی نگہداشت بھولو نہین۔ اگر خداوند عالم ہمکو اس قسم کے قوے اور قدرتین عطیات اور نعمتین عنایت ہی نہ کرتا کہ ان حقوق کو ادا کرسکین۔ تو یہہ حقوق ہمارے ذمہ بھی نہ کرتا اور جب اوس نے ہمکو ہر طرح کی قوتون اور نعمتون سے مالا مال کرلیا ہے۔ تو اتنے سارے حقوق بھی خبکی ادائیگی کے لئے ہمکو یہہ نعمتین ملی ہین۔ ہمارے ذمہ لگادیئے ہین۔

جنے زن و شو کو آپس مین قرابت مین داخل کرکے اقربا مین داخل کیا ہے۔ چونکہ خدا نے وراثت مین ایسا ہی کیا ہے۔ اور اقربا کے حقوق بیان ہو چکے۔ گرچہ زن و شو مین خونی قرابت نہین مگر خدائی قرابت ہے۔ خدا کی قایم کردہ جسکو انتضائے فطرتی نے جوڑا ہے۔ وہ کسی طرح کسی قرابت سے کمزور نہین چونکہ اس قرابت کے حقوق کمزور ہو گئے اور افراط و تفریط کے درجہ پر پہونچ گئے ہین اسلئے خصوصیت کے ساتھہ ہمکو ان حقوق کی نسبت کچھ بیان کرنا ضرور ہے۔

خدا نے فرمایا ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ خدا کی نشانیون مین سے یہہ بھی ہے کہ اوس نے تمہارے لئے تمہارے ہی جنس سے جوڑا پیدا کیا ہے۔ تاکہ تم اوس سے تسکین دلی حاصل کرو اور تم دونون مین محبت و مہربانی ڈال دی (روم ع ۳) اقتضائے فطری اور تعاے فطری کو بیان کردیا تو محبت و مہربانی اور سکون دلی کے جو حقوق ہون وہ بر تو اور ان قوتون اور نعمتون کو ایک دوسرے کے ساتھہ بھلائی اور خوبی سے صرف کرتے رہو۔

اسمین شک نہین کہ از روے بدنی عیبات بھی مردون کا بہ عورتون سے بڑا ہے (الرجال علیھن درجۃ

مگر اسکے یہہ معنی نہین کہ مرد سجدہ کئے جانیکا یا پرستش کئے جانیکا مستحق ہو۔ کیونکہ حقوق مین مساوات ہے ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف جو حقوق عورتون پر ہین ویسے ہی حقوق عورتون کے ہین کہین ایک کو ترجیح ہے تو کہین دوسرے کو کمانا کجانا اور بیرونی کل انتظام مردون کے متعلق۔ اور پرورش اولاد۔ خانہ داری اور اندرونی کل نظم عورتون کے متعلق یون تقسیم حقوق مین مساوات قایم کیگئی ہے۔ اسی لئے خدا نے حکم دیا عاشروھن بالمعروف عورتون کے ساتھہ بحسن سلوک معاشرت کرو۔ اور اصول اخلاق کو ہاتھہ سے جانے نہ دو نہ اوسکے ارکان کو بے راہ ہونے دو۔

مگر فطرت تو بیرنگ ہے۔ عورتین خوبصورت بھی ہوتی ہین۔ اور بدصورت بھی۔ آنکھین ہین کہ قطرتاً خوبصورتی پر مائل۔ پھر بدصورت عورتون کے ساتھہ بحسن سلوک معاشرت کیونکر ہو۔ اور یہہ بے قصور مخلوق جس کے اختیار سے باہر ہے کہ اپنے کو خوبصورت بنا سکے وہ کیا کرے۔ تو خدا نے اوسکا بھی خیال کیا اور فرمایا فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا اگر وہ تمہین بدصورت معلوم ہون تو بہت ایسا ہوتا ہے کہ تمکو ایک چیز بری معلوم ہو اور خدا نے اوسمین بھلائیان رکھی ہون (نساء ۳) ضرورت ہے کہ اس آیت کو مین ذرا پھر چھا دون۔

مینے اکثر دیکھا بھی ہے اور سنا بھی کہ جو لوگ بدچلن ہین اکثر اونکی بیبیان خوبصورت ہین۔ اور جو نیک چلن ہین اکثر اونکی بیبیان بدصورت۔ آخر اسکی وجہ کیا۔ غور کرنے سے سمجھہ مین بھی آیا۔ جو خدا نے اس آیت مین فرمایا ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا یعنی حسن سیرت حسن صورت نا پائدار ہے۔ اور حسن سیرت پائدار۔ بچے ظاہر پر مچلتے ہین اور عقل والے باطن پر حسن صورت۔ اور حسن سیرت دونون ہو۔ یہہ ناممکن۔ آدمی یہہ صفت موصوف نہین ہو سکتا۔ بے عیب ذات خدا ہی کی۔ دوسرے تقسیم عطیات کی عجب شان ہے۔ بظاہر تو اتنا تفرقہ کہ اولٹا نظر آئے اور حقیقت مین تقسیم مساوی۔ مثلاً دولت بڑی نعمت ہے تو بے فکری اور صحت اوس سے کم نہین۔ ایک کو دولت مند بنایا تو اوسے تعلقات اور روگ کا سعدن بھی بنایا اور سکی احتیاج

بھی بڑہا دی۔ دوسرے کو غریب بنایا تو اوسکے تعلقات بھی اوسی درجہ کم کردئے۔ اور صحت و بیفکری سے اوسے مطمئن بھی کیا غرض جو ہے وہ اپنے اک حال مین مست ہے۔ سب مساوی خوش ہو لیتے ہین اور سب مساوی غم کر لیتے ہین۔ بس اسی طرح سمجھنا چاہیے۔ حسن صورت دل مین۔ زخم اور زخمون مین نشتر کا کام کرتا ہے۔ اور حسن سیرت دل کے زخمون کو بے نشتر اچھا کرتا ہے۔ صورت کا حسن جب ڈبلا تو صورت پرستون نے تاک جھانک شروع کی اور حسن سیرت تو بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس لئے ایسی عورتین اپنے شوہر دل کو مار رکھتی ہین اور بھگنے نہین دیتین۔

حقوق قوم ولقد ارسلنا موسیٰ بآیتنا ان اخرج قومک من الظلمت الی النور وذکرھم بایام اللہ (ابراھیم ع۱)

ہم نے موسیٰ کو کتاب دیکر بھیجا۔ اور کہا کہ اپنی قوم کو ظلمت سے نور کے طرف نکالو۔ اور اونکو اللہ کے ایام یاد دلاؤ۔ کہ ایام اللہ کن کن عبرتون سے گذرے ہین۔ یہہ قومی حق ہے کہ قوم کو ظلمت سے نور کے طرف نکالو۔ اور اونکو واقعات عالم سے عبرت دلاتے رہو۔ وعظ و نصیحت اور ہدایت کی قوت اسی لئے دی گئی ہے۔

اپنی ہی قوم سے محبت و مودت برتنا اور غیر قومون سے محبت و مودت نہ برتنا۔ بلکہ محبت کی جگہ اون کے ساتھ نیکی اور عدل و انصاف کا برتاؤ کرنا یہہ قومی حق ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الکفرین اولیاء من دون المومنین۔ اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا (نساء ع۲۱) مسلمانو! مسلمانون کے سوا کافرون کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم اپنے اوپر خدا کا صریح الزام لیا چاہتے ہو۔ خدا نے مسلمانون سے محبت کرنے اور کافرون سے محبت نہ کرنیکی ہدایت فرمائی۔ مگر کافرون کے ساتھہ عدل و انصاف کو منع نہین کیا۔ خدا کا یہہ مطلب نہین کہ کافرون کے ساتھہ لڑائی جھگڑے مین اپنے صفات کھو یا کرو۔ اون کے ساتھہ بھی تمہین بھلائی اور انصاف کرنا چاہیئے وہ فرماتا ہے لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۵

جولوگ تم سے دین کے بارے مین نہ لڑے اور تم کو گھرون سے نہ نکالا تو خدا تم کو اس سے منع نہین کرتا کہ تم اونکے ساتھہ بھلائی کرو۔ اون کے حق مین انصاف کرو۔ خدا تو انصاف کرنے والون کو پسند کرتا ہے (ممتحنہ ع۲) انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون ہان جو تم سے دین کے بارے مین لڑے جنہون نے تم کو جلاوطن کیا۔ یا جلاوطنی پر مدد کی تو خدا تم کو منع کرتا ہے کہ تم اونہین دوست رکھو۔ جو اونکو دوست رکھے گا وہ ظالم ہے۔ (ممتحنہ ع۱) بظاہر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ آیتین اون کافرون کی نسبت ہین جنہون نے مسلمانون سے مقابلہ کیا تہا۔ اور مظالم کیے تھے ۔ ایسا سارے ہی احکام کے مخاطب اوسوقت کے مسلمان تھے۔ مگر حکم قطعی ہے۔ جو کل تہا وہ آج ہے۔ ان دونون آیتون کا مطلب اسی قدر ہے کہ جو تم سے لڑے یا جنہون نے تم پر مظالم کیے اونکے ساتھہ تمہاری دوستی ممنوع کی گئی اور جو نہ لڑے اور نہ مظالم کیے اون کے ساتھہ عدل و انصاف اور بھلائی کرنی ممنوع نہین۔ مگر اون کے ساتھہ بھی محبت کرنیکو جائز نہین کہا کیونکہ محبت جو قومی حق ہے۔ اوسکو بے جگہ صرف کرنا ہوگا۔

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ۔ جو لوگ خدا اور آخرت پر یقین رکھتے ہین تم اونکو نہ پاوگے کہ وہ مخالفین خدا و رسول کو دوست رکھین۔ گو وہ اون کے باپ بیٹے بھائی اور اقربا ہی کیون نہون۔ یہی لوگ ہین جنکے دلون مین خدا نے ایمان لکھدیا ہے۔ اور فیضان غیبی سے اونکی تائید کی ہے (مجادلہ ع۳) کیسی صاف اور صریح آیت ہے۔ غرض محبت و مودت یہہ قومی حق ہے۔ مخالفین خدا و رسول اسکے حصہ دار نہین ہو سکتے۔

اگر تم یہہ سمجہو کہ تم اون سے بچاؤ گے تو وہ مخالف نہ رہینگے۔ تو سمجھ لو۔ ان یثقفوکم یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء ودوا لو تکفرون ہ اگر کفار تمکو پالین تو تمہارے دشمن ہو جائین اور تم پر برائی کے ساتھہ

دست درازیان۔ اور زبان درازیان کرنے لگین۔ اور چاہنے لگین کہ تم کافر ہو جاؤ (ممتحنہ ع۱) اگر تم اس خیال سے اون سے محبت کرو کہ تم اونکو راضی کرلوگے تو یاد رکھو۔ ولن ترضی عنک الیھود ولا النصاری حتی تتبع ملتھم یہود ہون یا نصاری تم سے ہرگز راضی نہون گے۔ جب تک کہ تم اونکی ملت مین نہ آجاؤ۔ (بقرہ ع۱۸) عدل و انصاف مین تو اپنے پرائے سب سماوی۔ مگر محبت و مودت تو قومی حق ہے۔ اسے بے جگہ نکرو۔ محبت ہر کسی سے ہونا فطرت مین بھی نہین۔ محبت کا بازار مختلف جنسونکا نہین۔ محبت کے لئے وحدت خیالی اور یک جہتی ضروری ہے۔ دینی دشمن کے ساتھہ محبت تو جھوٹ ہے۔ اور دشمن کو پیار کرنا فطرت کے خلاف۔ خلاق فطرت نے دشمن کے پیار کرنیکو کہان حکم دیا ہے۔ وہ خود بھی تو دشمنان خدا اور رسول کو پیار نہین کرتا۔ ایسی محبت تو نفاق ہے۔ اور منافقون کی شان مین خدا نے فرمایا بشر المنفقین بان لھم عذابا الیما الذین یتخذون الکفرین اولیاء من دون المومنین منافقون کو عذاب دردناک کی بشارت دو۔ منافقین وہ ہین جو مومنون کو چھوڑ کافرون کو دوست رکھتے ہین۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الکفرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقیۃ ایمان والو! مومنون کے سوا کافرون کو دوست نہ بناؤ۔ جو ایسا کریگا وہ اللہ کا کوئی نہین۔ مگر اس صورت مین کہ تم اونکے شر سے بچنا چاہو (ال عمران ع۳) مطلب ہے محبت کے برتاؤ سے کیونکہ شر سے بچنے کے لئے محبت کے برتاؤ کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ دلی محبت کی۔ اسکے بعد ہی خدا نے فرمایا ویحذرکم اللہ نفسہ۔ اللہ اپنی ذات سے تمکو ڈراتا ہے۔ تو اورون سے نہ ڈرو کہ لگو اپنے وہمی نقصان کے خوف سے قوم کو ذبح کرنے اور اغیار کی الفت کا دم بھرنے۔ ایسا کروگے تو تم کو خدا سے کوئی واسطہ نہین اور ایسا کرنا قومی شیرازہ کو بکھیر دیگا۔ اور اغیار کے اطوار و خصائل مذموم بھی تم کو بھلے معلوم ہونے لگینگے۔ اور دلون مین چور اور رہزنون کے لئے سیکڑون رخنے پڑجائینگے۔ شہنشاہ اکبر نے یہی کانٹا تو بویا۔ اور روحانی اسلام کو نفسانی اسلام بناکر رسوماتی اور بدعتی

اسلام بنادیا اس نے اخوت اسلامی کا شیرازہ منتشر کردیا۔ مسلمانون مین اوسوقت سے تباہی شروع ہوئی خدا نے ترقی اور غلبہ قومی کا اصول بتایا تھا ومن یتول اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون ۵ جو خدا اور رسول اور مومنون کو دوست رکھیگا۔ تو وہ اللہ کی جماعت مین ہوگا۔ اور اللہ ہی کی جماعت غالب ہوگی۔ یہہ پہلے ہے محبت کو اصول اخلاق پر برتنے کا جب محبت بے جگہ صرف ہوئی تو اوسکا نتیجہ آج مسلمان بھگت رہے ہین کہ ان کا تمدن بگڑ گیا۔ شادی وغمی کی تباہ کن رسمون نے تباہ کر چھوڑا۔ سب رسومات آے اغیار سے اور اسی غلط محبت کی بدولت جیسے آج بھی یورپ کی تباہ کن معاشرت سے اور تباہی پر تباہی کا سامان ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوًا ولعبًا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مومنین ۔ مومنو! جن لوگون نے تمھارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے۔ اگلے اہل کتاب ہون یا کفار اونکو دوست نہ بناؤ۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اگر تم کو ایمان ہے (مائدہ ع ۹) بہتیری آیتین ہین۔ کہان تک دی جائین۔ غرض محبت اک بیش بہا نعمت ہے اور یہہ خدا اور رسول اور قوم کا حق ہے اسکو بے جگہ نہ کرو یہہ خدا کی رضا اور اخلاق کے خلاف ہوگا۔

من تشبہ بقوم فھو منھم صحیح حدیث ہو نہ سہی۔ اس پر قوم بہت جھگڑا کرے۔ مگر خدا کی اس آیت کا کیا جواب ہے۔ اوس نے فرمایا۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ط ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین ۵ فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرۃ فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نٰدمین ۵ مومنو! یہود اور نصارے کو دوست نہ بناؤ۔ وہ تو آپس مین ایک دوسرے کے دوست بنے ہوے ہین۔ اور جو کوئی تم مین سے اون کو دوست بنائیگا۔ وہ اونہین مین کا ایک ہے (المرء من احب) بے شک اللہ ظالمون کو راہ راست نہین دکھاتا۔ جن دلون مین مرض نفاق ہے۔

اونکو دیکھو گے کہ وہ اونکی دوستی مین بڑی جلدی کرتے ہین کہتے ہین کہ ہم کو تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت نہ آپڑے (کم سے کم تو یہہ کہ خطاب نہ ملے) تو قریب ہے کہ اللہ فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے بھیجے تو اوسوقت وہ اپنی بدگمانی پر جو اپنے دلون مین چھپاتے تھے پشیمان ہون گے۔ (مائدہ ۸) زمانہ حال اس آیت کا پورہ ترجمہ ہے۔

ترٰی کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خلدون ۰ ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولکن کثیرا منھم فسقون ۰ اے رسول تم ان مین سے بہتیرون کو دیکھو گے کہ کافرون سے دوستی کرتے ہین۔ البتہ اونہون نے اپنے لئے برا سامان بھیجا۔ کہ اللہ کا اون پر غضب ہو۔ اور وہ جہنم مین ہمیشہ رہینگے۔ اگر وہ خدا اور سول اور قرآن پر ایمان رکھتے تو کافرون کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان مین بہتیرے فاسق ہین (مائدہ ۱۱) ایسے لوگ پہلے بھی دیکھے جاتے تھے۔ اب بھی دیکھے جاتے ہین۔ پہلے کم تھے اب بہت ہین۔ آج وہ زمانہ ہے کہ مسلمانون نے کتنی آیتون کا حق فراموش کر دیا۔ وجہ یہی کہ اصول اخلاق سے منہ موڑ لیا اور خدا کی نعمتون کو بے جگہ صرف کیا جسکے لئے وہ ملین نہ تہین۔

حقوق قومی کی نسبت خدا نے فرمایا تہا فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم خدا سے ڈرتے رہو۔ اور آپس مین صلح کراتے رہو۔ (انفال ۱) یہہ اتفاق قومی کی تعلیم تھی۔ علیٰ ہذا۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم ایمان والے آپس مین بہائی ہین۔ تو بہائیون مین صلح کراتے رہو۔ (حجرات ۱) اتفاق قومی کی تعلیم تھی کہ آپس مین جہگڑا بھی پڑے تو صلح کرادو۔ علیٰ ہذا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین خدا اور سول کی اطاعت کرو اور آپس مین جہگڑو نہین۔ آپس کے جہگڑے مین پڑوگے تو ہمت ہاروگے اور تمہاری ہوا اوکھڑ جائیگی۔ اگر ہمین تکلیف پہونچے تو صبر کرتے رہو۔ خدا صبر والون کے ساتہہ ہے (انفال ۶) ان آیتون کی تعمیل مسلمانون نے یہی کی کہ بجائے

صلح کرانے کے کمر وزپر ایک روڑہ اور رکھدیا۔ اور جھوٹی گواہی سے دلیرانہ مدد بھی کی۔ کچہریون مین اسکے نت نئے تماشے روز جاکر دیکھ لو۔ یہہ مسلمان آپس مین خدائی رشتہ کے بھائی ہین۔ اور یہہ بھائیونکے ساتھہ کے سلوک ہین۔ چونکہ خدا کی رضا کے خلاف۔ اصول اخلاق توڑدیا گیا۔ تو یہہ آپس مین جھگڑے بھی بہت بھی بار بیٹھے اور اونکی ہوا بھی اوکھڑ گئی۔ خدا کی مسجد کو جھگڑا کر کوئی فرقہ اپنی مسجد بنالے آمین بالجہر اور رفع یدین کی تکرار پر آج جوتی پیزار کرلو۔ خلافت نبوت تیرہ سو برسون کے بعد کسی کو دو علم اور تابوت کی نسبت آج خون خرابہ کرلو۔ مگر کل خدا کے حضور مین یہہ آستین اپنا خون بہا ضرور لیکر رہین گی۔ اور نہ دینے پر حبس دوام کا جیل ضرور جھیلنا پڑے گا۔ اس مین سنی شیعہ۔ اہل حدیث کوئی ہون۔ اس مین مشائخین و مجتہدین یا علماء اہل حدیث کوئی ہون۔ ان جھگڑون مین جب مسلمانون کی ہوا اوکھڑ چکی تو مخالف ہوا مین کشتی پار لگے تو کیونکر۔ کہا گیا تہا کہ اتفاق قومی مین تکلیف پہونچے تو صبر کرو۔ نہ کیا۔ تو اب اپنے اوپر صبر کرنا پڑا۔

صرف اتفاق قومی کو کہا نہ گیا تہا۔ بلکہ حکم تہا۔ واخفض جناحک للمومنین (مسلمانون کے لئے اپنے بازؤن کو جھکائے رہو۔ (حجر ۷۶) اسکے یہہ معنی نہین کہ مسلمانون کو دیکھ کر لیٹ جاؤ۔ اسکے معنی یہی تھے کہ جتنی نعمتین اور قوتین خدا نے تمہین دین جو اس دنیا مین گذران کے لئے بمنزلہ بازو کے ہین۔ جنکے بل بوتے پر تم اوڑتے ہو وہ قومی خدمات مین صرف کرو۔ وہ سارے صفات (محبت کے اقتضا سے ہین۔ اون سارے حقوق مین جو برادرانہ اور قومی اقتضا سے ہین صرف کئے جائین)۔

اب آخر مین قوم کے مفہوم کو جو مختلف فیہ ہو رہا ہے۔ صاف کردینا چاہتا ہون بعض مسلمانون نے دیکھو کے اور غلطی مین پڑکر قوم کے معنی اک ملک کے باشندون کے سمجھا ہے۔ اور منطق یہہ قائم کی ہے کہ ہندوستان کے باشندے ہندو ہین اور ہم ہندوستان کے باشندے ہین۔ تو ہم بھی ہندو ہین۔ اونکو ہندو ہونا مبارک۔ مگر وہ زبان اور ادب نہ جاننے کے سبب ہندو ہوے ہین ہندی یا

ہندوستانی ہونا اور ہے اور ہندو ہونا اور ہے۔ اصطلاحاً ہندو بمقابلہ انگلش نہیں ہے۔ بمقابلہ عیسائی ہے جیسے انڈین یعنی ہندوستانی بمقابلہ محمڈن نہیں ہے۔ انڈین کے معنی ہندو کے نہیں ہندوستانی کے ہیں۔ یورپین کے معنی عیسائی کے نہیں بلکہ باشندۂ یورپ کے ہیں مسلمان ہندی یا ہندوستانی ہیں۔ مگر ہندو نہیں ہیں۔ ہندو مسلمان اصطلاحاً وہ مذہب کے پیروؤں کو بولا جاتا ہے۔ خدا نے قوم کی تقسیم مذہب پر کی ہے جتنی قومیں ہوئیں وہ اپنے پیغمبروں کے نام کے ساتھ منسوب ہوتی رہیں۔ اب لوگوں نے قوم کی تقسیم ملک پر کرنا چاہا ہے۔ مگر یہ بولنے ہی کا ہے عملاً ہوتا تو ترکوں کے ساتھ جو سلوک ہوا کیا وہ ہونا تھا اور کوئی ہندوستانی اگر عیسائی ہو جائے تو اوسکو جو حقوق ملجاتے ہیں وہ نہ ملتے اور مذہب بدلنے پر بھی وہ ہندوستانی ہی سمجھا جاتا اور ہتیار بند ہو سکتا اسی کے ساتھ بادشاہ کے لئے پروٹسٹنٹ ہونے کی قید اور حلف لینا اور ٹھہرایا جاتا۔ غرض عملاً ہے یہی کہ قومیت کی تقسیم مذہب پر ہے۔ اور یہ ہے بھی سلیم کہ اگر ساری دنیا ایک مذہب پر آجائے تو ساری دنیا ایک قوم ہو سکتی ہے۔ ملکی تقسیم سے تو تفرقے مٹ ہی نہیں سکتے اور یہ تقسیم ہمیشہ خون خرابہ ہی کا باعث ہوگی۔ عملاً یہی خدائی تقسیم ہے۔ جو نہ کسی کے مٹائے مٹی ہے۔ نہ مٹے گی اور قوم سے میری مراد بھی یہی ہے۔

حقوق عامہ عباد۔ عامہ عباد یعنی انسان میں سارے ہی انسان انسانی حقوق کے حصہ دار ہیں اور اپنے پرائے سب داخل۔ وہ بھی جنکے حقوق بیان ہو چکے اور وہ بھی جنکے حقوق بیان نہیں ہوئے۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تم کو کنبوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم اچھی طرح پہچانو کہ خدا کے نزدیک جو پرہیزگار تر ہے وہ معزز تر ہے (حجرات ۲) سارے انسان ایک مرد عورت سے پیدا ہوئے سب کی جنسیت ایک خلقت ایک طرح کی۔ پھر منافرت کیوں ہو تو ہم جنسی کا حق بھی کوئی معمولی حق نہیں۔ اگر حق ہم جنسی تم اپنا دوسروں پر سمجھتے ہو تو دوسروں کا بھی اپنے اوپر سمجھو۔ اسلئے

جو اپنے لئے چاہو وہی دوسرون کے لئے بھی۔ انسانی ہمدردی انسانی اخوت کا انسانی حق ہے جو ہر کسی کا ہر کسی پر ہے۔

خدا نے فرمایا انا خلقنٰکم سارے انسان کا خالق خدائے واحد ہے۔ اوس نے سب پر ہی رحم وکرم کی نظر رکھی۔ انسان کو جماعتون اور استون مین تقسیم کیا تو ہر امت کے پاس الگ الگ رسول بھیجا۔ و لکل امۃ الرسول مگر سب استون نے ایک دوسرے کی تصدیق نہ کی بلکہ مخالفت پیدا کی اس لئے آخر مین سب کے لئے ایک ہی خاتم المرسلین کو بھیجا یا ایھا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم (نساء ۲۳) اور سارے انسان کے پاس برحق احکام اور برحق ہدایتین بھی آئین یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم (نساء ۲۴) اور قد جاءکم الحق من ربکم (یونس ۱۱) اور قد جاءتکم موعظۃ من ربکم (یونس ۶) سب کی غرض یہی رہی لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور تاکہ لوگون کو تاریکی سے روشنی کی طرف لائے۔ (ابراھیم ۱) غرض انسان کو تاریکی سے نکالنا۔ اور کتاب اللہ تبلیغ کرنی انسانی فرض ہے۔ اور استون نے کتاب اللہ ضایع کی۔ مگر مسلمانون کے پاس کتاب اللہ جون کی تون موجود ہے۔ جسکا ثبوت شرعۃ الحق مین دیکھو۔ اس لئے ہم مسلمانون پر تبلیغ کتاب اللہ فرض ہے۔ اور یہہ ہم مسلمانون پر انسانی حق ہے جو افسوس ہے کہ ایک مدت سے متروک ہے۔

تعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان نیکیون اور پرہیزگاریون مین ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و سرکشی مین ایک دوسرے کی مدد نکرو (مائدہ ۱) یہہ انسان پر انسانی حق ہے۔ انسان اگر اس پر عمل ہو تو دنیا سے برائیان اوٹھ جائین اور دنیا بہشت ہو جائے۔

لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس اپنی قسمون کے باعث خدا کو اسکا مانع نہ بناؤ کہ لوگون کے ساتھہ سلوک کرو۔ پرہیزگاری برتو۔ اور اصلاح کرو (بقرہ ۲۸) یہہ سارے انسانی حقوق ہین۔ ان باتون کے کرنے کی قسم بھی کھالو تو ایسی قسم کو توڑ دو۔

قولوا للناس حسنا۔ لوگون سے اچھی باتین کہا کرو (بقرہ ۱۰) زبان کو سنبھالیان رہنے۔ اور

دل دکھانیکو نہیں دی گئی بلکہ قول حسن کے لئے ملی ہے تو اس نعمت کو بے جگہ نکرو۔ یہہ انسانی حق ہے۔
لا یسخر قوم من قوم ایک قوم دوسری قوم پر ٹھٹھا نہ کرے۔ (حجرات ۲) اس سے دل دکھتا ہے۔ اور کوئی قوت دل دکھانیکی غرض سے نہیں دی گئی۔

لا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان نہ ایک دوسرے پر عیب لگاؤ نہ کسی کو برالقب دو۔ ایمان کے بعد بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے (حجرات ۲) ان آیتوں پر غور کرو اور سمجھو کہ ازروے اصول اخلاق کن کن قوتوں کی روک تھام کی گئی ہے۔

اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا بہت گمان کرنے سے بچو۔ کیونکہ بعض گمان گناہ ہے۔ نہ جاسوسی کرو نہ غیبت کرو (حجرات ۲) عباد اللہ کا ہم پر یہہ حق ہے کہ ان پر نہ بدگمانی کی جائے نہ اونکی جاسوسی کی جائے نہ اونکی غیبت کی جائے۔ ہم کو کوئی قوت بھی ان برائیوں کے لئے نہیں ملی۔ یہہ نعمائے الٰہیہ کا بے جا صرف کرنا ہوگا جو ظلم ہے۔

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل جب لوگوں میں حاکم بنو تو حکم انصاف سے دو (نساء ۸) انصاف کی وضاحت دوسری جگہ کردی فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی خواہش نفسانی کے پیچھے نہ ہو بلکہ جو حق ہو وہ لوگوں میں حکم دیدو (ص ۲) حاکم سے انصاف طلبی عباد اللہ کا حق ہے۔ پولیسی سے حکم دینا انصاف نہیں ہے۔ دیکھو قوت عدل کو بے جگہ نہ ہونے دو۔

لوگوں کے ساتھہ احسان کرنا عباد اللہ کا حق ہے لا تنسوا الفضل بینکم آپس میں احسان کرنا نہ بھولو۔ مگر اس نیت سے احسان کرنا کہ زیادہ معاوضہ اوس کا ملے ناجائز ہے ولا تمنن تستکثر (مدثر) پھر اذیت دیکر اور احسان جتاکر احسان کو باطل نکرو لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی (بقرہ ۳۶)

عباد اللہ کا یہہ حق ہے کہ ہم اپنے کو ایسا بنائیں کہ وہ ہم سے نفرت نہ کریں بلکہ اون کے دل مائل ہوں اس کے لئے نرمی اور باخبری حد درجہ کارگر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی فاجعل افئدۃ من الناس

تھوی ایلہام اے خدا لوگون کے دلون کو اونکی طرف (یعنی میری اولاد کے طرف) مائل کردے۔
(ابراہیم ۷) یہہ کوئی تسخیر کی دعا نہ تھی بلکہ یہہ تسخیر سے اعلیٰ درجہ کی دعا تھی۔ اس کے معنی یہہ تھے کہ اونکو ایسا اور ایسے اطوار کا بنا کہ لوگون کے قلوب اودہر مائل ہو جائین۔ خدا نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر۔ یہہ تو خدا کی طرف سے رحمت تھی کہ تم اونکو نرم دل ملے۔ اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو لوگ جو تم کو گھیرے ہوے ہین تتر بتر ہو جاتے تو اون کو معاف دیا کرو۔ اون کے لئے مغفرت مانگا کرو۔ اور کامون مین اون سے مشورہ لیا کرو (ال عمران ۱۷) نرم دل ہونا۔ معاف دینا۔ مشورہ کرنا۔ یہہ انسانی حقوق ہین اور کل وہ باتین جو دل کو مائل کرین۔ خوش لباس ہونا۔ خوش کلام ہونا۔ خوش بیان ہونا۔ خوش مزاج ہونا۔ خوش کردار ہونا۔ خوش خلق ہونا یہہ سارے انسانی حقوق ہین۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ اس لئے اچھی باتون کا حکم کرنا اور بری باتون سے روکنا یہہ انسانی حق ہے۔ مگر اس کے ساتھہ یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے جو خدا نے فرمایا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون وہ کیون کہو جو خود نکرو۔ ایسا کہنا جو خود نہ کرو۔ خدا کے نزدیک تو نہایت ناپسندیدہ بات ہے (صف ۱) اس لئے یہہ انسانی حق ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرو اوسکے بعد امر معروف اور نہی منکر کی خدمت انجام دو۔

خلاق فطرت نے جب ان سارے احکام کی ادائگی کی قوتین تم کو دے لی ہین۔ جب اون احکام کا امر کیا ہے تو اپنی قوتون پر نگاہ کرو اونکی اصلاح کرو اونکو سیدہی راہ پر چلاؤ۔ اونکو بے راہ کر کے ظالم نہ بنو۔ ھذا بلاغ للناس یہہ لوگون کے لئے تبلیغ ہے اور اسوقت اتنی تبلیغ بہت کافی ہے۔

حقوق ماسوائے انسان

جس طرح انسان سے تمہارے تعلقات ہین اوسی طرح ماسوائے انسان سے بھی اور جسقدر کے

تعلقات ہین اوسی درجہ اونکا تم پر حق ہے ماسوائے انسان ہین زمین و آسمان اور اون دونون کی جاندار مخلوق اور غیر جاندار مخلوق سب شامل ہین ہوالذی خلق لکم مافی السموات ومافی الارض وہ خدا ہی ہے جس نے زمین و آسمان کی کل چیزین تمہارے ہی لئے بنائی ہین۔ تو یہہ خدا کی نعمتین ہین جو تم کو ملی ہین جنپر تم کو دست رسی دی گئی ہے اونکو اونہین کامون مین لاؤ جن کامون کے لئے وہ تم کو ملی ہین۔ یہی اون کا تم پر حق ہے یہی رضائے مولے ہے اور یہی اصول اخلاق ہے۔ اور جو تم تین تم کو ملی ہین اون کو ان نعمائے الہیہ کے ساتھ بے جگہ۔ صرف کرو کہ یہہ رضائے مولیٰ اور اصول اخلاق کے خلاف ہوگا۔

زمین منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا پھر مٹی مین ملا دینگے اور پھر مٹی ہی سے تم کو دوبارہ نکالینگے (طٰہٰ ۳) تم زمین کی مخلوق ہو۔ زمین پر رہتے سہتے اور زمین ہی کی قوت پر گذران کرنے والے ہو۔ ولقد مکنکم فی الارض وجعلنا لکم فیہا معایش ہم نے تمکو زمین مین بسایا اور اُس مین تمہارے لئے سامان زندگی مہیا کر دیا (اعراف ۱) ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین ۔ اور زمین ہی تمہارے لئے ایک وقت تک تمہاری قرارگاہ اور کام چلاؤ سامان ہین (بقرہ ۴) تو زمین کا حق تم پر یہہ ہے کہ تم اوسے آباد کرو۔ پُر رونق کرو۔ اوسکو گلزار بناؤ۔ اوسی کی پیداوار سے تم زندگی کرتے۔ اوسی کی آب و ہوا سے تم زندہ ہو اور اوس سے ہر طرح کے فائدے اوٹھاتے ہو تو کیا یہہ ناشکری نہوگی اگر تم اوسکا حق نہ پہچانو اور اوسکی فطرتی رونق کو بے رونق۔ اوسکی آبادی کو اوجاڑ اور سنسان بناؤ۔ اسکی بے ضرر مخلوق پر ظلم و ستم روا رکھو۔ بے ضرر جانورون کو ناحق مارڈالو۔ پھل دار اور سایہ دار درختون کو بے وجہ کاٹ دو۔ زمین کا یہہ تم پر پہلا حق ہے۔ کہ تم زمین کی آغوش مین رہکر اوسکی آنکھون مین انگلیان نہ گڑاؤ۔ اوسکی مخلوق پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔ اوسکی آراستگی کو ویران اور اوجاڑ نہ کرو۔ اوسکو اپنی برائیون اور گناہون سے آلودہ نکرو۔ ہان اوس سے فائدے اوٹھاؤ اسکا تم کو فطرتاً حق حاصل ہے۔ یجعلکم خلفاء الارض خدا نے تم کو زمین مین اپنا خلیفہ بنایا ہے (نمل ۵)

یہہ خدا کا دیا ہوا حق ہے جو بدیہی ہے تو اس حق و اختیار کو بے راہ روی مین نہ صرف کرو۔ خلیفہ کا یہہ کام نہین کہ سلطنت کو تباہ کرے۔ بلکہ خدا کی خلافت کا اقتضا یہہ ہے کہ جو برتاؤ مخلوق کے ساتھہ خدا نے کیا ہے وہ تم کرو اور ہر مخلوق کو اونہین آنکھون نے نہ دیکھو جن آنکھون اوس نے دیکھا ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔

اسے تفصیل مین دیکھو۔ خدا نے فرمایا ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا جو کچھہ زمین مین ہے۔ خدا نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے (بقرہ ۳۷) تو تمہارے تعلقات مخلوق ارضی کے ساتھہ طرح طرح کے ہین۔ بعض چیزین تمہاری مدار زندگی ہین جیسے آب و دانہ بعض تمہاری محافظ ہین جیسے کپڑے مکان اور سواری کی چیزین۔ بعض تمہاری قوت ہین۔ تلوار گولا بندوق اور لٹھہ وغیرہ۔ بعض جانور تمہاری غذا و نسپلٹی صاف کرتے ہین جیسے سور چیل اور گدہ وغیرہ۔ درندے تمہین کاٹنے کھاتے ہین اور حشرات الارض تمہاری جان کے گاہک ہین۔ تو جو تمہارے لئے دشمن اور زہر ہین۔ وہ تمہارے دشمن کے لئے بھی دشمن اور تمہارے دوسرے زہرون کے لئے تریاق ہین۔ شیر کے کل اجزا اور سانپ بچھو کے زہر کیسے کیسے صعب امراض مین کام آتے ہین۔ تو یہہ احسان فراموشی ہوگی۔ اگر تم ان نعمتون کو اون کامون مین لاؤ جن کامون کے لئے یہہ نہین ملی ہین۔ یا اپنی دیگر قوتون کو ان نعمتون کے برباد کرنے مین لگاؤ۔ اور ظلم کرو۔ خلیفۃ اللہ بن کے رہو۔ اور اوسکی مملکت مین اخلاق الٰہی کا برتاؤ کرو۔

جمادات مٹی اور پتھرون سے تم مکان بناتے عمارتین اوٹھاتے اور سوطرح کے کام لیتے ہو۔ جواہرات موتی۔ یاقوت۔ زمرد۔ زبرجد۔ ہیرے ان کی تم نے پوری ہی قدر کی کہ ان کی قیمت سیکڑون عزیز جانون سے بھی بالاتر ہے۔ یہہ تمہاری زینتون کے لئے خدا نے بنائے ہین۔ اسی لئے زینت کو حرام بھی نہین کیا من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ کس نے زینت کو حرام کیا جو خدا نے اپنے بندون کے لئے بنائی۔ سونا چاندی سکون مین کام آتے اور لازمۂ حیات ہو گئے ہین۔ پہاڑ بظاہر یہہ تم کو

بیکار معلوم ہوتے ہین۔ مگر والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم وانھٰرا وسبلا لعلکم تھتدون وعلٰمت زمین پر خدا نے پہاڑ ڈالدئے کہ زمین تم کو لیکر جھک نہ پڑے۔ اور ندیان نکالین رستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ اور بھتیری نشانیان (نحل ع ۲) پہاڑ بھی بیکار نہین پتھر کی کتنی چیزین تمہاری ضروریات زندگی سے ہین۔ پھر گرمیون مین ذرا پہاڑ پر جاؤ تو بہشت ہی معلوم ہوگا۔ پھر پہاڑ سے زلزلے نہین آتے جھرنے اور ندیون نالون نے نہ انسان حیوان ہی کو سیراب کیا بلکہ زمینون کو بھی۔ باہمہ ہموار اوس مین رستے بنائے جس سے آدمی پہاڑون کو بھی پھاند جاتا ہے۔ یہہ سب خدا نے تمہارے فائدون ہی کے لئے بنایا ہے۔ تو اوس سے تمتع حاصل کرو مگر حد سے نہ بڑھو۔

نباتات یعنی پھلون اور زراعتون کی نسبت خدا نے فرمایا کلوا من ثمرہ اذا اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہ جب وہ پھل لائین تو پھلون کو کھاؤ اور اوسکا حق درو ہی کے دن نکال دیا کرو (انعام ع ۱۷) وھو الذی انشا جنٰت معروشٰت وغیر معروشٰت والنخل والزرع مختلفا اکلہ والزیتون والرمان متشابھا وغیر متشابہ کلوا من ثمرہ اذا اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ومن الانعام حمولۃ وفرشا کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ثمانیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین قل ءالذکرین حرم ام الانثیین امّا اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صٰدقین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل ءالذکرین حرم ام الانثیین امّا اشتملت علیہ ارحام الانثیین ام کنتم شھدآء اذ وصّٰکم اللہ بھذا فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یھدی القوم الظٰلمین قل لا اجد فی ما اوحی الیّ محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللہ بہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما الا ما حملت ظھورھما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون فان کذبوک فقل ربکم ذو رحمۃ واسعۃ ولا یرد بأسہ عن القوم المجرمین سیقول الذین اشرکوا لو شآء اللہ ما اشرکنا ولا اٰبآؤنا ولا حرمنا من شیء کذلک کذب الذین من قبلھم حتی ذاقوا بأسنا قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون قل فللہ الحجۃ البالغۃ فلو شآء لھدٰکم اجمعین قل ھلم شھدآءکم الذین یشھدون ان اللہ حرم ھذا فان شھدوا فلا تشھد معھم ولا تتبع اھوآء الذین کذبوا بایٰتنا والذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ وھم بربھم یعدلون قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تعقلون ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعھا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ وبعھد اللہ اوفوا ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تذکرون وان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون ثم اٰتینا موسی الکتٰب تمامًا علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیء وھدی ورحمۃ لعلھم بلقآء ربھم یؤمنون وھٰذا کتٰب انزلنٰہ مبٰرک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون) وہی ہے جس نے باغ بنائے ٹٹیون پر چڑھائے ہوئے اور بغیر ٹٹیون کے اور کھجور اور کھیتی جنکے پھل مختلف ہین اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہین اور نہین بھی۔ جب یہ پھل لائین تو اوسکے پھل کھاؤ اور اوسکا حق درو ہی کے دن نکال دیا کرو (انعام ع ۱۷) وقد بین لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ (انعام ع ۱۸) وکلوا مما رزقکم اللہ حلٰلا طیبا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون (مائدہ ع ۱۲) وکلوا واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین (بقرہ ع ۷) یا ایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون (بقرہ ع ۱۹) یا ایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم (بقرہ ع ۲۱) یا ایھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحا (مؤمنون ع ۱) یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلٰلا طیبا ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو مبین (بقرہ ع ۲۲) یا ایھا الذین اٰمنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین وکلوا مما رزقکم اللہ حلٰلا طیبا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون (مائدہ ع ۱۲) ان آیتون سے ظاہر ہے کہ خدا نے ہمکو کھانے پینے کی کتنی چیزین دی ہین۔ اور ہمکو کیا کرنا چاہئے۔ اور کیا نہین کرنا چاہئے۔ اور کیا کھانا چاہئے اور کیا نہین کھانا چاہئے۔ اور کیا کھانا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔ اور کیا کھانا طیب ہے اور کیا خبیث ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو ضرر کرتا ہے اور کیا نہین کرتا ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مضر ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مفید ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مناسب ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو موافق ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو ملائم ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو ہضم ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مقوی ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مسہل ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر بول ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر حیض ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر لبن ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر منی ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر جنین ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر ریاح ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر حصاۃ ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر ورم ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر بواسیر ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر ناسور ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر سرطان ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر دق ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر سل ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر استسقا ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر یرقان ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر صرع ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر فالج ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر لقوہ ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر رعشہ ہے اور کیا نہین ہے۔ اور کیا کھانا ہمکو مدر سکت

چوپایون کی نسبت قرآن مجید مین بھتیری آیتین ہین بلکہ رکوع کا رکوع جنکا بیان کرنا طوالت طلب ہے۔ مگر خدا نے یہہ کہین نہین فرمایا کہ اونٹ جو دودہ دیتا ہے۔ کہی دیتا ہے۔ اور ایسی ریتلی زمین پر جہان اور جانور سواری کے کام نہ آسکین۔ یہہ غریب کم کھانے والا اونٹ کام دیتا ہے۔ یہی جانور ہے کم کھانے والا۔ اور زیادہ کام دینے والا۔ یا بیل جو کھیت جوتنے کے کام آتا ہے جسکی محنت پر ہندوستانی زراعت کا دارومدار ہے یا بوجہ لادنے یا گاڑیون کے کام مین۔ یا گائے جو دودہ دیتی ہے ان جانورن کو باہمہ ان کی مجبوریون ان کی جسمانی پلیدیون کے کہ یہہ مخلوق اپنی ناپاکی دھونے کی بھی قدرت نہین رکھتی۔ پرند کے۔ غابلہ مین بھی نہین۔ پوجو انکی پرستش کرو۔ یہہ کونسی ناانصافی ہے کہ زراعت کو پہلون کو کہ یہہ بھی بنا ماتی جان رکھتے ہین۔ پرند اور پرند کو اور یہہ چھوٹی چھوٹی مخلوق پانی کے کیڑون ہوائے کیڑون کو کہاؤ اور ہضم کرو۔ اور اونکو کہانا بے رحمی اور جان مارنا نہ سمجھو۔ اور ان چوپایون کے کھانے کو جو تمہا۔ ے کھانیکی چیز ہے۔ بیرحمی اور جان مارنا سمجھو اور اس جہالت کی سمجھہ پر انسان کا خون ناحق ظلم اور سراسر ظلم ہے۔ مارنا تو کسی کی جان کا ہو ظلم ہے۔ اور حق پر مارنا کسی کی جان کا بھی ظلم نہین بلکہ کھانیکی چیز بوخدا نے دی ہے اوسکو ذبح کرنا اور کھانا عبادت ہے اور نعمت کی شکرگزاری ہے۔ ان جانورون کو کھانا بو کھانے کے ہین۔ اور ان جانورون کو نہ کھانا جو نہ کھانے کے ہین۔ رضاے مولیٰ اصول اخلاق۔ اور لغاے الہیہ کا صحیح استعمال ہے۔

یہہ بھی یاد رکھو ولاضلنھم ولامنینھم ولاٰمرنھم فلیبتکن اذان الانعام ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ ومن یتخذ الشیطن ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا شیطان نے خدا سے کہا تیرے بندون کو بالضرور مین بہکاؤن گا بالضرور اونکو امیدین دلاؤن گا۔ بالضرور ان کو سمجھاؤن گا تو وہ جانورون کے کان کاٹینگے۔ اونکو سمجھاؤن گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلا کرینگے۔ تو جو کوئی خدا کو چھوڑکر شیطان کو دوست بنائیگا وہ صریح گھاٹا اوٹھائیگا۔ (نساء ۱۸) مین اپنے بچنے مین جب عیسائیون کے کتون کو

انکی دم کٹی ہوی اور کان کٹے ہوے یا گھوڑون کو اونکی دم کٹی ہوئی دیکھتا ہتا تو خیال ہوتا تہا کہ یہہ کس جرم کی سزا ہے۔ کہ گھوڑا مکھیون کے ظلم سے پریشان ہے۔ اور اوسکا خدا کا دیا ہوا مورچل بے قصور چہین لیا گیا ہے۔ یا اب اس بیچارے مین مردون کو ڈاڑہی مونچہہ منڈا کر زنانہ صورت بنانے اور خلقت کو متغیر کرنے کا شوق دیکھکر تعجب ہوتا تہا کہ آخر اس کی بنیاد کیا ہے۔ مگر اس آیت نے تشفی کردی کہ یہہ شیطانی کام ہے اور شیطان کی مانگی مراد۔ تو اے لوگو! یہہ کتون یا گھوڑون کی دم کاٹنی جو خدا نے اوس بے زبان اور بے بس مخلوق کو ہاتہہ کی جگہ مکھیون اور تپنگون سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے دی ہے کوئی نئی تہذیب اور علمی انکشاف نہین ہے۔ بلکہ یہہ پرانی ممنوع خداوندی رسم ہے جب تو خدا نے منع کیا کہ یہہ شیطانی کام ہے اور اون حیوانون پر صریح ظلم۔ اسی طرح ڈاڑہی مونچہہ منڈانے کا گھاٹا بہی دیکہہ لو۔ وہ بہی کھلا کھلا ہے کہ وہ قومی شناخت سے نکل جاتا ہے۔ قوم جسوقت قومی حقوق کی ادائیگی پر مائل ہو تو وہ عدم شناخت کی وجہہ سے اوس حق کی ادائیگی سے مجبور ہو جائیگی کیا یہہ گھاٹا نہین۔ اس سے آدمی ہندو یا عیسائی تو نہو جائیگا مگر زنانہ صورت بنا کر خلیفۃ اللہ مین کیون نہ داخل ہوگا۔ ایسے سارے افعال رضاے مولیٰ اور اصول اخلاق کے خلاف ہین۔

چوپایون کی طرح پرندون کا بہی تم پر حق ہے وہ بہی تمہاری ہی طرح کی مخلوق ہے وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم سارے چوپاے جو زمین پر ہین اور سارے پرند جو اپنے بازوؤن پر اڑتے ہین وہ بہی تمہاری ہی طرح کی اُمتین ہین (الانعام ع۴) اونکا نظم و انتظام۔ اون کا تمدن۔ اون کی گفتگو اونکی ہمدردی۔ علی ہذا بیشمار باتین اگر تم فکر کرو تو سمجہو گے اور عجائبات قدرت تم کو دکہائی دینگے تو اونکو کہانے کے لئے شکار کرو تو کرو مگر مشق شکار کے لئے تو اون پر ظلم نہ کرو بس اتنا یاد رکھو کہ تمام الہیہ کا استعمال غلط اور بے راہ نہو جاے۔ کیونکہ یہہ اصول اخلاق اور رضاے مولے کے خلاف ہوگا۔

آسمان سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض خدا نے آسمان و زمین کی کل چیزون کو تمہارے کام مین

لگادیا۔ (حاشیہ ۲) یہہ ساری چیزین تمہاری خدمت مین لگی ہین۔ تو ایسے بیوقوف تم کیون ہنو کہ انہین پوجو تم انکی خدمت مین لگو مگر جسطرح زمین کی چیزین ہمارے کام مین لگی ہین اوس طرح آسمانی چیزین ہمارے کام مین نہین لگی ہین زمین آسمان کا فرق ہے۔ خود زمین اور اوسکی آب وہوا کو چھوڑکر باقی چیزون سے ہم کام لیتے ہین اور دنیا کی ساری چیزون پر ہماری دست رسی ہے۔ مگر آسمانی چیزین ہمارے کام مین بغیر ہماری دست رسی کے لگی ہوئی ہین۔ مثلاً جیسا کہ چوپایون کی نسبت خدا نے فرمایا۔ انتم لہا مالکون تم اون کے مالک ہو اون پر اختیار تصرف رکھتے ہو۔ لیکن آسمانی چیزون کی نسبت اوس نے فرمایا وسخر لکم اللیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ اوس نے رات دن۔ آفتاب وماہتاب اور ستارون کو تمہارے کام مین لگادیئے جو تمہارے کام مین خدا کے حکم سے لگے ہوے ہین۔ (نحل ۲) ۔

آسمانی نعماے الہیہ بھی تھوڑے نہین۔ یہہ بے تہاہ وسعت بے جان نہین بیکار نہین۔ خدا جانے کتنے راز اسکے اندر ہین ان مین سے بیتہ۔ روشنی آفتاب ماہتاب۔ رفتار سیارے قیام ثوابت۔ بجلی کی رَو۔ اور علے ہذا جو چیزین کسی قدر احاطہ علم کے اندر ہین وہ کیا کم ہین۔ اون کے متعلق ہم صرف برقی رَو دریافت کرسکے ہین اور ہوائی جہاز چلانا سیکھا ہے باقی دو یقین ہنوز راز سربستہ ہی ہین جو ترقی کی آیندہ دور کے لئے ہین یہہ بھی معلوم نہین کہ یہہ کس قوم کے علمی اور عملی خزانہ کے راس المال ہونگے۔

آسمانی نعماے الہیہ جو مشاہدات انسانی سے پرے ہین وہ انسانی دست رسی سے باہر ہین نہ ہمارا اختیار اون پر نہ ہمارے حقوق اون پر۔ نہ اونکا اختیار ہم پر نہ اون کے حقوق ہم پر وہ ہین کچھ فائدہ پہونچاتے نہین مگر یہہ تو خدا کی مہربانی ہے کہ ہم کو اون سے فائدہ پہونچنے دیا۔ نہیں تو خدا نے جسکو راز سربستہ کی طرح رکھا ہے اوسے راز سربستہ ہی رہنے دو۔ کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت ین معما را۔

یہنے اصول اخلاق بیان کیا۔ اور اسکے چارون امکان یا چارون قوتین بھی جن قوتون پر اصول اخلاق کی بنیاد قایم ہے پھر یہہ اصول اخلاق کن کن کے ساتھہ کس کس طرح برتنا چاہیئے۔ اسکے دوائر بھی بیان کئے یہی ہے۔

توشۂ آخرت۔ اور زراعت آخرت۔ تو یہہ زراعت کہان کی جائے اوسے اب بیان کرتا ہے۔

دنیا

یہہ دنیا کیا ہے جس پر دنیا دلے ریجھے بھی اور اوہے لعون بھی کہا۔ اور اوسکا نام مزرعۃ الاخرۃ بھی کہا۔ یہی دنیا ہے کہ تماشا گاہ قدرت ہے۔ یہی دنیا ہے کہ نمائیگاہ فطرت ہے۔ اسی کے تماشے دیدنی ہین۔ اسی کے افسانے شنیدنی ہین۔ اسکی شراب تیز و تند اور خواب آور ہے جنہون نے پی وہ غفلت کی نیند سو گئے مبارک وہ جو بیدار رہے اور تماشہ بینی مین حقیقت بین رہے۔ اونہون نے دیکہا کہ دنیا کا ہر ایک ذرہ اک کتاب ہے۔ اور ہر ایک کتاب اپنی عبارت جدا معنی جدا۔ مگر مفہوم ایک ہی رکھتی ہے۔ ہر ایک کتاب اپنا باب جدا فصل جدا مگر موضوع ایک ہی رکھتی ہے جیسے لیمپ کے شعلون پر چمنیان اور چمنیون پر غبارے اس لئے یہہ مصحف عالم پڑہنے کا اور غور و فکر کرنے کا ہے۔ اسکے عجیب و غریب اسرار کھلتے بھی جاتے ہین۔ پھر بھی راز ہی ہین۔

دنیا کی یہہ نیرنگیان ہین کہ گلستان کے ساتہہ خارستان بھی۔ راحت کے ساتہہ مصیبت بھی۔ رنج کے ساتہہ خوشی بھی تلخی کے ساتہہ شیرینی بھی۔ بھلائی برائی توام یعنی یہہ متضاد مجمع البحرین عالم ہے۔ اسکے باشندے بھی جیسے صورت مین مختلف سیرت مین مختلف ویسے ہی مذہب اور خیال مین مختلف ہین۔ تو ایک گروہ یہہ کہنے کھڑا ہوا کہ ہم دنیا کے لئے پیدا کئے گئے۔ ہمارا کام ہے دنیا مین عیش و عشرت منانا اور مرجانا۔ اور دوسرا گروہ یہہ کہنے کھڑا ہوا کہ دنیا ہمارے لئے پیدا کی گئی۔ ہمارا کام ہے اس مزرعۃ الاخرۃ مین زراعت کرنا۔ اور دوسرے عالم کے لئے ذخیرہ کرنا۔ تو پہلا گروہ دنیا کا ہو رہا۔ چند دنون کی بات تہی۔ ادہر مرا ادہر دنیا دوسرے کی ہو گئی دوسرا گروہ دو جماعتون مین منقسم ہوا۔ ایک جماعت نے دنیا کو چہوڑا۔ مگر دنیا نے اوسے نچہوڑا۔ دوسری جماعت نے اس مزرعۃ الاخرۃ مین زراعت کی محنت کی۔ اور محاصل کاٹ کر بامراد گھر کو لے گیا۔ تو دنیا کیا بری ہو گئی۔ اور کیون بری ہونے لگی۔ غریب زمین نے کیا بگاڑا۔ یہہ نیلے آسمان نے کیا گولے برسائے

یہہ زمین و آسمان کی مخلوق نے کیا پہاڑ توڑے۔ یہہ دنیا تو انسان کے لئے ہے جسکے ساتھ اسکے فوائد اور اوسکی حیات وموت وابستہ ہے۔ اس لئے یہہ دنیا بری نہیں حسابات دنیاوی ہی کو بری کہو بھلی کہو۔ اگر حیات دنیاوی تمہارے درستی اخلاق سے دین ہوگئی ہے تو تمہاری دنیا دین ہے۔ اور اگر حیات دنیاوی پر ماسوائے اللہ اور دنیاوی چیزوں نے غلبہ اور سطوت حاصل کرلی ہے تو اسمیں دینی ہدایات بھی ڈھک گئے تو تمہارا دین بھی دنیا ہے۔ اسی لئے خدا نے بھی اس دنیا کی مذمت نہیں کی۔ نہ اسکو چھوڑ دینے کو کہا۔ نہ کوئی دنیاوی مخلوق دنیا کو چھوڑ کر باہر جا بھی سکی۔ ہاں حیات دنیاوی کی مذمت اوسکی واضح ہدایتیں ہیں۔ مختصر یہہ کہ حیات دنیاوی ہی دنیا یا دین ہے اب اسکو جیسی بناؤ۔

خدا فرماتا ہے زین للذین کفروا الحیوٰۃ الدنیا (بقرہ ۲۶) کافروں کو حیات دنیاوی بھلی دکھائی گئی دنیاوی زندگانی پر ریجھنا کافروں کی شان ہے۔ مگر فی زمانہ مسلمانوں کا بھی یہی حال ہو رہا ہے دولت اور دنیا ہی ہی بھڑک کو اونہوں نے اپنے کمال ترقی کی معراج سمجھا ہے۔ اور اس میں منہمک ہوکر مذہب اور عزت سب کو خیرباد کہنے کو بھی کمر باندھے ہوگئے ہیں۔ پھر بھی دنیا انکی نہ ہوئی۔ دنیا کے چلتے دین بھی گیا۔ خسر الدنیا والاخرۃ (حج ۲۰) یہہ دنیا کے ہوگئے تو دنیا ان پر حکمران ہوگئی اگر یہہ دنیا اور خواہشات پر حکمران ہوتے تو یہہ دنیا انکی ہوتی اور محکوم ہوکر۔

حیات دنیاوی کا دوسرا نام حب الشہوات ہے۔ زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث، ذلک متاع الحیوٰۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب۔ حب الشہوات انسان کو بھلی دکھائی گئی یعنی محبت عورتوں بیٹوں سونے چاندی کے خزانوں نشان کئے ہوئے گھوڑوں مویشیوں اور کھیتی کی۔ یہہ تو حیات دنیاوی کے فوائد ہیں۔ اور بہتر ٹھکانا خدا کے قرب میں ہے (آل عمران ۱۴) پناہ خدا ہی کے قرب میں ملتی ہے۔ یہہ چیزیں پناہ دینے والی نہیں بلکہ ان کی محبت تباہ کن اور پریشان حال کرنے والی ہے۔ نہ اس میں سکون

ہے نہ اطمینان جس نے ان سے دل لگایا وہ بے پناہ ہوا۔ دیکھ لو دنیا اسی میں ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے۔
خدا نے حب النساء والبنین نہیں فرمایا بلکہ حب الشہوات من النساء والبنین۔ فرمایا کیونکہ نہ بیبیاں اور بیٹے
دشمن نہ انکی محبت جو محدود بحدود اللہ ہو۔ وہ مضر اور تباہ کن۔ کیونکہ بیبیاں کرنی اقتضائے فطرت ہے
خدا ہی نے فرمایا عورتیں اس لئے پیدا کی گئیں لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ مودت تو فطرتاً خدا ہی
نے ڈالڈی پھر وہ اسکو مذموم کیوں قرار دیتا۔ اسی طرح اولاد کی محبت۔ اسی لئے خدا نے فرمایا۔ بیٹوں اور
بیبیوں کے ساتھ خواہشات نفسانی کی محبت بھلی دکھائی گئی یعنی وہ محبت نہیں جو فطرتی ہو بلکہ حد سے تجاوز
کی ہوئی اور شہوات کے درجہ پر پہونچی ہوئی محبت کو مذموم فرمایا کہ یہ بھلی ہے نہیں مگر بھلی دکھائی گئی ہے کہ
اسی پر دنیا مری مٹی ہوئی ہے۔

دنیاوی چیزوں سے دل لگانا تو سراب کے پیچھے دہوکا کہانا ہے وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور حیات دنیا ہی
تو غرور کی پونجی ہے (حدید ۳ ع) اور غرور کا موجد شیطان ہے پہلے اوسی نے غرور کیا اور غرور کا
تخم بویا اسی غرور سے ملعون بھی ہوا۔ اور غرور تو تائب ہونے دیتا نہیں۔ اب تک وہ تائب بھی نہوا۔
دنیا کو دیکھو تو یا غرور کرنے یا غرور کے مواد حاصل کرنے میں پڑی ہے۔ اور دنیا میں بہت زیادہ فساد اسی کا ہے
حیات دنیاوی اسی کے ہاتھوں مذبوح ہے۔

خدا نے فرمایا ثم جعلناکم خلئف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون ان لوگوں کے بعد ہم نے تم کو
دنیا میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو (یونس ۲ ع) یہ دنیا تو دار الامتحان ہے اس
امتحان سے کون بچا۔ پھر ہم کیوں بچتے تو بطور آزمایش اوس نے ہم کو اونچا بھی کیا۔ اور نیچا بھی۔ او نچے
ہوے تو دنیاوی عیش وعشرت پر لوٹے اور نیچے ہوے تو سب کچھ کھونے کے ساتھ دینی ودلیعتوں کو
بھی کھو بیٹھے۔ خدا نے ہوشیار کر دیا تھا۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من
قبلکم مستہم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب۔

کیا تم یہہ گمان کئے ہوے ہو کہ تم جنت مین داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ اونکی حالتین جو تم سے پہلے گذر چکے ہین تم کو پیش نہین آئین۔ اونکو سختیان پہونچین تکلیفین پہونچین وہ جھڑجھڑا دیے گئے یہان تک کہ رسول اور اون کے ساتھی سو ہنین پکار اوٹھے کہ مدد کب آئیگی تو خدا نے فرمایا کہ سنو اللہ کی مدد قریب ہے۔ (بقرہ ع ۲۶) غرض اس دارالامتحان مین عبودیت اور محبت کا امتحان ہے اور کامیاب ہونے کا معیار اور معیار تم کو بتا دیا گیا ہے کہ تمہارا حال ہو جانا چاہیے انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ دین و دنیا مین تو ہی ہمارا دوست ہے۔ (یوسف ع ۱۱)

خدا نے فرمایا اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد آگاہ ہو کہ حیات دنیا وی کھیل اور تماشا ہے۔ زینت ہے۔ اور ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد مین بڑھوتی چاہنا (حدید ع ۴) دنیا والون کو دیکھو تو اونکی زندگانی اونہین باتون مین منہمک ہے لیکن ع ۱ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ ع ۲ من یرد ثواب الدنیا نوتہ منہا و من یرد ثواب الاخرۃ نوتہ منہا ع ۳ من کان یرید حرث الاخرۃ نزد لہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدنیا نوتہ منہا و مالہ فی الاخرۃ من نصیب بعض تم مین دنیا کے طالب ہین اور بعض آخرت کے ع ۱ جو کوئی دنیا وی بھلائی کی نیت کرے تو اوسے ہم وہی دینگے۔ اور جو کوئی آخرت کی بھلائی کی نیت کرے تو اوسے بھی ہم وہی دینگے جو وہ چاہتا ہے ع ۳ جسکی نیت آخرت کی کھیتی کی ہوگی تو اوسکی کھیتی مین ہم بڑھوتی دینگے یعنی آخرت کے ساتھہ دنیا بھی اور جسکی نیت دنیا کی کھیتی کی ہوگی تو اوسے ہم دنیا تو دینگے مگر آخرت مین اوسکا کچھ حصہ نہوگا (ع ۱ آل عمران ع ۱۶ و ع ۱۲ آل عمران ع ۱۵ و ع ۳ شوریٰ ع ۳) یعنی دنیا اصل مین نیت ہے۔ تو چاہے فرون اولیٰ کی روش اختیار کرو کہ تم کو دین و دنیا دونون ملین چاہے یورپین ترقی کی روش کہ دنیا مین تمہاری کامیابی ہو مگر آخرت مین تمہارا کوئی حصہ نہو۔ چند روزہ کامیابی کو کامیابی کہو یا ناکامی۔ ذرا سوچ کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ملت مسلمہ کی بہبودی۔ فراغ قلبی استقلال اور

حسن اخلاق۔ یہہ صفات ہین کہ کامیابی انہین پر منحصر ہے۔ مگر اس روشن زمانہ کی رفتار ترقی پر چلو تو طلب
کر سکتے ہو۔ ہمت کر سکتے ہو۔ اس مین کلام نہین مگر ذری ناکامی مین بھی دونون کھو سکتے ہو۔ کیونکہ کسوٹی
اور فراغ قلبی جو اوسکی حفاظت کرنے والی ہے۔ وہ پورپین رفتار ترقی مین نہین۔ استقلال ہے مگر
حسن اخلاق منافقانہ۔ اور بغیر ان صفات کے ترقی۔ ترقی نہین ہے۔ اک فوق السطرک نمایش ہے
دولت و ثروت تو بنیو ن کو ہے۔ مگر انسانی صفات مین وہ کورے۔ ایسے حال مین کامیابی ہوگی
وہ بھی نمایشی ہوگی۔ گرچہ غلغلہ آمیز ہو۔ مگر جھوٹی قلعی چند دنون کی۔ اسکی تصدیق آنے والی نسلین کرینگی
اگر اسلامی رفتار سے ترقی کرنی چاہو تو تمہین تصفیہ و ترکیہ حاصل ہوگا اور خدائی محبت اور رضائے
ہونے۔ جو اصول اخلاق ہے۔ تمہارے ہر کام کا مرجع ہوگی جس سے تمہارے روحانی صفات چمک
اوٹھینگے۔ اور نہ تھکنے والی طلب نہ ٹوٹنے والی ہمت۔ ایمانی فراغ قلبی اور اخلاص سزا حسن اخلاق
تمہین ایسا کامیاب بنا دینگے جو ظاہری بھی ہو۔ اور باطنی بھی۔ اور وہ ماگزیر ہوگی بے ارادہ۔ یہہ دور
ایک دن آنے والا ہے۔ جو آکر رہے گا۔ اور اگر دنیا کی طلب دنیا کے محکوم بنکر۔ دنیا کے قیدی
بنکر کروگے۔ تو تمہاری دنیا بوجھل پریشان کن۔ خانہ جنگیون کا میدان۔ ناشدنی ہوسون کا خارزار ہوگی
گرچہ ظاہر مین اطمینان و سکون نظر آئے۔ جیسے آج کل کا حال ہے تحسبہم جمیعا وقلوبہم
شتی بینہم تو یہہ تمہاری بیٹھ مین ایسا زہر لگا دی رہوگا کہ نہ تم اوسے دیکھہ سکو نہ اپنے ہاتھون
سر سہلا کر سکو۔ نہ اوس مین سنہ ہو۔ نہ وہ پہلے نہ بھے۔ یا تو وہ چھیلا جائے یا اندر ہی اندر بڑھ کر
تم کو لے مرے۔ اور دیکھہ لینا موجودہ ترقی اسی زہریلے زخم سے مرنے والی ہے۔
میری یہہ غرض نہین کہ دنیا چھوڑ دو۔ دنیا کی مخلوق ہو دنیا چھوڑ کر کہان جا سکتے ہو۔ آبادی بسا و یا جنگل
دونون اسی دنیا مین۔ مگر دنیا اون مین نہین۔ دنیا تو تم مین ہے۔ بس اس دنیا کو دین بنا ڈالو کہ سب کچھ
کرو جو دنیا والے کرتے ہین۔ بلکہ ان سے بھی بڑھ کر مگر اعمال کا قبلہ ایک ہی رہے۔ کہ دنیا تمہارے

لئے ہو اور تم خدا کے لئے۔ ۵

بہار از یار و باغ از یار و گل از یار و یار از من ۔۔۔ منی گویم کہ در گلشن گل و باغ و بہار از من

دل بیار و دست بکار۔ مگر بجائے اسکے تمہارا حال تو یہہ ہو رہا ہے۔ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ تم چاہتے ہو مال و متاع دنیاوی اور خدا چاہتا ہے تمہاری آخرت کی بہبودی (انفال ۹) تم خدا کے ہو رہو کہ خدا تمہارا ہو جائے تو اوسکی دنیا بھی تمہاری۔ اور دنیا کے ہو رہو گے تو دنیا کی بساط کیا چند ہی دن قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی اے رسول کھدو کہ دنیا کا فائدہ تو محض قلیل ہے۔ پرہیزگاروں کے لئے تو آخرت بہتر ہے۔ (نساء ۱۱) آخرت کو گھر سمجھو اور دنیا کو تجارت کی منڈی۔ تجارت کرنے آئے ہو تو اس منڈی میں تم بھی اپنی دوکان لگاؤ۔ مگر دوکان اس لئے کرو کہ گھر بہرے۔ اس لئے نہیں کہ گھر تمہاری غفلتوں سے اوجڑ جائے اور دوکان پر رونق ہو جو تمہاری قیام گاہ نہیں قرار گاہ نہیں۔ اگر تم ایسا ہی کرو تو کیا۔ ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوٰۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل کیا تم آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی پر راضی ہو بیٹھے تو حیات دنیاوی کی پونجی آخرت کے مقابلہ میں تہوڑی ہی ہے (توبہ ۶) افسوس کہ تمہارا تو یہی حال ہو رہا ہے کہ تم دنیاوی بہی زندگی پر راضی ہو بیٹھے۔ اور دین کو اولعب و لہو تماشا بنالیا ہے۔ کیونکہ تم کو دنیاوی زندگی کی کامیابیوں نے مغرور کر دیا ہے۔ تو خدا فرماتا ہے۔ وذر الذین اتخذوا دینھم ھزوا ولعبا وغرتھم الحیوٰۃ الدنیا۔ جنہوں نے اپنا دین کھیل تماشا بنالیا ہے اور اون کو دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے ان کو چھوڑ دو یعنی اون سے قطع تعلق کرلو (انعام ۸) دنیا نے تمکو اس درجہ مغرور کر رکھا ہے کہ فرمان الٰہی سننکو بھی تم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ نامراد دنیا کی جھوٹی قلعی پر مرے مٹے ہوئے ہو اور اپنے کو اہل دنیا اور طالب دنیا کہنا فخر بھی جانتے ہو۔ گرچہ ایک دن دنیا میں نہ رہو گے تم سے سب کچھ چھین لیا جائیگا

سا اپول بالا پست ہو جائیگا۔ ہوش آئیگا اوس وقت جب ہوش آنا کام نہ دیگا نہ ناجائز حاصل کئے ہوئے پراپرٹی کام آئینگے۔ نہ کوئی اشورنس کمپنی۔ نہ فرسٹ بلڈنگ۔ نہ کونسل کی ممبری نہ پولیٹیکل کمیٹیون کی چیرمینی۔ نہ لیڈرانہ جھوٹ۔ اسپیچس نہ واعظین کاریاکارانہ وعظ۔ نہ شایخون کا عرس و رقص۔ طالب ماسوا طالب دنیا ہین انکے لئے فلاح نہین وغرتھم الحیوٰۃ الدنیا۔ یہہ غور و فکر کا جملہ ہے۔ حیات دنیاوی کی محبت ہی مغرور بنا دیتی اور سوطرح اولجھا کر مار رکھتی ہے۔ اسی کا ترجمہ سمجھو حب الدنیا راس کل خطیئۃ دنیا کی محبت ساری برائیون کی جڑ ہے۔ پہلے یہہ بے حیا بناتی پھر اپنون سے بیگانون سے خدا و رسول سے چھوڑا دیتی اور تنہا چھوڑ دیتی اور کنوین ہی ہمکا چھوڑتی ہے۔

شوہر کو بیوی سے بیٹے کو ماں باپ سے۔ بہائی کو بہائی سے۔ دوست کو دوست سے لڑانے والی پھوڑانے والی اور ہر طرح کے فساد کا تخم ڈالنے والی غور سے دیکھو تو دنیا کی محبت ہی ہے یہہ دنیاوی زندگی دنیا نہین دنیا کی محبت دنیا ہے۔ اسکی مثال یہہ ہے۔ انما مثل الحیوٰۃ الدنیا کماءٍ انزلنٰہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام حتی اذا اخذت الارض زخرفہا وازینت وظن اہلہا انہم قادرون علیہا اتٰہا امرنا لیلاً او نہارًا فجعلنٰہا حصیدًا کان لم تغن بالامس کذٰلک نفصل الآیات لقوم یتفکرون دنیاوی زندگی کی مثال تو ویسی ہی ہے جیسے ہم نے بدلی سے پانی برسایا اوس سے نباتات اوگے۔ جسے آدمی اور چوپائے کھاتے ہین۔ یہان تک کہ زمین جب اپنے بناؤ سنگار پر آئی اور مالک نے سمجھا کہ اب کھیتی اوسکے ہاتھہ لگ گئی تو ہمارا حکم ظاہر یا پوشیدہ آپہونچا اور ہم نے اوسے کاٹ کر ڈھیر کر دیا گویا کل یہان کھیتی تھی ہی نہین۔ ایسا ہی ہم غور کرنے والون کو کھول کھول کر پتے دیتے ہین (یونس ۳ے)۔ بس حیات دنیاوی جسپر لوگ مرے مٹے ہوے ہین یہی ہے ہوس

کے سراب دار در یا پر طمطراق کا قلعہ اوٹھایا۔ اوسے موہوم امیدون کی آرایشون سے سجا سجایا سمجھے کہ یہی جنت ابدی ہے۔ بڑے بڑے بول اور تعلیون کا بازار گرم کیا اور اپنے کو دہوکا دیکر سمجھنے لگے کہ ہمارا کو ن؟ حالانکہ دنیا بہت السیون کو نگل گئی اور ہضم بھی کرگئی موت آتے دیر نہین کہ حرف غلط کی طرح مٹ جائینگے پیدا ہی نہوئے تھے تو اس محبت اور انہماک دنیاوی کا نقصان خدا کو کچھ نہوڑے ہوتا ہے اپنے گھر مین آگ تم لگاؤ۔ ہادیان مذہب کی ہمیہ کی کمپنی آگ بجھانے آئے تو بجھانے نہ دو۔ نہ گھر سے نکلو تو پڑے اوس آگ مین آپ جلا کرو۔

یا ایھا الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوٰۃ الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعلمون۔ لوگو! تمہاری سرکشیون کا وبال تمہاری ہی جانون پر ہے۔ دنیاوی زندگی کا فائدہ اوٹھالو پھر ہماری ہی طرف تم کو لوٹنا ہے ہم تم کو تمہارے اعمال جتادینگے (یونس ۳) سرکشی کی تو بھگتنا پڑے گا۔ یہہ چندروزہ دنیاوی فوائد نے تم کو دہوکے مین رکھا۔ اور مغرور بنادیا ہے۔ تو یہہ کیے دن آخر سرنا ہے۔ اور حضوری مین حاضر ہونا ہے۔ یہہ سارے نتیجے غفلت کے ہین۔ خدا غفلت سے اپنی پناہ دے۔

ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن اٰیٰتنا غفلون اولئک ماوٰھم النار بما کانوا یکسبون ۵ وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی اُمید نہین رکھتے۔ اور دنیاوی زندگی پر راضی ہوگئے اور اسی کے ساتھہ اطمینان حاصل کیا اور وہ بھی جو ہماری نشانیون سے غافل ہین۔ یہی لوگ ہین جن کا ٹھکانا اونکی کرتوتون کے سبب جہنم ہے (یونس ۱) لا یرجون لقاءنا۔ قرآن مجید مین بھتیری جگہ آیا ہے۔ اس سے لوگون نے آخرت کی ملاقات سمجھا ہے۔ مگر قرآن مجید کا کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسا پایا نہین جاتا۔ پھر اپنی راے سے قرآن مجید کو مقید کرنیکی کیا ضرورت۔ اسکی تعمیم کی تخصیص صحیح نہین۔ خدا کی ملاقات کی اُمید نہین رکھنے کے صاف معنی یہی ہین کہ جو طالب خدا نہین ہین۔ جو طالب خدا ہین وہ تو ملنے کی اُمید رکھتے ہین۔ یہہ بحث لغو ہے کہ وہ دیکھہ نہین سکتے اور اس دنیا مین

دیکھینگے کیونکہ نہ وہ اس دنیا مین دیکھ سکتے نہ اوس دنیا مین۔ مگر وہ قادر ہے کہ وہ اپنے کو جیسے اوس عالم مین دیکھا سکتا ہے۔ اسی عالم مین بھی دکھائے۔ طالبین خدا اپنی قدرت کو دیکھ کر نا امید ہوتے ہین۔ اور اوسکی قدرت کو دیکھکر امیدوار انکا ایمان بین الخوف والرجا ہوتا ہے۔ آیت کا مطلب یہہ ہے کہ جو لوگ یہان خدا سے ملنے اور اوسکی حضوری کے امیدوار نہین ہین۔ طلب نہین آئی۔ اور وہ حیات دنیاوی ہی پر راضی اور مطمئن ہو گئے۔ اور اوسکی نشانیون سے بھی غفلت کی یعنی نہ ذکر کیا نہ فکر کیا اونکو دنیاوی مشاغل نے ادہر متوجہ ہونے نہ دیا۔ اونکو اوس سے ملنے کی بیچینی نہ ہوئی۔ وہ دنیاوی ہی فارغ البالی پر راضی ہو گئے اور خدا کی نشانیون سے جن سے اونکو طلب اور تڑپ ملنے کی پیدا ہوتی غافل ہو گئے تو وہ ایسی کرتوت کے سبب جہنمی ہین۔ ایسون پر افسوس ہے۔ اونکی نادانی دیکھو فرحوا بالحیوٰۃ الدنیا وما الحیوٰۃ الدنیا فی الاخرۃ الا متاع ۰ وہ دنیاوی ہی زندگی پر خوش ہو گئے۔ اور دنیاوی زندگی تو عاقبت کے مقابلہ مین بے حقیقت چیز ہے (رعد ۳) نہ اسکا یہہ مطلب نہین کہ بے حقیقت ہے تو اوسے چھوڑ دو بلکہ مطلب یہہ ہے کہ تیاری دنیاوی بے حقیقت ہے۔ تو اوس سے دل نہ لگاؤ۔ خدا کی دنیا مین رہو خدا والے ہوکر۔ کہ دنیا چھوٹے نہین بلکہ دنیا دین ہو جائے۔

من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اولئک الذین لیس لہم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیہا وباطل ما کانوا یعملون ۰ جو کوئی دنیاوی زندگانی اور دنیاوی زینت کی نیت کرتا ہے تو ہم اوسکے اعمال کا بدلہ دنیا ہی مین پورا بھر دیتے ہین وہ یہان گھاٹے مین نہین رہتا۔ مگر جو لوگ ہین جن کے لئے آخرت مین جہنم کے سوا اور کچھ نہین ہے۔ اونکا دنیا مین سارا کچھ کیا دھرا اکارت گیا۔ اور اون کے اعمال نیست و نابود ہو گئے (ھود ۲) کمانا کچھ ہو تو نماز روزہ ہو تو۔ دنیا کی نیت ہو گی تو دنیا ہے۔ اور دین کی نیت ہو گی تو دین۔ فلا تغرنکم الحیوٰۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور تو تم کو دنیاوی زندگی دھوکا نہ دے۔ اور تم کو اللہ کے بارے مین شیطان دغاباز فریب نہ دے

(فاطر ۱۰) اگر تم اب نہ چیتے تو ایک دن چیتو گے جس دن تم کو کھا جائیگا۔ اذھبتم طیبٰتکم فی الحیوٰۃ الدنیا واستمتعتم بھا الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تفسقون تم دنیا کی زندگی مین مزے اڑا چکے اور اون سے فائدے اٹھا چکے تو آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دیجاے گی کہ تم دنیا مین ناجائز تکبر کیا کرتے تھے اور اس لئے بھی کہ تم بدکاری کرتے تھے۔ (احقاف ۲۰) خدا کا ہر لفظ قابل توجہ اور قابل غور و فکر ہے۔ اسی آیت کی غیرت نے بعض فقرا کو دنیاوی تمتع سے روکا اور رہبانیت کی راہ دکھائی۔ یا صحرا اور جنگل مین دیوانہ وار پھرایا۔ یا خلوت کے کونون مین بٹھا دیا۔ مگر وہ غلطی مین پڑے کیونکہ دنیاوی لطف و تمتع جرم نہ تھا۔ بلکہ اسکا تکبر اور دنیاوی فوائد سے بدکاریان۔ بما کنتم تستکبرون اور بما کنتم تفسقون فرمایا ہے۔ دوسرے ان ہر دو سے بچنے کی راہ جو رہبانیت کی اختیار کی گئی یہہ خود رضاے مولے کے خلاف ہے اور اہل کتاب کی قایم کردہ بدعت تو دیکھو۔ دنیا مین ہو دنیاوی تمتع حاصل کرو۔ مگر دنیاوی تمتع سے دل نہ لگاؤ۔ ماھذہ الحیوٰۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان ط لو کانوا یعلمون ۝ یہہ دنیاوی زندگانی تو بس لہو لعب ہے حقیقت مین دار آخرت کی زندگی زندگی ہے۔ کاش لوگ سمجھتے (عنکبوت ۷) کیونکہ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ط جو تمہارے پاس ہے وہ تو بٹ جائیگا۔ اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی رہیگا۔ (نحل ۱۳) مبارک وہ جو حضوری کے طلبگار ہین۔ اور افسوس اون پر جو غفلت کی نیند سوتے ہین۔ فانی سے دل لگاؤ گے تو فنا ہو جاؤ گے۔ اور یہی روحانی موت ہے۔ اور باقی سے دل لگاؤ گے تو نہ فنا ہونیوالی حیات تم کو ملے گی فلنحیینہ حیوٰۃ طیبہ ہم اونہین زندگی بخشینگے۔ پاک زندگی یہہ حیات طیبہ ایک ایسی زندگی ہے جسکا جسم نورانی۔ جسکی سماعت بی یسمع اور جسکی بصارت۔ بی یبصر اور جسکا سوا جہہ اللہ وجھہ اللہ اور جسکا وجود محیای ومماتی للہ رب العلمین ہے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

اے لوگو! جو لوگ دنیاوی چمک دمک پر مر مٹے۔ اور روحانیت سے غافل ہو گئے۔ وہ جسم ہین بے جان

لفظ ہین بے معنی۔ اونہون نے اون نعمتون کو جو روحانیت کے لئے ملی ہین ضایع کر دیا برباد کر دیا تو اون سے بڑھ کر ناشکرا کفران نعمت کرنے والا کون۔ ایسے کافرون کی شان مین خدا فرماتا ہے فویل للکفرین من عذاب شدید الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ ویصدون عن سبیل اللہ ویبغونہا عوجا اولئک فی ضلل بعید ۵۔ افسوس ہے کافرون کے سخت عذاب پر۔ یہہ وہ ہین جو بمقابلہ آخرت دنیاوی زندگی کو زیادہ پسند کرتے ہین۔ (یعنی دنیا کو دین پر مقدم کئے ہوے ہین۔) اور لوگون کو خدا کی راہ سے روکتے ہین اس طرح کہ اس مین کجی ڈہونڈتے ہین یہی لوگ پرلے درجہ کی گمراہی مین ہین (ابراہیم ۱ے) افسوس فی زمانہ یہی حال مسلمانون کا ہو رہا ہے کہ اونکی کائنات دنیا ہو گئی ہے جس مین خدا کا نام نہ آئے اور مذہب اون کے کورانہ عقلی اور گمراہانہ فلسفی اعتراضون کا نشانہ گاہ ہے۔ اونکا کام ہے۔ دہریون کے اعتراضونکا دہرانا۔ اور قرآن پر قرآن کے ماننے والون پر اعتراض جمانا نہ تشفی سے سطلب نہ غور و فکر سے واسطہ صرف باپ اور اقراں کو خوش کرنا کہ ہم فلسفی تعلیم یافتہ اور آزاد خیال ہو گئے۔ ان پر خدا ہی رحم کرے یہہ دنیاوی خفیف کامیابیون پر مغرور ہو گئے ہین اور غرور حق طلبی کی آنکھین پھوڑ دیتا ہے۔ تو مغرور نہ توبہ کرتا ہے۔ نہ اوسکی توبہ قبول۔ فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم توجو کوئی میری یاد سے روگردانی کرے اور حیات دنیاوی ہی کا طالب ہو اوس سے اعراض کرو۔ یہہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ اون کے علم کی رسائی یہین تک ہے (النجم ۲ے) تو وہ اس کا کچھ بھلا نتیجہ نہ پائینگے۔ فاما من طغی واثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ہی المأوی جس نے سرکشی کی اور دنیاوی ہی زندگی کو بہتر سمجھا تو بے شبہ وہ گیا جہنم مین (النزعت) اتنا کچھ جان بوجھ کر بھی لوگ دنیا کو اتنا کیون گرویدہ ہین۔ جہلا تو جہلا بلکہ بہتیرے فقرا بھی اس مرض کے مریض ہین۔ آخر اسکی وجہ کیا؟ تو خدا فرماتا ہے۔ یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الاخرۃ غفلون ۵ وہ حیات دنیا کے ظاہر کو جانتے ہین اور آخرت سے تو وہ غافل ہین (روم ۱ے) اور غفلت ہی ام الجرایم ہے۔

مسلمانو! سمجھتے ہو کہ دریا مین رہین اور مگرمچھ سے بیر۔ دنیا مین رہین اور محبت دنیا سے پرہیز یہان ہان تمہین ایسا ہی ہونا چاہئے کہ دریا مین رہو اور مگرمچھ سے بیر رکھو اوس سے امیدش کرو گے تو وہ تمہین نگل جائیگا۔ اسی طرح دنیا مین رہو اور اوسکی محبت سے پرہیز کرو دل لگاؤ گے تو وہ کھا جائیگی کتنون کو کھا چکی مگر تمہاری سمجھ مین نہین آتا کہ یہہ کیونکر ممکن ہے ممکن نہوتا تو خدا اسکی ہدایت ہی کیون کرتا۔ فقہائے ربانی یعنی واعظین کی جماعت اسی لئے تو خدا نے قایم کردی ہے کہ تم خدا کی باتین سنو خدا سے ڈرو۔ اور جنداطلبی کی راہین ڈھونڈھو۔

فقہائے ربانی یا واعظین

تفقہ کے معنی دین مین سمجھ پیدا کرنے کے ہین۔ لعلکم تفقھون اور لعلکم تعقلون سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے خدا نے بہت کچھ اپنی نشانیان اور ملکوت زمین و آسمان اور عبرت انگیز واقعات طرح طرح سے بیان فرما دیئے ہین تاکہ تم عقل کو کام مین لاؤ اور دین مین سمجھ پیدا کرو۔ مگر فطرت مختلف الکیفیت بنائی گئی ہے اس لئے یہہ ہر شخص کا کام نہین۔ بہ اعتبار لحاظ نظام روحانیات نے نظم یون کیا ہے کہ ایک جماعت ضرور یا بضرور ایسی ہونی چاہئے جو دین مین تفقہ پیدا کرے۔ اور قوم کو خدا کی عظمت و جلالت اوسکی کبریائی اور بے نیازی سے ڈرائے کہ دلون مین ہیبت کبریائی پیدا ہو۔ کیونکہ یہی ہیبت کبریائی قطع ماسوا۔ صفائی باطن اور حصول قرب خداوندی کا موجب ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ۵ تو کیون اونکی جماعت مین سے کچھ لوگ نہ نکلے کہ دین مین تفقہ پیدا کرین۔ اور جب قوم کی طرف متوجہ ہون تو قوم کو ڈرائین شاید وہ بچتے رہین (توبہ ۱۵) یہہ انذار رسالت کی ایک خدمت ہے اس ہدایت کے بموجب کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئین جو دین مین تفقہ پیدا کرین۔ تفقہ کے یہ معنی نہین کہ سیاست مین بادشاہ کے سہیم و شریک ہون اور بیع و اجارہ اجتماعی مقدمات کا فیصلہ

یعنی
اور فتوے دین بلکہ وہ قوم کو خدا کی عظمت و جلالت سے ڈرائین تاکہ قوم دینوی معاملات مین بھی حد سے باہر نہ جائے اور اپنے اصلاح حال کے جانب متوجہ ہو۔

فقہائے ربانی آمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحفظون لحدود اللہ کے مظہر ہین انکی خدمت ہے۔ عظمت و جلالت کبریائی کی سطوت دلون مین بٹھاکر امر معروف اور نہی منکر کرنا۔ مگر یہہ خدمت وہ کب ادا کرسکینگے جب وہ خود حدود اللہ کے محافظ ہو لینگے ورنہ وہ بجائے فقیہہ ہونیکے خود رفضیحت دیگرے رفضیحت کے مصداق ہون گے اسی لئے خدا نے فرمایا۔ والحفظون لحدود اللہ۔

فقہا کی خدمت موعظت و نصیحت ہے تو مناسب ہی نہین بلکہ ضرور ہے کہ مین کسی قدر موعظت کے متعلق بھی ہدایات ربانی سنادون تاکہ واعظین کو اصلاح حال کا موقع ملے۔

موعظت

فقہا کی خدمت بیان کی گئی موعظت و انذار کی۔ تو خدا کا فرمان یہہ ہے یا ایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمومنین ۵ لوگو! خدا کی طرف سے موعظت اور امراض باطنی کی شفا اور مومنون کے لئے ہدایت و رحمت تمہارے پاس آچکی (یونس ع ۶) بس یہی خدائی موعظت سنادو۔ یعنی قرآن مجید کہ یہہ تو سراسر نصیحت ہی ہے۔ خدا نے کس طرح بقسم فرمایا ہے۔ ص والقران ذی الذکر قسم ہے قرآن نصیحت کرنے والے کی۔ موعظت و نصیحت اوسی نے بھیجی ہے۔ اوسی کو پہونچا دیتا ہے۔ مگر دین مین سمجھ پیدا کر لینے کے بعد تاکہ یہہ خدمت بے جگہ نہو۔ اور بے فائدہ نہو جائے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنہ راہ خدا کی طرف لوگون کو عاقلانہ اور نصیحت سود مند سے بلاؤ (نحل ع ۱۶) اوسوقت نصیحت کرو جب سمجھو کہ میری نصیحت کارگر ہو گی۔ وذکر ان

نفعت الذکریٰ (اعلیٰ) اور ان باتون سے نصیحت کرو جو خطرتاً موثر ہوا کرتی ہین۔ وذکرھم بایام اللہ اونکو ایام اللہ یاد دلاؤ۔ کہ ایام اللہ کس کس طرح گزرے ہین (ابراھیم ۱) اس مین اگر مجادلہ کی نوبت آجائے توجادلھم بالتی ھی احسن مجادلہ بعنوان احسن کیا کرو (نحل ۱۶) جسکو خود خدا نے بتا بھی دیا وان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون اور اگر تم سے لوگ مجادلہ کرین تو کھدو کہ تمہارے اعمال سے خدا خوب واقف ہے (حج ۹) یعنی مجادلہ سے کنارہ کش ہو۔ اور خدا کے حوالہ کرو۔ اے فقیہو دعوت اللہ کیلئے جاؤ اور عیسائیون اور آریہ کے مجادلہ مین نہ پڑو کیون کہ تفقہ کی خدمت ہے اندار۔ اور خدا نے فرمایا۔ انما تنذر (من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب تم تو ڈراتے ہو اوسکو جس نے قرآن کی پیروی کی اور بے دیکھے خدا سے ڈرا (یس ۲) قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی ۔ کہدو کہ یہ میرا راستہ ہے مین اور میرے متبعین سمجھ بوجھکر دعوۃ الی اللہ کرتے ہین (یوسف ۱۱) اس دعوۃ الی اللہ مین جنگ وجدال اور مار دھاڑ تو ہرگز جایز نہین اوس لئے فرمایا ہے۔ ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ برائی کا دفعیہ اچھی خصلتون سے کیا کرو (مومن ۶) قصے بھی بیان کرو تو قرآنی ہی۔ خدا نے فرمایا جاءک فی ھذہ الحق وموعظۃ وذکریٰ للمومنین ان قصون مین تمہارے پاس حق باتین اور موعظت ونصیحت مسلمانون کے لئے آچکی۔ (ھود ۱۰)۔

المختصر تبلیغ رسالت کرنی یہی نصیحت ہے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ یقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی ونصحت لکم ولکن لا تحبون الناصحین ۰ اے قوم مین تمکو تبلیغ رسالت کرچکا اور تمکو نصیحت کردی لیکن تم ناصحون کو پسند نہین کرتے۔ (اعراف ۱۰) معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم الیٹا شاعرون سے سبق آموز تھی جنکو ناصحون پر آوازے کسنے مین خاص مزہ آتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ ابلغکم رسلت ربی وانا لکم ناصح امین۔ مین تم کو تبلیغ رسالت کرتا ہون اور مین تمہارا امانت دار ناصح ہون (اعراف ۹) حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا ابلغکم

رسلت بی وانصح لکم میں تمکو تبلیغ رسالت کرتا ہون اور تمہارا ناصح ہون (اعراف ۹۳) حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی ونصحت لکم فکیف اسی علے قوم کفرین۔ اے قوم میں تبلیغ رسالت کرچکا اور تمکو نصیحتین کرچکا تو کس قدر افسوس ہے نہ ماننے والون پر (اعراف ۷۹) یہی تبلیغ رسالت سب کی موعظت ونصیحت تھی اور سب نے کتاب اللہ ہی سے موعظت ونصیحت کی۔

مگر یاد رکھو جیسا کہ مینے بیان کیا ہے کہ پہلے خود اپنی اصلاح کرلو اور حدود اللہ کی حفاظت کرلو تو تبلیغ کی انداز و تبلیغ کی خدمت کے لئے اوٹھو خدا فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون ہ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ہ وہ باتین کیون کہو جو خود نکرو۔ خدا کے نزدیک تو یہہ بہت نا شایستہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو خود نکرو۔ (صف ۱) ۔ واعظو آؤ اور اس آیت کے مطابق اپنا محاسبہ کرو۔ مگر تم محاسبہ ہرگز نکروگے۔ کیونکہ واعظین ربانی اب رہے نہین گویا اونکا سلسلہ ہی بند ہوگیا۔ اور تبلیغ اسلام کا ستارہ دھندلکی مین پڑگیا۔ آجکل کا وعظ کیا ایک قسم کا شاعرہ نہین تو سناٹہ ہے۔ ادہر ہوٹ اودہر چٹک زنی قرآن کی آیت تو بتر کا پڑہی گئی۔ مگر مسندات مین یورپین صاحبون کے اقوال لائے جاتے ہین۔ جو وحی کی جگہ قایم ہوے ہین۔ بہترین وعظ وہ ہے جسمین بار بار قوم کی پکار ہو جس مین کچھ اپنے بزرگون کے سفر کے فسانے بیان کرکے دلچسپی پیدا کی گئی ہو۔ کہین اپنے مذہب کے لاجواب ہونے پر کوئی نکتہ بیان کیا گیا ہو کہین آریہ یا ہندو۔ عیسائی اہل حدیث۔ اہل فقہ۔ یا اہل تشیع اہل تسنن پر چٹک اور حملے کئے گئے ہون کہین بزرگان دین کے بغیر جانچے ہوے قصے بیان ہون اور دو ہے اشعار مثنوی معنوی گاکر یا کسی یورپین اقوال کی سند لاکر بات موثر بنائی گئی ہو۔ اور بہترین واعظین وہ ہوسنہ بولی باتین خوب بنائین اور ہر کے سامنے ادسکی سی کہین موقع ومحل پہچانین اور پولیٹکس جانتے ہون۔ اور یہہ سارا کچھ

اس لئے کہ میرے وعظ کا غلغلہ بلند ہو اور ہم آزاد طبقہ مین لیڈر اور پرانے طبقہ مین ہادی تسلیم ہون قومی ہمدردی قومی ہمدردی پکارا کرتے ہین۔ مگر وہ اسٹیج ہی تک گھر آئے تو وعظ کی تعریف پر کان دھرے اچھا مشورہ ملنے پر خوشی ہو اور بعضون کا زر موعودہ ملنے کی طرف دھیان اور بعضون کو ہاتھہ پاؤن چوڑ ہوا ہے غرور نصیحت وہی کر کے آئے جسکی نصیحت کئے جانے کے وہ خود مستحق تھے۔ اسی لئے نہ آتا ہے انکی ہوا نہ ہمدردی ہوئی وجہہ کیا؟ یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم وہ بولتے وہ ہین جو انکے دلون مین نہین۔ یہہ کچھہ قرآن تبلیغ بھی کرتے ہین تو انکی ریاکارانہ تبلیغ قرآن پر بھی پردہ ڈال دیتی ہے۔ بات مین جب صدق و اخلاص نہین تو نتیجہ کی امید غلط۔

غرض قوم کو فقہاے ربانی کی ضرورت ہے کہ وہ نصیحت حاصل کرے۔ اور اوسکے دل مین خدائی طلب پیدا ہو۔ ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ بے شبہ یہہ تو نصیحت ہے۔ تو جو چاہے خدا کی طرف راہ پکڑ لے۔ (مزمل ع ۱)۔

طلب

تم نے پڑہا کہ تصوف ازلی ہے۔ یہہ بھی پڑہا کہ تصوف کی خدائی اصطلاح صراط مستقیم یا صراط اللہ ہے یعنی اپنے اور خدا کے درمیان خط کھینچو۔ یا رشتۂ محبت پیدا کرو تو سب سے چھوٹا خط صراط مستقیم یا صراط اللہ ہے۔ تم نے یہہ بھی پڑہا کہ صراط اللہ کی رفتار و روش رضاے سو نے یعنی اصول اخلاق کی تعمیل ہے۔ تم نے یہہ بھی پڑہا کہ اسکی تعمیل کے لئے اصولی چار قوتین ملی ہین۔ جو اوسکے ارکان ہین۔ تم نے یہہ بھی پڑہا کہ یہہ قوتین کہان اور کن کے ساتھہ صرف کی جائین۔ وہ اوسکے دوائر ہین۔ تم نے یہہ بھی پڑہا کہ اسکی تعمیل کی جگہ یہہ دنیا ہے جو مزرعۃ الآخرت ہے تم نے یہہ بھی پڑہا کہ اس دنیا مین فقہاے ربانی مامور بحکم خداوندی ہین۔ جو تین برائیون۔ سے روکین اور تعمیل حکم یعنی اصول اخلاق و روحانیت کی طرف توجہ دلاتے رہین تاکہ مین طلب پیدا ہو۔

اسمیں اگر تم مین طلب آئی ہے تو اوسکی حفاظت کرو۔ اسکی پرورش کرو۔ اسکا محاسبہ کیا کرو۔ اور اسکے نگران رہو کہ یہہ تخم اوسے اور پھول پھل لاوے۔ یہہ تخم تمہارے دل مین بویا گیا ہے تو ذکر و فکر اور ریاضات و مجاہدات سے اسکو پانی دیتے رہو۔ اور سینچتے رہو کہ یہہ درخت بنے اور اپنے پورے اوٹھان پر آوے۔ یہی وہ درخت ہے جسکی شاخین آسمان سے بلند ہین۔ اسکی آبیاری کلمہ طیبہ کے ذکر کے بیا مین دی جاتی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ طلب خالص لوجہ اللہ ہو۔ خدا کی غیرت شرکت پسند ہی نہین کرتی کہ بندہ تو ہو خدا کا اور طالب ہو ماسوا کا دل کی آنکھ خیال کا سوا جدھر دیکھ رہی ہے۔ اور ہاتھ پاؤن قوے اور سارے حواس اوسی کے اشارہ سے کام مین لگے رہین۔ یہی طلب خالص ہے۔ یہہ عطیہ انیز دی ہے جسکو ملے وہ ناکام نہین رہا۔ اسی طلب کی قوت پر منزل تک رسائی پا سکتے ہو۔ اگر طلب کھوٹی یا بدراہ ہوئی۔ اور ایمان کا دامن اسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو جہنم کے سوا کہین مقام نہین۔

ایک بزرگ کا ہین ایک خواب سناؤن۔ خواب کا ہیکو اک ہدایت نامہ ہے۔ موجب عبرت ہے اور نتیجہ خیز بھی۔

ایک بزرگ نے خواب مین دیکھا کہ ایک بہت بڑا جلوس آراستہ و پیراستہ جسکے جلو مین لاکھون بلکہ کرورون آدمیون کا لشکر ہے جاہ و جلال کے ساتھہ چلا جا رہا ہے۔ ڈھول دمامے توپ بندوق سے کان پڑی آواز سنائی نہین دیتی۔ شنگرفین اور تیغ و تبر کی چمک دمک سے آنکھین خیرہ ہوتی ہین۔ سطوت و شوکت دل و دماغ کو متحیر کئے ہوے ہے۔ اللہ اللہ یہہ فوج کہ میدان حشر مین گویا دنیا پھیلتی چلی آتی ہے۔ اتنے مین صاحب جلوس کے تخت روان پر نظر پڑی۔ اسکے کیفیات کو بیان کرنے کے لئے دل و جگر چاہیئے۔ بدین شان و شکوہ یہہ جلوس نکل گیا۔ اسکے بعد دوسرا جلوس آیا۔ یہہ بھی شان و شکوہ مین تو ویسا ہی۔ مگر تعداد مین پہلے سے کم تھا۔ پھر تیسرا جلوس نکلا یہہ بھی شان و شکوہ مین تو کم نہ تھا مگر

تعداد مین دوسرے سے کم اسی طرح یکے بعد دیگرے بہتیرے جلوس آتے گئے اور نکلتے گئے مگر تعداد مین ایک دوسرے سے کم ہوتے گئے آخری جلوس جو دیکھا تو اسکے ساتھ نہ ڈھول نہ دمامے نہ آرایش نہ زیبایش محض بے تکلفانہ اور سادہ تھا پھر تھوڑی دیر تک خاموشی و سکون کا عالم رہا۔ اتنے مین ایک سرپل گھوڑے پر جسکی نہ زین درست نہ لگام ٹھیک ایک بڈھا سوار اکیلا جاتا ہوا دکھائی دیا۔ اکیلا دیکھ کر رعب رذہ دل نے ہمت کی تو اوس بڈھے سے پوچھا کہ تمہین اکیلے دیکھ کر مجھے اس سوال کی جرت ہوئی ہے مین یہہ پوچھنا چاہتا ہون کے تم کون ہو۔ اور یہہ جلوس جو جاتے گئے کس کے تھے؟ اوس بڈھے نے جواب دیا کہ تم نے پہچانا نہین مین ہی تو تم لوگون کا خدا ہون۔ اور یہہ بڑے بڑے جلوس جو نکلتے گئے حضرت عیسیٰ۔ رام وستیا۔ حضرت سید الشہدا۔ حضرت مشکلکشا۔ حضرت پیر دستگیر۔ حضرت خواجہ غریب نواز۔ حضرت امام بخاری۔ حضرت امام مسلم۔ اور ہمارے اُن برگزیدہ بندون کے تھے جنکو ہمارے بندون نے ہماری جگہ خدا بنالیا ہے اور خدائی کا حصہ دار تسلیم کرلیا ہے سب کے آخر مین نبی آخر الزمان کے نام کا جلوس تھا۔ اور جلوس والے احمد بے میم کا نعرہ لگانے والے تھے۔ ہمارے بندے ہمارے پیدا کئے ہوے۔ ہمارے پروردش کئے ہوے۔ ہماری روزی کھاتے ہوے۔ ہماری نعمتین پاتے ہوے۔ کوئی اوس جلوس مین گیا۔ کوئی اوس مین گیا۔ کوئی اوس مین گیا۔ ہم ویسے ہی اکیلے کے اکیلے تھوڑے سے جو میرے پاس آئے بھی تو اونکو ہم نے اپنے خاص محل مین آرام دیا ہے۔ کہ وہ بہت تھکے ہوے اور جان پر کھیل کر پہونچے تھے۔ آج یہہ جلوس والے اپنی اپنی غفلین گرمالین ہم نے ان کو آزاد کیا ہے جدہر چاہین جائین لیکن اوسدن جبکہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار کی آواز عالم مین گونجیگی اوسکا جائزہ لیا جائیگا۔

یہہ خواب کیا ہے دنیا والون اور مسلمانون کے حال کا مرقع ہے اور عبرت کی تصویر۔ طلب کی بے راہ اور افسوس کی جگہ۔ کیا مریدون نے پیرون کو خدا کے تخت پر نہین بٹھایا۔ پیرون کو اپنا کارساز و مددگار نہین

بنالیا۔ اونکے ہاتھون مردہ بدست غسال نہ بنے۔ برزخی معبودون کی پرستش نہ کی۔ اون کے احکام نے قرآن مجید کی جگہ نہین لے لی۔ خدا سے زبانی جمع خرچ کے سوا اور اسطہ کیا رہا۔

یہہ طلب کی بے راہ روی ہے کہ چلے تو خدا کو ڈھونڈھنے۔ اور لگے زید و عمر کی پاؤن چپی کرنے یہہ تن لگ بانا تھا طلب محبوب مین مگر لگ گئے تماشہ بینی مین۔ جب تصوف اس حال کو پہونچا تو قابل افسوس کیون نہو۔

طلب جس مین مجاہدہ نہو وہ ہوس ہے۔ اور ہوس نامراد۔ میدان طلب مین جس نے قدم ڈالا تو اسکے راہ رو کو دو قسمین پیش آتی ہین۔ جو سین کو یہہ دو دریا ناپیدا کنار نظر آتے ہین اور سچے طالبین اسے پایاب سمجھکر پار اوتر جاتے ہین۔ یہہ دونون قسمین یہہ ہین۔

ع۱۔ پہلی وقت وہ یہہ ہے کہ ہم اللہ کے طالب ہین تو ہم کو صراط اللہ پر چلنا ہے۔ اور صراط اللہ کیا ہے کلام اللہ کی جسمانی اور روحانی احکام و ہدایات کی تعمیل۔ تو اتنے اوامر و نواہی اور اتنی روحانی ہدایتون کی فرمانبرداری ایک انسان ضعیف البنیان سے جسکے نفس و شیطان جیسے قوی دشمن مارآستین نیکر سوتے جاگتے ساتھہ لگے ہون۔ کیونکر انجام پائین۔ پہلی چیز ایمان ہے تو اقرار باللسان تو آسان ہے مگر تصدیق بالقلب مشکل اور وفا بہ فعل مشکل در مشکل۔ پھر عبادات پنجوقتہ کی طرح کرنے پڑین تو آسان ہین مگر پاس اوقات مشکل اور پاس آداب مشکل در مشکل۔ روحانیات مین خون لگاکر شہید ہونا تو آسان ہے۔ مگر پاس انفاس مشکل اور پاس حواس مشکل در مشکل۔ اخلاق مین حقہ پان کی یا سگرٹ اور سگار کی دعوت تو آسان ہے۔ مگر ادائے حقوق مشکل اور اوس مین عدل و اخلاص مشکل در مشکل۔ ایک انسان ایک ٹیلہ تو اوٹھا نہین سکتا یہہ پہاڑون کا سلسلہ کیونکر اوٹھائے۔

ع۲۔ دوسری وقت یہہ کہ ساری قوتین تو روح کی ماتحت بلکہ روح کے لیے اوزار ہین۔ اصل روح ہے جو بانی سبانی افعال ہے۔ اگر روح صحیح الحال ہے تو انسان فائز المرام ہے۔ اگر بیمار ہے تو ایسے

پوشیدہ بیمار کی بیماری کس درجہ پوشیدگی مین ہوگی ایسی بیماری کی تشخیص مشکل اور علاج مشکل در مشکل اگر علاج ہوجائے اور روح صحیح الحال ہوجائے تو سارے مراحل طے ہین مگر یہہ ہو کیونکر۔

یہی دو مصیبتین طالبون کو بھی پیش آئین جو اول اول راہ طلب کو پیش آتی ہین۔ مگر وہ خدا کے شیدا صرف اللہ کے طالب عندیت یعنی قرب الہی کے آرزومند ہوے۔ دین حنیف کے جانداوہ ہوئے۔ اپنے نفس کو بیچتے پھرے کہ خوشنودی خدا و رسول اسکی قیمت ملے تو اونکو وقتون کا سامنا تو ہوا۔ مگر اونہون نے ہمت کی قیمة المرء همته وہ سمجھے کہ کرنے والے کے لئے سب آسان ہے اور نہ کرنے والے کے لئے سب ہی مشکل جس نے بسم اللہ کی اور چلا ہمت کی اور توکل کیا تو وہ آخر کار پہونچا بھی اور باصرار بھی ہوا۔ اور جو سوچتا ہی رہا وہ رہ ہی گیا۔ وہ مہوس ہے۔ اور مہوس کسی مرض کی دوا نہین۔ اس لئے طلب کے پاؤن کو توڑ دو نہین۔ بلکہ مجاہدہ کے میدان مین ڈالو کہ یہی طلب مودت ہو۔ خلت ہو۔ محبت ہو۔ اور اشد حبا للہ۔ تک رسا ہو کہ یہی کل امراض باطنی کا علاج ہے۔

شاباش اے عشق خوش سودائے ما۔ اے طبیب جملہ علت ہائے ما۔ اے دوا نخوت و ناموس ما۔ اے تو افلاطون و جالینوس ما۔ بہو کہ پیاس ہی ہو تو آب دو دانہ ہوتے بھی کوئی نہین کھاتا۔ محبت ہی ہو تو محبوب ہی ہوگا۔ محبوب تک رسائی کیا ہوگی سمجھ رکھو کہ ہوس بری طرف جائے تو نوا ہش نفسانی ہے۔ اور بھلی طرف جائے تو طلب ہے۔ طلب جستجو اور مجاہدہ مین پڑ کر مودت ہو جاتی ہے۔ اور مودت گر ما کر محبت ہو جاتی ہے۔ اور محبت رسا ہو کر خلت ہو جاتی ہے۔ اور خلت کامل ہو کر عبودیت ہو جاتی ہے جسطرح تخم کا کمال یہہ ہے کہ پہول پھل کر پھل مین پھر تخم ہو جائے اوسی طرح طلب کا کمال یہہ ہے کہ مودت محبت اور خلت ہو کر عبودیت ہو جائے۔

طلب اک جذبۂ خداوندی ہے اور اک فضل بے علت ہے۔ یہہ میدان شوق و مجاہدہ مین مردانہ وار

ریاضت سے مودت ہوجاتی ہے۔ خدا نے فرمایا ان الذین اٰمنوا و عملوا الصالحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا ۵ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے تو خدا انہین مودت عنایت کریگا۔ (مریم ع ۶) مودت کے لئے ایمان و عمل صالح ضرور ہے۔ انکی صفت خدا نے فرمائی۔ لا تجد قومًا یومنون باللہ والیوم الاٰخر یوادّون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ۵

تم ان لوگون کو جو خدا اور آخرت پر یقین رکھتے ہین نہ پاؤ گے کہ وہ مخالفین خدا و رسول سے دوستی اور مودت کرین گو اون کے باپ بیٹے بھائی اور کنبے ہی کیون نہون یہی لوگ ہین جنکے دلون مین خدا نے ایمان لکھدیا ہے (اگر دل کی آنکھ روشن ہو تو دیکھ لو یا نقشبندیون کی شہادت پر جو اوس نقش کو دیکھتے ہین یقین کرو) اور اونکی تائید فیضان غیبی سے کی ہے۔ اونکو خدا بہشت یعنی وصال گاہ مین داخل کریگا۔ ایسے باغ جنکے نیچے نہرین بہتی ہون گی جس مین وہ ہمیشہ رہین گے۔ اللہ ان سے راضی۔ اور یہ اللہ سے راضی۔ یہی خدائی لشکر ہین۔ اور اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے (مجادلہ ع ۳) زید و عمرو کا لشکر نہین۔ یہی مودت ہے جو اطاعت قرآن مجید مین لگ کر محبت ہوجاتی ہے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو۔ خدا بھی تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارے گناہ معاف کردیگا (ال عمران ع ۴) یعنی تمہین یحبھم و یحبونہ (خدا دوست رکھتا ہے۔ اونہین اور وہ دوست رکھتے ہین خدا کو (مائدہ ع ۸) کا خلعت عطا کیا جائیگا۔ اور تمہاری شناخت کا نشان ہوگا یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم اللہ کی راہ مین مجاہدہ کرتے ہین اور ملامت کرنے والون کی ملامت سے نہین ڈرتے۔

پھر یہہ محبت اگر مقدس صورت مین ہوگی جس مین عظمت و تقدس بے کیفی اور تنزہ کے انوار ہون

اور باطل کے چھینڈون سے محفوظ تو خلعت ہو جائے گی و اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا تمہین خلعت عطا کی جاے گی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا حال قرآن مجید مین پڑھ لو۔ اسی مقام مین اولاد سی پیاری چیز کا خدا پر قربان کر دینا سہل ہو جاتا اور خدا کی رضا اپنی رضا ہو جاتی ہے۔ اور آگ سی جلانے والی چیز بھی گل و گلزار ہی بنکر نمودار ہوتی ہے۔ اور ہر حال مین لا خوف علیھم ولاھم یحزنون کا حال ہو جاتا ہے۔

پھر یہی خلعت مستقرہ اور کامل ہو کر عبودیت ہو جاتی ہے۔ عباد الرحمن کی تعریف مین سورۂ فرقان کا آخر رکوع پڑھ جاؤ اور اوس مین تدبر و تفکر کرو۔ اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ —

اے لوگو! طلب کی پرورش کرو کہ وہ پھول پھل لائے تاکہ تم مراد کو پہونچو۔

طلب جب پیدا ہوتی ہے تو وہ صراط اللہ کی تجسس اور متلاشی ہوتی ہے۔ اور جانبازانہ میدان مجاہدہ مین کودنا چاہتی ہے تو ابتغوا الیہ الوسیلہ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (مائدہ ع ۱۰) پھلے وسیلہ ڈھونڈھ لو تو مجاہدہ صراط اللہ مین قدم ڈالو تاکہ مراد کو پہونچو۔ اس فرمان نے ہدایت کی امام ربانی اور مرشد ربانی کی تلاش کی طرف۔

امام ربانی

جو ہادی برحق اور راہ رشد بتائے وہ مرشد برحق ہے۔ اور جو مرشد برحق فقیہہ ربانی بھی ہو وہ امام ہے۔ مفصلہ ذیل آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے رسولون کو امام کہا اور کتاب اللہ کو بھی۔ رسول گویا فعلی امام ہین۔ اور کتاب اللہ قولی امام۔ اور خدا کے برگزیدہ بندے بھی امام ہوتے ہین۔ دو اماموں مین اختلاف نہین ہو سکتا۔ اس لئے کوئی امام کتاب اللہ کے خلاف قولاً یا فعلاً کسی طرح بھی نہین ہو سکتا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کو خدا نے امام فرمایا۔ وجعلنھم ائمۃ یھدون بامرنا ہم نے اونکو امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہین (انبیاء ع ۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے فرمایا۔ انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظلمین۔ اے ابراہیم ہم تم کو لوگون کا امام بناتے ہین۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ اور میری اولاد مین سے؟ تو خدا نے فرمایا کہ ہان۔ مگر جو ظالم ہون گے وہ نہین۔ (بقرہ ۱۳ ع) اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر امام ہوتے ہین۔ اور اولاد پیغمبر سے بھی جو ظالم نہون من ذریتی مین پیغمبری کی قید نہین ہے ذریت ایک قابل توجہ لفظ ہے۔ اگر اسکے معنی اولاد صلبی ہی کے ہون تو اولاد پیغمبر ہی امام ہو سکتے ہین۔ اور اگر اصطلاحاً اسکے معنی متبعین کے ہون تو متقین پرہیزگار لوگون مین بھی امام ہو سکتے ہین۔ اس گتھی کو بھی خدا نے سلجھا دیا ہے۔ سورہ فرقان کا پانچوان رکوع عباد الرحمن کی تعریف مین ہے۔ اس مین خدا نے فرمایا۔ والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما اور عباد الرحمن وہ ہین جو کہتے ہین کہ اے خدا ہماری بیبیون اور ہماری اولاد کی طرف سے ہماری آنکھون کی ٹھنڈک عنایت فرما۔ اور ہم کو متقیون کا امام بنا۔ یعنی عباد الرحمن مین سے جو عبودیت مین پورا اترے۔ اور ان صفات کا ہو۔ جو صفتین اس رکوع مین بیان ہوئی ہین وہ امام ہو سکتا ہے۔ اس لئے ذریت کے معنی متبعین کامل کے بھی ہوے۔

کتاب الٰہی کو خدا نے امام فرمایا۔ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما ورحمۃ اور پیشتر اوسکے ہم نے موسیٰ کی کتاب اوتاری یعنی توریت جو امام ورحمت ہے (ھود ۲ ع) خدا نے توریت کو امام فرمایا

قرآن مجید کی نسبت فرمایا کل شی احصینہ فی امام مبین ہر چیز ہم نے قرآن مجید مین بیان کر دی ہے۔ جو کھلا کھلا امام ہے (یٰس ۲ ع) دین کی کل باتین قرآن مجید مین موجود ہین۔ یہہ بھی کہ ہم مردون کو جلائین گے۔ اور یہہ بھی کہ ہمارے پاس ہر کسی کا نامہ اعمال لکھا ہوا موجود ہے۔ خدا فرماتا

علام الغیوب ہے ہی۔ پھر لوح محفوظ مین نامہ اعمال اگر لکھا رہا تو اس سے بندون کو کیا فائدہ پہونچا۔ اس لئے امام سے لوح محفوظ مراد لینے کے ساتھ میرا اتفاق نہین۔ خدا نے قرآن مجید کی طرف متوجہ کیا ہے۔ جسکی امامت کھلی کھلی روشن ہے۔

دوسرا ثبوت اسکا کہ امام مبین قرآن مجید ہی ہے۔ یہہ ہے کہ خدا نے فرمایا کل امۃ تدعیٰ الیٰ کتابھا قیامت کے دن ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائیگی (جاثیہ ۲۷) اور یہہ بھی فرمایا یوم ندعو کل اناس بامامھم قیامت کے دن ہم لوگون کو اون کے امام کے ساتھہ بلائینگے۔ (بنی اسرائیل ۸) دونون آیتون کا مفہوم ایک ہے۔ ہر شخص کتاب اللہ کی طرف بلایا جائے گا یا امام کے ساتھہ بلایا جائیگا۔ اور اوس سے جائزہ لیا جائیگا۔ کہ تم نے ہماری بھیجی ہوئی کتاب اللہ کی تعمیل کی یا انحراف کیا۔ اس سے صاف ہوگیا کہ کتاب اللہ امام ہے۔ نامہ اعمال احکام قرانی پر تولا جائیگا اوسوقت خاتم الرسل شفیع المذنبین کی فریاد بارگاہ رب العزت مین ہوگی تو یہہ ہوگی۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا ۔ اے خدا ہماری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ اور اسکے مخاطب ہون گے آجکل کے مسلمان اور دیگر انبیا کی فریاد یہہ ہوگی کہ ہماری قوم نے کتاب اللہ مین تحریف بھی کی اور بالآخر ضایع بھی کر دیا جسکا واضح بیان جسے دیکھنا ہو وہ شرح عقد الحق مین دیکھے۔

پیغمبر تو اب کوئی آنے والا ہے نہین۔ اور دنیا پلٹا کھاتی ہی رہتی ہے۔ اس لئے اب ہدایت کی خدمت خدا امامون اور مرشدون سے لیا کرتا ہے۔ کیونکہ اوس نے کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ اوٹھالیا ہے کتاب اللہ موجود رہتے رسول کی ضرورت نہین ہی مجددین اور ہادیان برحق کی ضرورت تھی جو طالبین حق کے لئے وسیلہ بنین وہ خدا کے مخلصین بندے ہین جنکی یہہ دعا ہوا کرتی ہے کہ ہم کو متقیون کا امام بنا تو خدا قبول کر کے جسکو بنادے وہ بنے گا ہی بنے بھی اور بنینگے بھی۔ مگر انکی تصدیق تاست کے لئے

کوئی وحی اترنے والی نہین۔ ہان قرآن مجید کے ہادی و امام ہونے مین کوئی کلام نہین اور یہہ بھی عقلی بات ہے کہ دو امامون مین اختلاف ہونا چاہیئے نہین۔ اس لئے انکی تصدیق امامت کے لئے یہہ صریح پہچان ہے کہ وہ بالکل متبع قرآن ہون ہر حیثیت سے ظاہر ابھی باطناً بھی اور روحانیۃ بھی۔ اگر ایسا کوئی امام نہ ملے تو قرآن مجید تو ہے جو قطعی امام ہے۔ قرآن مجید کو اپنا امام و پیشوا بناؤ۔ اور اوسکو معزول کرکے کسی دوسرے کے جھنڈے کے نیچے نہ جاؤ۔ قرآن مجید تمہاری امامت کرے گا جسکے وسیلہ سے تم خدا تک پہونچ گے۔ مبارک وہ جسکو قولی امام کی امامت پہونچے۔ اور مبارک تر وہ جسکو قولی اور فعلی دونون امامون کی امامت سے فیضیاب ہونے کا موقع ہاتھہ آئے۔

امامت سے میری مراد وہ رشد دار شاد ہے جو بوسیلہ امام پہونچے۔

مرشد ربانی

مرشد کے معنی راہ بتانے والے یعنی ہادی صراط اللہ کے ہین۔ جو تمہین خدا کی راہ بتائے وہ تمہارا مرشد ہے ہادی حقیقی تو خدا ہے راہ اوسکی بنائی ہوئی۔ راہ یابی کی توفیق اوسکی دی ہوی تحریک اوسکی طرف سے۔ توفیق اوسی کی طرف سے۔ اس لئے ہدایت حقیقی اوسی کا حصہ ہے۔ لکن اللہ یھدی من یشاء اللہ ہی جسکو چاہے ہدایت کرے (قصص ع۶) عالم اسباب مین نظام سلطنت نے ہدایت کا نظم بھی قایم کیا ہے اور عالم مجاز مین مجازی صورتین بھی قایم کی ہین ہمارے رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہادی مجازی ہین انک لتھدی الی صراط مستقیم بے شک تم صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہو۔ (زخرف ع۵) اور قرآن مجید کو بھی خدا نے ھدًی و نور فرمایا اور ھدی للمتقین (بقرہ ع۱) قرآن بھی ہادی ہے۔ اور جن و انس دونون کے لئے اجنہ نے بھی اقرار کیا تھا انا سمعنا قرآنًا عجبًا یھدی الی الرشد فامنا بہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو رشد کی طرف ہدایت کرتا ہے تو ہم اوس پر ایمان لائے (جن ع۱) پھر جو متبع رسول قرآن ہو تمہارے مجاز وہ بھی ہادی ہے

ممن خلقنا امة یھدون بالحق ہماری مخلوق مین ایسی جماعت ہے جو ہدایت حقہ کرتی ہے۔ (اعراف ع۲۲) یہو خدائی ہدایت جن کو پہونچی وہ مسترشد۔ اور جنہون نے دوسرون کو پہونچائی وہی مرشد ہین من یھدی اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا جسکی ہدایت خدا کرے تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو اوسکے لئے تم کوئی ولی مرشد نپاؤگے۔ (کہف ع۱۰) یعنی خدا جسکی ہدایت کرتا ہے تو عالم اسباب مین اوسکی ہدایت بذریعہ ولی مرشد کے کرتا ہے۔ ایسے لوگون کو ولی مرشد ملتے ہین جو ایسے گمراہ کو جسکی خدا ہدایت نکرے۔ اور جسے خدا گمراہ کرے نہ ملینگے وابتغوا الیہ الوسیلة وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون خدا کی طرف وسیلہ ڈہونڈہو اور اوسکی راہ مین مجاہدہ کرو۔ تاکہ تم مراد کو پہونچو (مائدہ ع۶) پہلے وسیلہ ڈہونڈہنے کو فرمایا۔ اوس کے بعد مجاہدہ کرنے کو یہی مرشد ہین جو روحانی ہادی ہین۔ اور یہی وسیلہ ہین جن کے وسیلہ سے خدا کی راہ ملتی اور خدا ملتا ہے۔

مضمون دوہرانے کا کیا فائدہ۔ مین رشد و ارشاد ہی کو کیون نہ بیان کرون کہ اونہین آیتون سے رشد کا پتہ مرشد کا پتہ اور کسی قدر مرشد کے صفات کا پتہ لگ جائیگا۔

رشد و ارشاد

رشد و ارشاد و مرشد کی سند تو قرآن مجید مین موجود ہے اور متعدد جگہ ہے۔ مگر پیر کی سند نہین۔ پیر عربی لفظ بھی نہین ہے۔ یہ ایک بدعتی لفظ ہے۔ مرشد ہی کو پیر کہو تو کہو یہہ کہہ سکتے ہو اس مین کلام نہین۔ مگر مرشد اور پیر سے فرق کرکے جو مفہوم مفہوم القوم ہے وہ مستند علی بینة رب نہین ہے۔ رشد و ارشاد کی آیتین ملاحظہ ہون۔

ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عٰلمین ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو راہ رشد بتائی تھی کیونکہ ہم اوسکی صلاحیت سے واقف تھے (انبیا ع۵) اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبری

زہد خشک نہیں ہے بلکہ پہلے مرشد بھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس میں صلاحیت ہو۔ اوسی کو راہ رشد بتانی چاہئے۔ وقال الذی اٰمن یٰقوم اتبعون اھدکم سبیل الرشاد (اور مومن شخص نے کہا جو ایمان لاچکا تھا۔ اے قوم میری پیروی کرو میں تمہیں راہ رشد کی ہدایت کرونگا (مومن ۴۰) یہ اوسی اصول پر ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تمہیں پیار کریگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ راہ رشد بتانے والے کو چاہئے کہ اپنی پیروی کی فرمائش کرے۔ مگر وہ خود متبع خدا اور رسول یعنی قرآن ہو تاکہ اتباع میں مخالفت نہ پڑے۔ اور مسترشد کو راہ رشد سے نہ ظاہری اور باطنی احکام شرعی کی تعمیل کس طرح کرنا چاہئے۔ اور ولولہ محبت اور جذبہ عشق کو کس طرح راہ پر لگانا چاہئے کہ یہ محبت و عشق سیاسی جنون پیدا کرنے کے موصل نہ المطلوب ہوں

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ دین کے بارے میں کچھ زور زبردستی تو ہے نہیں کیونکہ قرآن مجید میں رشد کی راہ گمراہی سے ممیز ہو چکی (بقرہ ۳۴) یعنی قرآن مجید میں جو زہد خشک سمجھا جاتا ہے راہ رشد تعلیم کردی گئی ہے تو اس سے سیکھو بھی اور عملاً اور قولاً اسی سے سکھاؤ بھی۔ کیونکہ خدا نے فرمایا سا صرف عن اٰیٰتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا کل اٰیۃ لا یومنوا بھا وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ذٰلک بانھم کذبوا بایٰتنا وکانوا عنھا غٰفلین۔ میں اونکو جو دنیا میں ناحق متکبر ہیں اپنی آیتوں کے سمجھنے سے باز رکھونگا۔ یہ اگر ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں جب بھی ایمان نہ لائیں۔ اگر راہ رشد بھی دیکھ پائیں تو اوس پر نہ چلیں اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اوس پر چلے لگیں۔ یہ اس سبب سے کہ اونھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اون سے غافل رہے (اعراف ۱۴۶) تو متکبر کو اور جو خدا کی آیتوں کو جھٹلائے اور جو خدا کی آیتوں سے غافل رہے اوسکو وہ اپنی آیتوں کے سمجھنے سے باز رکھے گا جس میں راہ رشد

کو اوس نے راہ ضلالت سے تمیز کیا ہے تو وہ راہ رشد پائینگے۔

واذکر ربك اذا نسیت وقل عسی ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشدا یاد کرو خدا کو اوس وقت بھی کہ بھولو اور کہو کہ امید ہے کہ ہمارا پروردگار اس سے بھی قریب تر راہ رشد کی ہدایت کرے۔ (کھف ۴) اذا نسیت کا ترجمہ اوسوقت بھی کہ نہ بھولو اسکے ساتھ یہ اتفاق نہیں۔ خدا کا مطلب ہے کہ غفلت مین بھی خدا کو نہ بھولو۔ مشاغل کے وقت کہ دماغ دوسری طرف ہو۔ یا نیند مین کہ یہ سارے بھولنے کے اوقات ہین یہانتک کہ نیند کی غایت یعنی موت مین بھی خدا کو نہ بھولو۔ ذکر ایسا ہونا چاہیے کہ اگر تمہارے حواس معطل ہوجائین تو تمہارا قلب تمہاری روح اور تمہارا وجود ذاکر رہے۔ کیا ذاکرون کا ذکر نہیں تم نے نہین سنا۔ بارہ بار تجارت کی مشغولی مین نہین سنا۔ خیر اسکا بیان تو ذکر کے زیر سرخی آئیگا۔ یہان پر مطلب یہ ہے کہ ایسے ذکر سے قریب تر راہ رشد کی امید کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ راہ رشد ذکر سے ملتی ہے۔

راہ رشد ہے کیا؟ تو خدا نے فرمایا۔ ضمن اسلم فاولئك تحروا رشدا۔ جس نے اپنے آپ کو خدا کو سونپا تو اوس نے راہ رشد کا قصد کیا۔ (جن ۲) راہ رشد اختیار کرنے کے معنی یہ ہین کہ آدمی وہ راہ اختیار کرے جس راہ سے آدمی اپنے کو خدا کے حوالہ کردے۔ یعنی راہ رشد اپنے کو حوالہ بخدا کرنے کی راہ ہے۔ اپنے کو خدا کے حوالہ کرنے کے معنی یہ ہین۔ کہ جسم و روح اور اپنی ساری قوتین طلب رضاے مولی مین ایسی سرگرم ہوجائین کہ وہ خدا کی جیتی جاگتی مشین ہوجسکو اخلاق کی زیر سرخی سے بیان کیا ہے۔ اس مقام پر پہونچکر آدمی، ستر شاد سے نکل جاتا ہے۔ اور خدائی مرشد ہوجاتا ہے بس اس سے مرشد کی پہچان سمجھ لو۔

یہان پر بھتیرے یہ کہنے کھڑے ہوجائینگے کہ اسلم کے معنی مسلمان ہونے کے ہین کہ جو مسلمان ہوا اوس نے راہ رشد پائی۔ ایسا نہین ہے بلکہ راہ رشد مسلمان ہونے کے بعد ملتی ہے۔ جب تو حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے جس پیغمبر کو مرشد بنایا تھا اون سے راہ رشد طلب کی تھی۔ قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علیٰ ان تعلمن مما علمت رشدا ۔ موسیٰ نے ان سے کہا کہ آیا ہم آپکے ساتھ رہین اس شرط پر کہ جو راہ رشد خدا نے آپ کو سکھائی ہے۔ وہ مجھے سکھا دین (کہف ع ۹) مینے مسترشد کے بیان مین قرآن مجید ہی کی آیتون سے واضح کیا ہے کہ یہہ مرشد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر نہ تھے۔ بلکہ وہ کوئی پیغمبر تھے جنکا نام بتایا گیا۔ یہہ ویسے ہی تھا۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت یحییٰ علیہ السلام سے صبغ لینا بیان کیا جاتا ہے۔ غرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلمان تھے تو راہ رشد پا چکے تھے۔ پھر وہ راہ رشد کے طالب کیا ہوے تھے۔ اس سے میری غرض یہہ ہے کہ اس آیت مین اسلم کے معنی اپنے کو حوالہ کرنے کے ہین جس نے اپنے کو خدا کے حوالہ کیا اور اوسکا حال ہو گیا۔ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین اوس نے راہ رشد پائی

صفات مرشد

جنکا رشد کامل ہو چکا۔ اور جنکو بیعت خدائی نصیب ہو چکی (خدائی بیعت کا بیان آگے آیگا) وہ مرشد ہونے کے اہل ہین۔ جنکو خدا نے بشارت دی فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم اپنے اس بیعت کی جو تم نے خدا کے ساتھہ کی ہے۔ خوشیان مناؤ کہ اس معاملہ مین تمہاری بڑی کامیابی ہے (توبہ ع ۱۴) اونکی صفت بیان فرمائی التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحٰفظون لحدود اللہ وبشر المومنین توبہ کرنے والے عبادت گذار حمد و ثنا کرنے والے بے تعلق رہنے والے۔ رکوع کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے۔ بھلے کامون کی ہدایت کرنے والے۔ برے کامون سے منع کرنے والے۔ اور حدود اللہ کے محافظ۔ تو اے پیغمبر ایسے ایمان والون کو خوشخبری سناؤ (توبہ ع ۱۴)۔

پہلی صفت ہے۔ توبہ کرنے والے۔ توبہ کا بیان آگے آئیگا۔ ابتدائی اور ظاہری توبہ تو یہ ہے گناہون سے تائب ہونا اور انتہائی توبہ ہے۔ راہ خدا مین اپنے موجودہ حال سے تائب ہوتے رہنا۔ یعنی ماسوے اللہ سے تائب ہونا یہہ توبہ سب کو شامل اور عام ہے۔

دوسری صفت ہے۔ عبادت گذار۔ یہہ تو کہلی آنکھون بھی دیکھ سکتے ہو۔ مگر عبادت کے معنی صرف نماز وروزہ ہی کے نہین ہین۔ احکام خداوندی کی تعمیل کے ہین اس مین مجاہدات روحانی اور ادائے حقوق وغیرہ سب داخل ہین۔ مختصراً قرآن مجید کی ہدایتون کی تعمیل سب عبادت ہے اگر ریاکاری سے نہو۔ اور خالصاً لوجہ اللہ ہو

تیسری صفت ہے حمد وثنا کرنے والے۔ صرف زبانی ہی نہین بلکہ دلی۔ مگر دلی حمد وثنا اوسی وقت ادا ہوسکتی ہے جب صبر وشکر رضا وتسلیم مین ثبات حاصل ہو۔ لے ورنہ حمد وثنا زبانی جمع خرچ ہوگی۔ کہ دل تو گلہ مند ہو اور زبان پر حمد۔

چوتھی صفت بے تعلق رہنے والے۔ جب تک خدا کی محبت کامل نہوگی۔ اس دنیا مین بے تعلقی نصیب نہین ہوسکتی۔ جب تک صادق اور خالص محبت سے اسلمت وجھی للہ۔ کا نور جلوہ آرا نہو دنیاوی تعلقات کے داغ سے نجات ناممکن۔

پانچوین صفت رکوع سجود کرنے والے یعنی پابند صلوٰۃ ہونا چاہئے۔ جو معراج المومنین ہے۔

چھٹی صفت۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی وہ کرتے رہتے ہون۔ مگر اسکا استحقاق جب ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ جب وہ خود بھلے کامون کے عامل اور برے کامون سے محترز ہون۔ اور اس کے ساتھ ہی دل مین سچا درد بھی ہو کہ لوگ بھلے کام کرین اور برے کامون سے بچین جب تو وہ صدق سے اس خدمت کو انجام دے سکتے ہین۔

ساتوین صفت۔ حدود اللہ کے محافظ ہون یعنی عمل بالقرآن۔ اس مین سب کچھ آگیا واقعی قرآن مجید

جسطرح حق و باطل کی ترازو ہے۔ مرشد کی بھی ترازو ہے۔

مرشد کی ایک صفت منیب کی بھی ہونی چاہئے کہ وہ ایسا رجوع الی اللہ ہو کہ اوسکے ہر کام کا مرجع خدا ہی ہو گیا ہو جسکی نسبت فرمایا گیا۔ واتبع سبیل من اناب الی جس نے میری طرف رجوع کیا اوسکا اتباع کرو (لقمن ۲۰) رجوع کے یہہ معنی نہین کہ ظاہر مین تو رجوع الی اللہ ہو۔ اور باطن مین رجوع الی النفس ہو یہہ تو ریا ہے اور بدترین جرم۔

مرشد کی صفت خدا نے یہہ بھی فرمائی ہے اٰتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما ۔ ہم نے اون کو اپنے پاس سے رحمت دی اور اپنے پاس سے اک علم تعلیم کیا (کھف ۹) یہہ صفت اونکی ہے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام رشد حاصل کرنے گئے تھے یعنی مرشد کامل وہ ہے۔ جو صورۃ رحمت خاص ہو۔ اور اوسکو علم لدنی حاصل ہو۔

مرشد کی صفتون کے متعلق بھی قرآن مجید سے بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر زیادہ لکھنے سے کچھ یاد نہ رہیگا۔ یہہ جتنا کچھ لکھا گیا بہت حاوی اور ماقل ودل ہے کہ متلاشی وسیلہ ان چند آیتون کو یاد رکھ سکتا اور مراد کو پا سکتا ہے۔

ایسا نہین ہے کہ مرشد نہین ملتے۔ خدا نے تو فرما دیا ہے ممن خلقنا امۃ یھدون بالحق ہماری مخلوق مین اک جماعت ایسی ہے جو ہدایت بحق کرتی رہتی ہے (اعراف ۲۲) رحمت کا دریا جاری ہے گھاٹ بھی بنے ہوے ہین۔ مگر اس دریا کے پیاسے نہین ہین۔ لوگ وئین سے پانی پیلیے کے عادی ہو گئے ہین۔

فرائض مرشد

ممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون ۔ ہماری مخلوق مین اک جماعت ہے۔ جو حق کی ہدایت کرتی رہتی ۔ اور حق پر عدل کرتی رہتی ہے (اعراف ۲۲) مرشد کا فرض ہے

ہدایت بحق کرنا اور عدل بحق کرنا عدل اک نہایت وسیع المعنیٰ اور وسیع القرائض لفظ ہے۔ جسکا ہاتھہ ہر ایک فعل پر پہونچتا ہے ظاہری ہو یا باطنی۔

ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون قوم موسیٰ مین بھی ہدایت بحق اور عدل بحق کرنے والی ایک جماعت تھی (اعراف ع۲۰)

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر تم مین بھی ایک جماعت ہونی چاہئے۔ جو بہلائی کی طرف لوگون کو پکارے اور امر معروف اور نہی منکر کرتی رہے (آل عمران ع۱۱) جس نے اس خدمت کو انجام دیا وہ مرشد ہے۔ اور جو مرشد ہے اوسے یہہ خدمت انجام دینی چاہئے آجکل داعی الی اللہ کی جماعت تو ہے۔ مگر وہ امر معروف اور نہی منکر سے غافل ہے۔ اوسکو فسانۂ عجائب سے فرصت نہین۔

امر معروف اور نہی منکر مرشدون کی خدمت ہے۔ انہین کا لقب ہے ربانیون۔ اللہ والے۔ انہین کا لقب یہودیون مین تہا۔ احبار اور انہین کا لقب ہم محمدیون مین ہے صوفی لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت کیون نہین اللہ والے یعنی صوفیون اور علمانے لوگونکو بری باتین بولنے اور حرام خواری سے روکا۔ (مائدہ ع۹) بہت سے گناہون کی جڑ یہی زبان ہے اور حرام خواری اگر صوفیائے کرام ان دو برائیون کی نصیحتون کی طرف بہمت متوجہ ہون تو کم سے کم سقدمات کے سلسلے تو بند ہو جائین۔ سقدمات کی جڑ یہی بدزبانی اور دوسرونکا مال ناجایز کھانا ہے

وقال الذی امن یقوم اتبعون اھدکم سبیل الرشاد یقوم انما ھذہ الحیوۃ الدنیا متاع وان الاخرۃ ھی دار القرار کہا اس ایمان والے نے۔ اے قوم میرے کہے پر چل مین تجھے راہ رشد کی ہدایت کرونگا۔ اے قوم یہہ دنیاوی زندگی تو چند روزہ فائدہ کی ہے اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ (مومن ع۵) مرشد کو چاہئے کہ وہ قوم کو ہدایت کرین کہ دنیا کے کام کرو تو اوس سے دل

اٹکا کے اور اوسکو بدی جان کے نہ کرو۔ بلکہ آخرت کے دار القرار ہونیکو سونچو اور سمجھو۔

اگر مرشد اپنی آواز تمام نہ پہونچا سکے تو وہ اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کرے جس کو اسکا اہل سمجھے۔

قال موسیٰ لاخیہ ھرون اخلفنی فی قومی واصلح ولاتتبع سبیل المفسدین حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا کہ میری قوم مین میرے پیچھے مین خلافت کرو انکی اصلاح کرتے رہنا۔ اور مفسدون کی راہ نہ چلنا (اعراف ۱۷) مرشد جن کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی خلافت بذریعہ اپنے مرشد کے پہونچی ہے اونکو قوم مین اصلاح کرتے رہنا چاہیئے۔ یہہ اصلاح کا لفظ بہت وسیع ہے۔ اس پر تفکر لازم ہے۔ اس مین امر معروف اور نہی منکر سب داخل ہے۔

من احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحًا وقال انني من المسلمین۔ اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے۔ جو دعوت الی اللہ کرے اور عمل صالح کرتا رہے۔ اور اقرار کرے کہ مین فرمان بردار بندون مین ہون (حم السجدہ ۵) مرشد کو چاہیئے کہ خود تو عمل صالح کرتا رہے کہ اوسکے اعمال قرآن مجید سے باہر نہون اور فعلاً و قولاً دعوت الی اللہ کرتا رہے۔ کافرون کو اسلام کی طرف۔ اور مسلمون کو خدا کی طرف یہہ سب دعوۃ الی اللہ ہے۔ اور کسی نئے طریقہ کا موجد یا مدعی نہو۔ بلکہ اوس کا دعوے یہہ ہو کہ ہم مسلمان ہین۔

فذکر انما انت مذکر تو نصیحت کرتے رہو۔ کیونکہ تم تو نصیحت کرنے والے ہو۔ (غاشیہ) مرشد کا کام قولاً و فعلاً نصیحت کرنے کا ہے وہ کوئی وکیل و کارساز اور ذمہ دار نہین ہے نہ قیامت کے دن بوجھ اوٹھانے والا۔

ذکر بالقرآن من یخاف وعید جس کے دل مین خدا کے وعدون کا خوف ہو اوسکو قرآن مجید سے نصیحت کرتے رہو (ق ۳) مرشد کو قرآن مجید سے نصیحت کرنی چاہیئے۔ قرآن تو سراسر نصیحت

ہی ہے۔ ص۔ والقرآن ذی الذکر۔
وذکر فان الذکری تنفع المومنین نصیحت کرتے رہو کیونکہ نصیحت مومنون کو نفع بخش ہوگی (الذاریت ع۳)
مرشدون کو چاہئے کہ بجائے اسکے کہ معتقدون کو بے دآیت قصون مین لگاکر کرامات اولیا کا معتقد بنائین اور اون کے ریاضات شاقہ کے افسانے سناکر مجاہدہ کی راہ مین معتقدون کو پست ہمت اور مایوس کرین اونکو چاہئے کہ معتقدون کے دل مین خدا کی محبت اور عظمت بٹھائین خدا کے کلام سے اونکو ہدایت کرین اور خدا اور رسول سے اونکی نسبت جوڑین کہ وہ خدا اور رسول کے آگے سرخرو ہون۔ یہی دعوت الی اللہ ہے۔ مومنون کے لئے اس سے بڑھکر اور کونسی بات نفع بخش ہوسکتی ہے۔
فذکر ان نفعت الذکری اوس وقت نصیحت کرو جب دیکھو کہ نصیحت کارگر ہوگی (اعلے)
یعنی نصیحت کی لکڑی نہ مارو بلکہ موقع سے قابلیت سماعت کا اندازہ کرکے نصیحت کیا کرو۔
عبس وتولی ان جاءہ الاعمی وما یدریک لعلہ یزکی اویذکر فتنفعہ الذکری چین بجبین ہوا۔ اور منہ موڑ بیٹھا اس بات پر کہ اوسکے پاس اندھا آیا۔ اور تم کیا جانو شاید وہ سنور جائے یا نصیحتین سنے اور وہ سود مند ہوجائین (عبس) یہہ بھی مرشدون کے لئے ہدایت ہے کہ اونہین طالبین حق کو کن آنکھون دیکھنا چاہئے۔ وہ اندھا ہے جب تو آیا ہے آنکھ قدح کرانے خدا قادر ہے کہ اوسکی آنکھون کو روشن کردے۔ یہہ ساری سورے مرشدون ہی کے لئے ہدایت ہے۔ اسمین تدبر کرو۔
واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ولاتعد عیناک عنھم تریدزینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا ۵
وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر جو لوگ صبح وشام خدا کی یاد یا اوسکا دھیان کرتے ہین۔ اور خدا ہی کے طالب ہین۔ اونکی صحبت ومعیت کے لئے اپنے نفس کو مجبور کرو۔ اون سے تمہاری آنکھین ہٹنے نہ پائین کہ تم زندگانی دنیا کی زینت چاہو۔ اور جسکے قلب کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا اور وہ

اپنی خواہش نفسانی کا ہورہا۔ اور اوسکی دنیاداری حد سے بڑھ گئی۔ اوسکی بات نہ ماننا۔ خدا کی طرف سے جو حق تم کو پہونچا وہ کہدو چاہے مانے یا نہ مانے (کہف ع۴) یہہ مرشدون کو ہدایت ہے کہ طالبین خدا جو سچے اور اوسی کے طالب ہین ماسوائے کے نہین۔ اون کے ساتھہ صحبت رکھنا۔ اون کی صحبت مین تکلیف بھی پہونچے تو صبر کرنا اور اپنی آنکھین اون سے نہ ہٹانا (یہہ عام ہے ظاہری اور باطنی دونون یعنی توجہہ عینی اور توجہہ قلبی سے غافل نہونا) ایسا نہو کہ تم اون سے زینت دنیاوی اور ظاہری گرم بازاری کا خیال کرو۔ اور جو ہماری یاد سے بے پرواہین اون سے تم بے پرواہ اور بے لگاؤ رہنا یعنی غافلون اور بندۂ خواہشات کی باتون پر کان نہ دینا۔ اور احقاق حق کرتے رہنا۔ یہہ سارے فرائض مرشدان اہلے اللہ اور ہادیان اہلے اللہ کے ہین۔ گرچہ مخاطب ہمارے رسول ہین۔ مگر مامور سب ہین جو اوسکے اہل ہون۔ جیسے آپ بندگی کے مامور ہین تو اوس مین سارے بندے داخل ہین۔ اگر آپ بحیثیت رشد و ہدایت مامور ہین تو اوس مین بھی سارے مرشدان اہلے اللہ داخل ہین۔ کلام باری کی یہی روش ہے۔

وعظہم وقل لہم فی انفسہم قولاً بلیغاً۔ اور اون کو نصیحت کرتے رہو۔ اور کہو اون کے نفس مین قول پہونچنے والا (النساء ع۹) فی انفسہم کی قید سے پتہ لگتا ہے کہ یہہ خداوند عالم نے القاء ذکر کو فرمایا ہے ورنہ فی انفسہم کی ضرورت نہ تھی۔ مرشد کی خدمت القائے ذکر بھی ہے۔ کہ یہی راہ رشد ہے۔ ظاہری تبلیغ اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور باطنی تبلیغ القائے کلمۃ اللہ ہے۔

مرشدون کے فرائض کا زیادہ بیان تو فصول ہے۔ کیونکہ قرآن کی تلاوت اور اوسمین تدبر و تفکر تو اونکا شخصی فرض ہے اس سے تو وہ غافل ہون گے نہین۔ پھر جبکے سامنے قرآن مجید کہلا ہوا اوس سے میرا کچھ کہنا تو سراسر لغو ہے یہ اتنا جو لکھا گیا وہ صرف متوجہہ کرنے کے لئے متوجہہ کرنا اس طرف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ تبلیغ رسالت کے کہ آپنے قرآن مجید لاکر ہمین دیا۔ آپنے

رشد و امامت کی خدمت بھی جو رسالت کے ماتحت اور رسالت کا ظل ہے۔ بکمالہ انجام دی۔ اور روحانیات قرانی کی تربیت سے قوم کو فیض یاب کیا۔ اس لئے جتنی ہدایتین رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ تخاطب دی گئی ہین، وہ مرشدون کے لئے دستور العمل ہین۔ مرشدون کو لازم ہے کہ کہ بہ این اصول قرآن مجید سے وہ اپنا دستور العمل بنائین۔ قرآن مجید پڑہین پڑہائین۔ اوس مین خود بھی تدبر و تفکر کرین اور مسترشدون کو بھی اوسکی تاکید فرماتے رہین۔ خود بھی معمل بالقران ہو کر اس کی تبلیغ فرمائین اور مسترشدون کو بھی اسکی تاکید فرمائین کہ امر معروف اون کا فرض منصبی ہے۔

ہدایات للمسترشد

مسترشدون کی تعلیم و ہدایت کے متعلق تو یہہ کتاب ہی ہے۔ مگر اس سرخی سے میرا مطلب صرف اس قدر ہے کہ مرشدون کے ساتھہ مسترشدون کے کیسے تعلقات ہین۔ اور مرشدون کے ساتھہ کیسے برتاؤ کرنے چاہئین۔ آیا ویسا ہی جیسا کہ رہنما کے ساتھہ ہوتا ہے یا فنا فی الشیخ ہو کر مردہ بدست غسال ہو کر یا اک گونہ معبود بنا کر۔

مینے شرعۃ الحق مین قرآن مجید کی آیتون سے یہہ ثابت کیا ہے کہ قصص قرانی ہر چند من حیث تاریخ صحیح تر واقعہ ہے مگر وہ بیان کیا گیا ہے موعظت و ہدایت ہی کی غرض سے قصص بھی اک طرز بیان ہے جس سے بات موثر ہو جاتی ہے۔ قرآنی قصص مین ہدایات و نصایح بھرے ہوے ہین سورۂ کہف مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ آخر کے چند رکوع مین بہ تعلق رشد و ارشاد ہی بیان ہوا ہے قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علیٰ ان تعلمن مما علمت رشدا ۝ قال انک لن تستطیع معی صبرا ۝ وکیف تصبر علیٰ مالم تحط بہ خبرا ۝ قال ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا ۔ حضرت موسیٰ نے ان سے کہا اجازت دو تو مین تمہارے ساتھہ رہون بہ این شرط کہ راہ رشد جو تمہین سکھائی گئی ہے وہ مجھہ

سکھاؤ۔ اونہون نے جواب دیا کہ تم میرے ساتھہ ہرگز صبر نہ کرسکوگے اور کیونکر صبر کرسکتے ہو۔ اوس چیز پر جسکا تمھہ کو اتہارے قابو مین نہین ہو سکی۔ نے کہا کہ تم مجکو انشاء اللہ صابر پاؤگے اور مین تمہارے کسی حکم کے خلاف نکرونگا (کہف ۹۷) اس آیت سے مفصلہ ذیل باتین معلوم ہوئین۔

ع۱ رشد سیکھنے سکھانے سے حاصل ہوتا ہے۔

ع۲ صحبت مرشد مزہ سے جسکے خواستگار حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوئے۔

ع۳ صحبت مرشد مین صبر ضرور ہے۔

ع۴ مرشد کے خلاف نہ کرنا۔

اگر راہ رشد سیکھنے سے حاصل ہو سکتی تو مرشد بنانا بیکار اور علی ان تعلمن مما علمت رشدا فرمانا بے سود تہا۔ یہ تو سیکھنے سے آتی۔ ہم جب تو مرشد وسیلہ ہوتا ہے اور اوسکے رشد وارشاد کے مطابق مجاہدہ کیا جاتا ہے مرشد کی تعریف قرآن مجید سے ہم بیان کرچکے ہین دلیا مرشد تمہین معلم بالقران بناکر خدا تک پہونچا پہڑے گا۔ مگر تعلیم کے ساتھہ ضرورت ہے۔ تربیت کی تعلیم بے تربیت نارسا ہے اس لئے صحبت مرشد کی ضرورت ہے صحبت مین اک عجیب پوشیدہ تاثیر خدا نے ودیعت رکھی ہے۔ مگر صحبت مین بھی ہر مرشد کی ہر بات مرشد کی سمجھ سے باہر معلوم ہوگی۔ کیونکہ وہ رسیدہ ہے۔ اپنے علم کا ماہر اور یہہ طالب علم ہر علم کے عالم کے ساتھہ نوسکھ کا سہی حال ہوتا ہے تو اس لاعلمی کے سبب اعتراض کی آنکھہ نہ ڈالو ورنہ صحبت ٹوٹ جائیگی اور صحبت درہم وبرہم ہوجائیگی۔ اس لئے صحبت مین صبر ضرور ہے بے صبر کے کام نہین چلتا۔ اگر صبر سے کام نہ لیا جائے تو مرشد کے حکم وہدایت کی تعمیل نہوسکیگی اسی لئے فرمایا تہا۔ ولا اعصی لک امرا۔ غور کرو تو ان چار باتون مین ساری وہ باتین آجاتی ہین جو مسترشد کے فرائض مین سے ہین۔

اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجودیکہ پیغمبری کے لئے انکا انتخاب ہوچکا تہا۔ اور زیادہ قرب کے

خواستگار رہے۔ انکی طلب کی پیاس نہ بجھی۔ ان کے ارنی اور لن ترانی کی کو بج آجتک گونج رہی ہے۔
مرشدون کو بھی چاہئے کہ اپنی طلب کہو ڑی نہ کرین۔ یہہ زندگی طلب و محنت ہی کی ہے مگر طلب خدا لے
صبر اور جلد باز ہے تو صبر کی باگ ہاتھہ سے نہ دینا چاہئے۔ کیونکہ خدا صابرون کے ساتھہ ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے یہہ ثابت نہین ہوتا کہ ولی کا درجہ کسی پیغمبر سے بڑا ہو سکتا ہے
اور کوئی ولی پیغمبر کا مرشد ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض لوگون نے خیال کیا ہے کیونکہ اگر کوئی پیغمبر کسی ولی کو
مرشد بنائے ہوتے تو اوسکے معنی یہہ ہوتے کہ پیغمبر جنکی تعلیم و تربیت بے واسطہ اور بلا تعلیم و تعلم خدا سے
ہوتی ہے وہ ولی مرشد کو آداب رشد سکھانا چاہتے ہین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جنکے پاس بنظر رشد
گئے تھے۔ یہ بتایا نہ گیا کہ وہ ولی تھے یا پیغمبر یہہ خیال کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور یہہ ولی زندہ
پیر آجتک زندہ اور دریا کے مالک ہین بے سند غیر معتبر کہانیان ہین۔ قرآن اسکی حمایت نہین کرتا۔ یہہ
عقیدہ علی بینہ واجب نہین ہے۔ قرآن مجید مین تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
جنکے پاس بنظر رشد گئے تھے وہ ولی نہین بلکہ پیغمبر تھے۔ دو وجہون سے ایک تو یہہ کہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے جواب مین اونہون نے فرمایا ما فعلته عن امری یہہ سب خلاف قیاس کام اور علم غیب
کی بنا پر ہم نے خود اپنے ارادہ سے نہین کیا بلکہ خدا کے حکم سے اس [illegible] اونکو آتے تھے۔ اور یہہ شان پیغمبر ہی ہے۔ دوسرے یہنے اوپر بھیجی [illegible]
صاف صاف فرمادیا ہے کہ علم غیب ہمارے سوا کسی کو نہین اور ہم بعض رسولون کے سوا [illegible]
سے کسی کو مطلع کرنے بھی نہین ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (آل عمران)
اس سنتہ اللہ کے مطابق جب اونکو علم غیب باطلاع خداوندی ہوا تو صرور وہ پیغمبر تھے۔ گرچہ اونکا
بتایا نہ گیا۔ بھتیرے پیغمبرون کا نام بتایا نہین گیا ہے۔ یہہ ویسے ہی تھا۔ جیسے حضرت [illegible]
حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بتسما لینے گئے تھے کسی پیغمبر سے رشد و ارشاد حاصل کرنے

مین کوئی مضایقہ نہین حضرت خضر علیہ السلام کو اس آیت سے مراد لینا غیر قطعی اور فرضی ہے۔ اسی مراد لینے سے تو مین گھبراتا ہون جو قطعی کو غیر قطعی کر دیتا ہے۔ اور اوس پر اعتراضات کی اونگلیان اوٹھ جاتی ہین اور ہدایات خداوندی انسانی خیالات سے آمیزش پاکر خلط ملط ہو جاتے ہین پیغمبر حسب رشد روحانیت تام قطعی ہین۔ اور اولیاء اللہ ان کے ظل۔ مجاز در مجاز۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتا ہے قال رب انی دعوت قومی لیلا و نھارا فلم یزدھم دعائی الا فرارا وانی کلما دعوتھم لتغفر لھم جعلوا اصابعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا ثم انی دعوتھم جھارا ثم انی اعلنت لھم واسررت لھم اسرارا فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا (نوح ع ۱) نوح نے کہا اے میرے پروردگار مین رات دن اپنی قوم کو بلاتا رہا مگر وہ اور بھاگتی ہی رہی۔ اور یہ غرض کہ تو اوسکو بخشدے جب جب بلایا تو اونہون نے اپنے کانون مین اونگلیان رکھ لین اور اپنے اوپر سے اوڑھ لئے اور ہٹ دھرمی۔ اور بڑے متکبر ہو کر غرور کرتے رہے۔ پھر اونکو پکار کر بلایا پھر اونکو علانیہ بھی بلایا اور چپکے بھی پھر اونہین کہا کہ خدا سے معافی مانگو وہ بڑا بخشنے والا ہے (نوح ع ۱) اس آیت سے مرشد اور مسترشد دونون کے لئے ہدایتین معلوم ہوتی ہین مرشد کو اپنی تعلیم و ہدایت سے تھکنا اور مایوس ہو کر چھوڑ دینا چاہئے نہ اپنے آگے جھکانا نہ اپنے کو اوسکا مقصود و معبود بنانا چاہئے۔ بلکہ خدا کے آگے جھکانا چاہئے ظاہراً بھی باطناً بھی۔ اور مسترشد کو نہ ہدایت مرشد سے روگردانی کرنی چاہئے کہ وہ راہ بھٹکے نہ بہاگنا چاہئے کہ گمراہی مین پڑے۔ نہ ہدایات مرشد سے کان بند کر لینا چاہئے نہ آرام طلبی کی چادر اوڑھ لینی چاہئے۔ اور نہ ضد نہ تکبر کرنا چاہئے کہ یہہ نامرادی کی روش ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (سو ہنو! اللہ و رسول کا حکم مانو جب وہ تم کو بلائے تاکہ زندگی بخشے (انفال ع ۳) یہہ زندگی روحانی زندگی ہے۔ کیونکہ جسمانی

زندگی ہی کی صورت مین تو یہہ دعوت دی گئی ہے۔ دوسرے یہہ دعوت الے الاسلام نہین ہے۔ کیونکہ مومنون کی طرف تخاطب ہے بس ایسی ہی اسکے مجاز کی صورت ہے۔ کہ مرشد جب زندہ دلی کے لئے کسی سر کی ہدایت کرے تو اوسکا حکم انو۔ کیونکہ وہ بموجب حکم خذ کرہا القرآن تم کو خدا اور رسول ہی کی طرف ہدایت کریگا۔ تو اوسکے حکم کا انحراف خدا اور رسول کے حکم کا انحراف ہوگا۔ یہہ حیات اطاعت قرآن ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

خدا نے عباد الرحمن کی تعریف مین فرمایا ہے والذین اذا ذکروا بایٰت ربھم لم یخروا علیھا صمًا و عمیانا۔ عباد الرحمن وہ ہین کہ جب اونکو خدا کی آیتون سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ بھرے اور اندھے ہوکر نہین گر پڑتے (فرقان ۷۳) یعنی مرشد جو خدا کی آیتون سے نصیحت کرے تو بھرے اور اندھے ہوکر اوس پر نگرو۔ بلکہ حق شنوکان لیکر اور حق مین آنکہ لیکر تاکہ تم خدا کا فرمان سن سکو اور تجلیات ربانی دیکھ سکو۔ ورنہ اندھے بھرے کو نہ نصیحت کارگر ہوسکتی نہ راہ سجھائی دے سکتی ہے۔ اندھے بھرے ہوکر سنوگے تو اگر کوئی مرشد صورت خلاف حکم خدا اور رسول بہکائیگا تو تم بہکا دے مین آکر دوری مین پڑ سکتے ہو۔

مومن کی تعریف مین خدا فرماتا ہے انما یومن بایٰتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدًا و سبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون ۰ تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفًا و طمعًا و مما رزقنٰھم ینفقون ۰ بس ہماری آیتون پر تو وہی ایمان لاتے ہین کہ جب اونکو ان آیتون کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے مین گر پڑتے ہین اور پروردگار کی صفتون کی تسبیح کرنے لگتے ہین۔ اور وہ تکبر نہین کرتے ان کے پہلو بستر ون سے الگ رہتے ہین یہہ امید وبیم کے ساتھہ خدا کو پکارتے رہتے ہین۔ اور ہماری روزی دی ہوئی مین سے خرچ بھی کرتے ہین (السجدہ ۱۵) روزی مین سے خرچ کرنے کے معنی یہہ ہین کہ وہ مال سی عزیز پیز گانٹھ سے نکال کر اپنے خالص طلب و محبت کا ثبوت دیتے ہین مگر یہہ مضمون قرآن مجید مین بھتیری جگہ ہے۔ مما رزقنٰھم ینفقون ۰ سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔

ہر جگہ ایک ہی معنی لینا کچھ فائدہ نہ دیگا اس لئے سیاق عبارت سے جو مفہوم پوری آیت سے پیدا ہوتا ہے۔
جس سے آیت دو لخت بھی نہیں ہو جاتی وہ یہہ ہے کہ بس ہماری ہی آیتوں پر ایمان کا حق تو وہی ادا کرتے
ہیں کہ جب ہماری آیتیں وہ سنتے ہیں تو اوسکے فیضان سے وہ متاثر ہوتے ہیں۔ اور اوس سے دوسروں کو
بھی فیض یاب کرتے ہیں۔ یہہ جو خدا نے اونہیں روزی دی اس میں بخل نہیں کرتے بلکہ خرچ کرتے
اور فیض تقسیم کرتے رہتے ہیں واللہ اعلم تو مرشد جب قرآنی نصایح سنے تو چاہئے کہ اوسکے دل میں
خشوع وخضوع پیدا ہو۔ خوف در جا پیدا ہو اور حضور وشہود حاصل ہو۔ اوسکا دل اس طرح خدا کو پکارے جیسے
بے چین کہ اوسکی پیٹھ بستر سے نہیں لگتی ایسے موسنوں کے لئے اس آیت کے بعد جنت کا عطیہ نہیں۔
بتلایا گیا۔ کیونکہ اوسکا تو ہم کوئی اندازہ کر سکتے ہو۔ اس لئے ایسوں کے لئے اجر بیان کیا گیا ہے۔ فلا
تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین ط جزاءً بما کانوا یعملون ۝ کوئی شخص جان نہیں سکتا
کہ اون کے اعمال کے بدلے اونکی آنکھوں کی ٹھنڈک کیا چھپا رکھی گئی ہے (السجدہ ۲۷) یعنی تشنہ دیدار
کو نعمت دیدار ہی ملے گی۔ جیسے پیاسے کو پانی کہ پیاس غذا سے نہیں بجھتی ویسے ہی تشنۂ دیدار کی پیاس
نعمائے بہشت سے نہیں بجھنے کی۔

طالب علم کو اوستاد کی محنت ہو تو اوسکی تعلیم کیا دل میں جگہ کرے گی بچوں کو والدین سے محبت ہو تو
اونکی تعلیم وتربیت کیا کارگر ہو گی اوسی طرح اگر مسترشد کے دل میں مرشد کی محبت ہو مرشد کی عظمت
اور تقدس ہو تو بتھریلی زمین کی بارش کی طرح فیضان بھی پتھر کو دھونے کے سوا کچھ برگ وبار
نہ لائیگا۔ اس لئے ضرورت ہے مرشد کی محبت کی۔ اسی کو خدا نے فرمایا یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ
وکونوا مع الصٰدقین ۝ ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن
رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ ہو مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور صادقوں کی معیت اختیار کرو
(یعنی سچے مرشدوں کی) اہل مدینہ اور گرد ونواح کے اعراب کو مناسب نہ تھا کہ رسول اللہ کی سرا ہی

سے پیچھے رہ جائین۔ اور نہ یہہ کہ اپنی جانون کو رسول اللہ کی جان سے زیادہ چاہین۔ (توبۃ ۱۵) ہر تبلیغ رشد و رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرشد کی خدمت ہے۔ اس لئے مجازاً اور تبعاً للرسول مرشد مستحق ہے۔ اوس محبت کا جو ہادی ہونے کی حیثیت سے اوسکے ساتھہ ہونی لازم ہے کم سے کم مسترشدون کے لئے اون کی جان سے زیادہ۔ جب تو حسب ہدایت مرشد اصلاح نفس اور تنبیہ نفس کا ریاض انجام پاسکیگا۔ اسی لئے صحبت مرشد کی تاکید کے ساتھہ خدا اور رسول کی محبت کو خدا نے بتایا تاکہ سمجھو کہ ویسے ہی بہ تبع رسول مرشد کی محبت ہے۔ کیونکہ مرشد جب رسول کی خدمت انجام دے رہا ہے تو وہ رسول کا ظل اور مجازاً وہ رسول کی جگہ کا نبی از بنی اسرائیل ہے باوجود اس درجہ کی محبت اور کامل درجہ کی اطاعت کے یاد رکھو کہ وسیلہ وسیلہ ہی رہے مقصود نہ بن جائے ورنہ وسیلہ بھی کھو جائیگا۔ اور مقصود بھی۔ جو مقصود کا دامن دہرے ہوتا ہے سیدہی راہ وہی پاتا ہے۔ ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم (ال عمران ۱۰۱) مرشد کا کام راہ رشد بتانا ہے۔ اور منزل تک پہونچانے والا خدا ہی ہے۔ خدا ہی۔ کفار اسی مین تو مارے پڑے۔ کہ وسیلہ ہی کو مقصود بنالیا تو یہہ تحصیل حاصل تھی ایسے مقصود کا ملنا نہ ملنا دونون برابر۔ اونکا مقصود بھی تو تقرب کا خواستگار اور عذاب خداوندی سے خائف ہے۔ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ جن کو اونہون نے مقصود بنایا ہے۔ وہ خود خدا تک وسیلہ ڈہونڈھتے ہین کہ کونسا قریب تر وسیلہ ملے اور وہ خود اوسکی رحمت کے خواستگار اور اوسکے عذاب سے خائف ہین۔ (بنی اسرائیل ۷) وسیلہ بناؤ۔ مگر کافرون جیسا نہین ورنہ مارے پڑوگے۔ صحابہ جیسا بناؤ کہ یہہ ماقدروا اللہ حق قدرہ (جو قدر خدا کی کرنی چاہئے تھی۔ اونہون نے نہ کی (انعام ۹۱) کے مرورتہ بنے۔ اور یدعون من دون اللہ (ماسوی اللہ کو پکارتے ہین۔ نحل ۲۰) کے جیل مین نہ پڑے۔ اور شرک معنوی کے خار دار زنجیر سے پابستہ

نہ ہوئے۔ اونکی رفتار صراط مستقیم پر رہی اور یہہ بے کھٹکے مراد تک پہونچے اولئک ھم المومنون حقا دیکھنا ہوشیار۔ تجاوز عن الحد کے گڑھے مین نہ گرنا۔ خدا نے چونکا دیا ہے ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ ط والذین امنوا اشد حبا للہ ۔ بعض آدمی ماسوائے اللہ کے ساتھہ ایسی محبت رکھتے ہین جو محبت خدا کے ساتھہ رکھنی چاہئے تھی۔ اور ایمان والون کی محبت تو خدا سے شدید ہوتی ہے۔ (بقرہ ۲۰ ع) ہوشیار! تم خدا کو چھوڑکر ماسوے اللہ سے ایسی محبت نہ کرنے لگ جانا اور یہہ نہ سمجھنے لگنا کہ فنا فی الشیخ ماسوا سے کی محبت نہین ہے۔ کیونکہ شیخ خدا نہین ہوتا من دون اللہ مین وہ بھی داخل ہے۔ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ ط وان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب جو خدا کے سوا دوسرون کو پکارتے ہین تو اونکا حال تو یہہ ہے کہ اگر وہ سب کے سب بھی جمع ہون تو ایک مکھی نہین بنا سکتے۔ اور اگر کہی کچھ اون سے لے بھاگے تو وہ اوس سے چھین نہین سکتے۔ طالب و مطلوب دونون بے بس ہین (حج ۱۰ ع)۔

اگر شیطان تم سے یہہ چٹکی لے کہ پیر پرستی تو تقرباً الی اللہ کی جاتی ہے تو ہوشیار اوسکے دہوکے مین نہ آنا۔ خدا نے اسکو بھی جائز نہین رکھا یہی تو کافرون کا خیال تھا۔ وہ بھی تو بتون کی خالقیت کے قائل نہ تھے۔ قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون ۰ سیقولون للہ ط قل افلا تذکرون ۰ قل من رب السموٰت السبع ورب العرش العظیم ۰ سیقولون اللہ ط قل افلا تتقون ۰ قل من بیدہ ملکوت کل شی وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون ۰ سیقولون اللہ ط قل فانی تسحرون اے محمد پوچھو تو سہی کہ زمین اور جو اوس مین ہین کسکی ہے اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ وہ جواب دینگے کہ سب اللہ کا ہے تو اون سے کہو کہ کیا تم غور نہین کرتے۔ اون سے پوچھو کہ ساتون آسمان اور عظیم الشان عرش کا مالک کون ہے۔ وہ جواب دینگے کہ سب کچھ اللہ کا ہے تو اون سے کہو کہ پھر کیا تم ڈرتے نہین

اون سے پوچھو کہ وہ کون ہے جسکے ہاتھہ مین سب چیز کی حکومت ہے۔ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اوسکے مقابلہ مین کسی کو پناہ نہین۔ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ وہ کہینگے۔ کہ یہہ سب صفتین اللہ کی ہین۔ تو اون سے کہو کہ پھر تم پر کہان سے جادو پڑجاتا ہے۔ (مومنون ۸۹) خدا کے اور اوسکی خدائی کے تو وہ بھی قائل تھے مگر بتون کی پرستش کرتے تھے تو وہ بھی تقرباً الی اللہ ہی کرتے تھے۔ والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ جن لوگون نے ماسوائے اللہ کو دوست رکھا تو وہ یہی کہتے ہین کہ ہم تو انکی تقرباً الی اللہ ہی پرستش کرتے ہین کہ وہ ہم کو خدا کے نزدیک کردین (زمر ۱) وہ سمجھتے ہین کہ خدا کے یہان یہہ ہمارے شفیع ہون گے۔ ھؤلاء شفعاءنا عند اللہ (یونس ۱) یاد رکھو ماسوائے اللہ کو دوست بنانا اور اون سے محبت کرنی یا صفات باری کی سی کوئی صفت کسی مین تسلیم کرنی عبادت غیر اللہ اور شرک ہے کہلا کہلا شرک خفی۔ اکثر اس وہم و گمان کے پیچھے پڑلیتے ہین کہ خدا نے فلان فلان اختیارات فلان کو دے رکھے ہین تو سارے اختیارات جو کسی مین پائے جاتے ہین کافرون اور مشرکون کے اختیارات بھی یہہ سب تو خدا ہی کے دے پائے جاتے ہین۔ اگر کسی کو خاص خدائی اختیارات مین سے کوئی حصہ ملا ہے۔ تو اسکا کوئی خدائی پروانہ تو نہین دکھایا جاسکتا۔ یہہ اون کے اوہام ہین۔ وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا اکثر وہم و گمان کے پیچھے ہولیتے ہین۔ اور گمان حق سے بے نیاز نہین کرسکتا (یونس ۴) اے لوگو الا للہ الدین الخالص ہوشیار اللہ کے لئے دین خالص ہے۔ فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین عبادت کرو اللہ کی اسی کے لئے دین کو خالص بناکر (زمر ۱) یعنی خدا ہی کے ہو رہو خدا ہی کے الیس اللہ بکاف عبدہ کیا خدا کے بندے کو خدا کافی نہین۔ (زمر ۴)۔

آخر مین اتنا کہدینا ضرور ہے۔ ویل لکل افاک اثیم یسمع آیات اللہ تتلی علیہ ثم یصر مستکبرا

کان لم یسمعها کان فی اذنیه وقرا فبشرهم بعذاب الیم ۔ خرابی ہے ہر جھوٹے گنہگار کی کہ خدا کی آیتین جو اوسکو سنائی جاتی ہین اوسکو سنتا ہے۔ پھر بھی مغرور بنکر ایسا اڑا ہوتا ہے۔ گویا آیتون کو سنا ہی نہین۔ تو اوسکو عذاب دردناک کی بشارت سنادو (حاشیہ ۱۰)۔

پیری ومریدی

پیری مریدی کا لفظ قرآن مجید مین نہین ہے۔ اس لئے پیری مریدی جو مفہوم القوم ہے وہ علی ابتہ صحیح رب نہین ہے۔ یہہ حدود قرآنی سے باہر ہے اور اسی لئے داخل فی الدین نہین ہان مگر مرشدی کہی پیر کہو تو اصطلاح مین بحث نہین کہہ سکتے ہو۔ مگر ایسا نہین کہا جاتا۔ اور ایسا نہین سمجھا جاتا جس سے رشد وارشاد حاصل کیا وہ مرشد اور جس سے بیعت کی وہ پیر اور قرآن مجید سے اسکی سندین لی جاتی ہے کہ بیعت قرآن مجید مین ہے۔ تو جس سے بیعت کی وہ پیر ہے۔ اور اسطرح پیری مریدی احاطہ قرآنی کے اندر ہے۔

لفظ بیعت تو قرآن مجید مین ہے تو اس سے رسمی بیعت ثابت نہین ہوتی حقیقی بیعت جو قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے۔ اوسے مین اسکے بعد کی سرخی مین بیان کرونگا۔ اس مین بیان کرتا ہے۔ رسمی بیعت کو کہ وہ ہے کیا۔ آیا خدا کی بتائی ہوئی ہے یا رسم کھڑی کی ہوئی ہے۔

چار ارکان ادا ہونے سے رسمی بیعت پیری ومریدی کی ادا ہوتی ہے۔ ع۱ تلقین توبہ۔ ع۲ ہاتھہ پر ہاتھہ مارنا۔ ع۳ مقراض رانی ع۴ ظاقیہ یعنی کلاہ پوشانی۔ طریقہ نقشبندیہ نے اول دو نمبر پر اکتفا کیا ہے اور قادریہ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ فردوسیہ۔ وغیرہ مین مقراض رانی اور کلاہ پوشانی ضرور ہے۔

یہہ چار شرایط والی بیعت اپنے کو پیر کے ہاتھہ بیچدینا ہے۔ تو جو ایک دفعہ بک چکا وہ رہا کیا۔ جو پھر بکے۔ اس لئے یہہ بیعت جسکو بیعت انتساب کہہ سکتے ہو۔ ایک ہی بار ہو سکتی ہے۔ مکرر نہین ہو سکتی یہی بیعت انتساب ہے کہ پیر سے نسبت قایم کی جاتی ہے۔ اہل نسبت کا کامل ہو جانا فنافی الشیخ کے لقب سے موسوم ہے۔ انتساب کے معنی حصول مشاکلت ومشابہت وتناسب ونسبت ہے۔

رسمی بیعت کے مسائل نے اپنی فقہ بھی الگ سے قایم کی ہے۔ مثلاً کن کن صورتون مین تجدید بیعت ضرور ہے جائز ہے۔ مکروہ ہے یا ناجایز ہے۔ نابالغ کی بیعت جائز ہے۔ یا نہین۔ اور نکاح کی طرح بعد بلوغ وہ فسخ بھی کرسکتا ہے یا نہین۔ نابالغ کے عوض اوسکا ولی مرید ہوسکتا ہے یا نہین۔ اگر بعد بیعت یہہ ثابت ہو کہ ہر چند پیر متبع شریعت ہے۔ مگر اوسکا سلسلہ اجازت صحیح نہین تو اوسکو تجدید بیعت کرنی چاہئے یا نہین۔ اگر کسی وفات پائے ہوئے اولیاء اللہ سے خواب مین بیعت ہو جائے تو یہہ بیعت صحیح ہے یا نہین۔ اگر کسی نے کسی پیر سے مرید ہونیکا قصد ظاہر کیا۔ مگر قبل اسکے وہ قبل مرنے کے بھی پیر اوسکو اپنے مریدون مین داخل کرسکتا ہے یا نہین۔ اس مین مباحث اختلاف اور فتوے ہین۔ پیر بیعت ایک ہی ہوتا ہے۔ بے اجازت پیر کے وہ دوسری جگہ رجوع نہین کرسکتا۔ اگر ایسا کرے اور دوسری جگہ طلب حق کی نیت سے مرید ہو تو اوسکو کچھ نفع نہوگا۔ بلکہ وہ مردود طریقت سمجھا جائیگا۔ اسی طرح بچپنے مین مرید کر لینا۔ خرقہ پہنا دینا خلافت دیدینی کہ دوسرون کی بیعت بھی وہ لیا کرے جایز ہے۔ کیونکہ ؎

دست پیر از غائبان کوتاہ نیست۔ دست او جز قبضۂ اللہ نیست۔

ان سارے مسئلون کو اور ان ساری باتون کو قرآن مجید سے کوئی واسطہ نہین۔ کیونکہ یہہ علم قرآن مجید مین نہین یہہ علم سینہ بسینہ ہے۔ اس لئے یہہ چار ارکان والی بیعت جسکو رسمی پیر ہی مریدی کھے علی الشیخ سب نہین ہے تو خدا کی راہ جبکی خدا ہی حمایت اور تصدیق نہ کرے وہ دین اللہ مین داخل نہین ہوسکتی اور نہ وہ خدائی اصطلاح سے صراط مستقیم کہی جاسکتی ہے۔ اور صراط اللہ یعنی صراط مستقیم جو خدا کی قریب راہ ہے وہ خدا نے بتادی ہے۔ اگر قرآن مجید مین خدا ہی کی راہ کی تعلیم نہو۔ اور وہ خدا تک موصل نہو تو اوس سے فسانہ عجائب بہتر جو موصل الی اللہ ہو۔ اس رسمی بیعت کی نسبت جو فنون اولے وثانیہ کے اکابر اولیاء اللہ سے کی گئی ہے اوسکو مین موضوعی حدیثون کی طرح سے سمجھتا ہون۔

اور یقین کرتا ہون کہ وہ مرشد ہی کو پیر کہتے تھے اگر کسی نے کہا اور وہ رشد و ارشاد اور صحبت و معیت اولیاء اللہ کے خواستگار تھے۔ اور یہہ رسومات رفتہ رفتہ رسمی پیرون کے ہاتھون سنتہ اللہ کے مطابق رخنہ انداز طالبین ہوئے۔

رسمی بیعت نے اور بھتیرے شاخسانے کھڑے کئے کہین برزخ کی شاقی ہے کہین برزخ کی شاقی ہے۔ برزخ تو یہہ کہ پیر کی صورت کو قلب مین خیال کرتے رہنا۔ جم جانے کے بعد ہر جگہ پیر ہی نظر آتا ہے۔ اس مین کرشمے تو نظر آتے ہین۔ اور بظاہر کسی قدر یہہ فائدہ بخش ہی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین یہہ رکاوٹ ہوتا ہے اور خطرناک بھی۔ مینے چند دنون اسکو بھی کیا بلکہ اپنے برزخ کی بھی شاقی کر کے دیکھا نتیجہ واحد پایا یعنی نہ یہہ خدائی راہ ہے نہ اس سے خدا ملتا ہے۔ یہہ ماسوئے اللہ کی مشغولی خدا سے دور کرنے والی ہے۔ اور نری بت پرستی۔ تبرزخ کیا ہے کہ اپنے ہر ہر عضو کو پیر کے عضو مین فنا کرنا یہان تک کہ اپنی صورت پیر کی صورت ہو جائے۔ ایسا ہونے سے پیر کا مقام اپنا مقام ہو جائیگا وہان تک پہونچا ہوا ہے تو ہم بھی خدا تک پہونچے ہوئے ہو جائینگے۔ لیکن ان الظن لا یغنی من الحق شیئًا ۔ وہم و گمان حق سے بے نیاز نہین کر سکتے۔ خدائے بے صورت صورت کی راہ سے نہین ملتا۔ صورت تو خدائی راہ کی راہزن اور بت ہے۔ صورت کو توڑو۔ اور بے صورت مین فنا ہو جاؤ۔ صورت برزخ کا میدان طے کر سکتی ہے۔ مگر روحانیات کا میدان نہین جیت سکتی۔

رسمی بیعت نے طرح طرح کی رنگ آمیزیان کین۔ اور طریقے نکالے۔ ایک رنگ اسکا تو بالکل ہندؤن کے گرو اور چیلے کے مشابہہ ہے جسطرح گرو اپنے چیلون کا اک گونہ خدا ہوتا ہے۔ ویسا ہی پیر مریدؤن کا جسطرح ہندؤن مین گرو اور دیوتاؤن کی صورتون کا دھیان کیا جاتا ہے۔ ویسا ہی بعض طریقہ مین پیر کی برزخ کا مختلف طریقے اور مختلف رنگ ہین۔ اسکی تفصیل لطائف

اشرفی مین دیکھو۔ المختصر بت پرستی ہندؤن مین تھی تو اوسکی جگہ پیر پرستی مسلمانون مین قایم ہوئی۔ حالانکہ خدائے وحدہ کے سوا کوئی پرستش کئے جانے کا مستحق ہی نہین۔ خدا کے لئے خدا ہی کی پرستش ہو سکتی ہے۔ خدا پرستی سے خدا ملتا ہے تو پیر پرستی سے پیر ملے گا۔ اور یہہ تحصیل حاصل ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی کہان رسول پرستی کی جو اوسکی جگہ پیر پرستی قایم کی جائے۔ وہ تو مسلمان حنیف تھے۔ و نحن لہ مسلمون ۔ ہم تو خدا ہی کے لئے مسلمان ہوے ہین اونکا نعرہ تھا پرستش ماسوا اور اسلام۔ اللہ ا اللہ۔ کیفیات مین بھی تفرقہ پڑگیا۔ ہندؤن مین جسطرح گرو اور دیوتاؤن مین فانی ہوکر فنا حاصل کیجاتی ہے۔ اوسی طرح مسلمانون مین اوسکی جگہ فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول ہوکر فنا حاصل کیجاتی ہے۔ اور اوحا اسکا کہ ماسوے اللہ مین فنا ہونے سے نہ خیر اسکا مقام حاصل ہوتا ہے۔ شروع سے تو کلمہ پڑہایا گیا۔ لا الہ الا اللہ تو اب خدا کے سوا فنا ہونے کے لئے رہا کیا۔ اوس سے قریب تر بھی کون۔ اوس سے بڑہکر مقصود تر اور محبوب تر بھی کون جسمین فنا حاصل کرنے کی ہدایت ہوتی ہے اور طالبین خدا کو۔

مجاہدہ و ریاضت نے بھی رہبان و جوگیون کی روش اختیار کرلی جس گہاٹ یہہ اوترے قریب قریب اوسی گہاٹ مسلمانون کی کشتی بھی جا لگی۔ نوبت باینجا رسید کہ رند مشرب کامل تر بنے۔ ان کے یہان جوگیون اور سادہوؤن سے بھی فیض حاصل کیا جاتا ہے اور خدا رسی مطلوب ہوتی ہے۔ معلوم نہین ان حضرات نے فیض اور خدا رسی سمجھا کسکو ہے اے اللہ ان عقائد کا مصنف کون ہے جسکی باتین سکۂ رایج الوقت کی طرح رایج ہوگئین۔ اور اسلامی تصوف یا صراط اللہ کہوئی گئی۔ خدا اور رسول اور قرآن سے نسبت ٹوٹ گئی۔ خدائی راہ اور خدائی ہدایت چھوڑکر انسانی تصنیفون اور مقولون پر راہ قایم کی گئی ہے۔ ریلوے ٹرین ڈال دی گئی سمندر مین یا کشتی چلائی جانے لگی خشکی مین ایسے خطرات کے تھپیڑون مین نامرادی کے سوا کچھ ہاتھہ آنا ناممکن ہے۔ جاہل۔ ظاہر پرست۔ طالب دنیا۔ دین فروش۔ پیٹ کے دکھیارے۔ نمود کے خواہان اور شہرت طلب پیرون نے دو حصے لطیفہ۔ شاعری افسانے۔ خطوط۔ خواب و خیال۔

وہمی گھوڑ دوڑ اور اندہی عقیدت پر تصوف کی بنا قایم کی تو تصوف عجائب پرستی طلسم کشائی اور بہول بھلیا ہو کر رہ گیا۔

قرون اولے کی بیعت تو فی الحقیقت وہ حقیقی بیعت تھی جسکی قرآن مجید مین تعلیم کی گئی ہے۔ اور جسے مین بیان کر چکا۔ قرون وسطے کا بھی یہی رنگ رہا۔ مگر آخر آخر اصول فطرت کے مطابق جیسا کہ خدا نے فرمادیا ہے۔ فطال علیھم الامد فقست قلوبھم استداد زمانہ سے اون کے قلوب سخت ہو گئے (حدید ۲) اون مین تغیر آیا تو خدا طلبی رہ گئی غال خال لوگون مین اور اکثر کیف وحال سے بحث ہونے لگی۔ عالم واقعات کے دلدادے اور انکشافات تحریر مین آئے تو توحید وجودی۔ اور توحید شہودی کے جھگڑے اوٹھے اور اون کے کیفیات چوگان بازی کے گنبد بنے۔ بیگ طالب کیف وحال ہونے لگے۔ کوئی کاسب بنا کوئی عاشق بنا۔ کوئی کوتوال شہر کہلایا۔ کوئی ابدال۔ کوئی قطب کہلایا کوئی غوث۔ کوتوالی سے لیکر وزارت تک کا محکمہ قایم کیا گیا۔ اور بتایا کہ رب یہہ کہ فلان بزرگ نے لکھا ہے دران حالیکہ تھوڑے ہی دنون بعد تو کتنی حدیثین موضوع ہین۔ اور محققون کے نزدیک کتنی کتابین بزرگون کے نام سے شایع کی گئین۔ آج کتنے تذکرے بے بنیاد چھپ رہے ہین۔ جو ایک دن یہہ بھی قرآن کی جگہ لے لینگے۔ عقیدت کی سلایان تحقیق کی آنکھون کو اندہی کر دیتی ہین۔ غرض قرآن مجید سے غرض نہ رہی تو بجاے خدا طلبی کے کوئی فنا و بقا کا طالب ہوا۔ کوئی انوار تجلیات کا مشتاق۔ کوئی تماشہ بینی کا شیدا ہوا۔ کوئی کشف وکرامات کا گاہک۔ خدا کی راہ تنگ ہونے لگی۔ طلب حق کھو گئی۔ بدراہ ہوئی۔ تلاش حق کی جگہ تلاش کیفیات نے لے لی۔ رفتہ رفتہ پیشین گوئی کشف وکرامات۔ حال وقال۔ رقص وسماع شجرہ خوانی اور تذکرہ بزرگان دین ریاضت ٹھہری اس لئے وہ چیدہ چیدہ حضرات جو اس جال کے جنجال مین نہ پھنسے مراد تک پہونچے۔ باقی بدنام کنندہ نکونامے چند۔ اسی اصول کے مطابق جو رہبان کی شان مین خدا نے فرمایا فاتینا الذین اٰمنو منھم اجرھم وکثیر منھم فسقون اون مین جو ایمان والے

تھے اونکو توہم نے اجر دیا مگر اکثر اون مین فاسق ہین ۔

پیری و مریدی تو اس لئے قایم ہوئی کہ جسکا کوئی پیر نہین اوسکا پیر شیطان ہے معلوم نہین کہ یہہ کس آیت یا کس حدیث مرفوع کا ترجمہ ہے جو دین مین داخل کیا گیا اور سارے احکام خداوندی سے مقدم سمجھا گیا ہے۔ اگر پیری مریدی اس لئے قایم ہوئی کہ پیر قیامت کے دن گناہ کا بوجھ اوٹھائیگا تو یہہ حاشا ہونیکا نہین لا تزر وازرۃ وزر اخری کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اوٹھائیگا (انعام ۲۰) اگر یہہ اس لئے قایم ہوئی کہ ھولاء شفعاءنا عند اللہ (یونس ۲) یہہ پیر قیامت کے دن شفاعت کرینگے تو من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے جو خدا کے حضور مین بے اذن خدا سفارش کرے (بقرہ ۳۴) جب اذن کا حال معلوم نہین تو اون کے سفارشی ہونے کی دلیل کیا ہے۔ شفاعت تو پیچھے ہے کیا معلوم کہ وہ خود محتاج شفاعت نہین بخشایش ہی کا کیا ٹھکانا کسی کی عقیدت مندی تو موجب بخشایش نہین۔ نہ بخشایش کا کوئی پروانہ ہی ملا ہے۔ عشرہ مبشرہ کی تعداد بڑھنے والی نہین اوس پر بارگاہ بے نیازی اتنا بلند ہے۔ جسے کوئی ناپ نہین سکتا۔ دلون کا دانائے حال حساب لیگا تو معلوم کیا ہے کہ کونسا بیڑا اچھلکے کس کی نجات ہوگی نہین۔ یہہ تو صرف اوسکے فضل و رحمت پر موقوف ہے۔ کسی کو کیا معلوم ان الذین تدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون خدا کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کچھ نہین بنا سکتے۔ وہ تو خود بنائے ہوئے ہین۔ مردہ ہین زندہ نہین ہین۔ یہہ بھی نہین جانتے کہ کہان اوٹھائے جائینگے (نحل ۱۰) اور اگر یہہ پیری مریدی اس لئے قایم ہوئی ہے کہ توجہ کو پیر کی طرف یکسو کرکے کوئی اثر پیدا کیا جائے کہ جسکو دیکھو وہ گرویدہ ہے۔ جسکے قلب مین گرمی منتقل کردو وہ گرما جائے اور حرارت محسوس کرے کیونکہ کسی طرف یکسو ہونے سے ایسے اثرات پیدا ہوتے ہی ہین تو مسمریزم یا جوگ یا کسی ریاضت سے کچھ عجوبہ اثر کا یا کسی کرامت کا حاصل ہو جانا خدائی راہ نہین تصوف نہین

فخر نہین۔ آجکل یورپ مین اسکے تماشے بھی طرح طرح کے ہین تو اس سے یورپین ولی اللہ صوفی نہو جائینگے
اے قوم! امامن الہ الا اللہ واحد خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود نہین (مائدہ ۷۲)۔
اے حضرات صوفیہ! ارشاد ربانی جسمے مین بیان کر چکا اور بیعت ربانی جسے قرآن مجید سے مین اب بیان
کرنا چاہتا ہون اوس مین تو کلام نہین مگر رسمی پیری مریدی کی سند تو قرآن مجید مین نہین ہے۔ اور آپ کے
تقدس اور تشخص کے جھپٹ سے حق گویون کی زبان بھی بند ہے مین کچھ ہوا و ہوس سے نہین کہتا مین للہ
ہوش دلاتا ہون۔ امید ہے کہ میری باتین آپ کو بری نہ لگینگی۔ گرچہ حق بات تلخ ہوتی ہے۔ اور یقین ہے
کہ آپ خدا سے ڈرینگے۔ اور اوس کے حضور مین اپنا محاسبہ کرینگے۔ اور تفکر کو کام فرمائینگے۔ پھر جو حق
ظاہر ہوگا۔ اوسکے آگے گردن جھکائینگے۔ میری باتون کو حق پر تولینگے۔ جو حق معلوم ہونگی تو حق کے
آگے رسوم سے تائب ہونگے۔ حق کے آگے بزرگی خانوادہ رسوم خانقاہ تشخص اور تقدس مآبی کی
زنجیر (ولی) کو توڑکر صحابہ کی روش کو پسند فرمائینگے۔ اور خدا ہی کی تعلیم کو موصل الی المطلوب تصور فرمائینگے
ورنہ آپکا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ بیچ مین مین کون۔
اے حضرات! یہہ رونے کا مقام ہے آپ میری نہ سنین کیونکہ یہہ آپ کے خلاف شان ہوگا۔ مگر قرآن
سے تو چشم پوشی نہ کرین اور قرآن پر تو کچھ اضافہ کرکے دین مین داخل نہ کرین۔ آپ مجھے شوق سے برا بھلا
کہین تاکہ آپ کی گرمی بازار قایم رہے۔ گرچہ اب یہہ اونٹھا بازار ہے۔ خدائی نور کی ٹھنڈک تک پہنچنے
والی ہے اور مخلوق کا فیض پہنچانے والا ہے۔ خدا کی پہلی اور اصلی مرضی ہے کہ اوسکے سوا کسی کی پرستش
عبادت مین۔ حکام مین۔ افعال و اقوال مین۔ کسی بات مین صراحۃً۔ کنایۃً۔ اشارۃً۔ ظاہر یا پوشیدہ نہ کی جائے
اسی لئے مین حد اپنی ہے۔ کہ سوا پیر پرستی کے یا کسی پرستش کو بھی کسی نیت سے سہی اپنے مقدور بھر ضرور
روکنا اور سمجھانا ہی ہوگا۔ واللہ یعصمک من الناس (مائدہ ۷۲) اغیر اللہ اتخذ ولیا (انعام ۱۴)
افغیر اللہ ابتغی حکما (انعام ۱۴) اغیر اللہ تدعون (انعام ۴۰) افغیر اللہ تامرونی اعبد ایتھا

الجاھلون (زمر ۷ے) کیا ہم خدا کے سوا اور کسی کو معبود بنائین۔ دوست بنائین اور حکم بنائین۔ اور کیا تم ماسوا کو پکارتے ہو۔ اور اے جہلا چاہتے ہو کہ ہم ماسوا کی عبادت کرین تو یہہ نہین ہونے کا۔ غیر اللہ مین سبھی داخل ہین ربنا ایاک نعبد وایاک نستعین۔

رسمی پیری مریدی کی نسبت بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر جب قرآن مجید اسکی حمایت پر کھڑا نہین ہوتا تو اس مین کون وقت ضایع کرے اتنا ہی کافی ہے کہ اس رسمی بیعت کا قرآن مجید حامی نہین۔

بیعت ربانی

بیعت دو قسم کی ہے۔ بیعت ضلالت اور بیعت ہدایت۔ جو بیعت خدا کے ساتھہ ہے وہ بیعت ہدایت ہے۔ اور جو بیعت ماسوا کے ساتھہ ہے وہ بیعت ضلالت ہے۔

بیعت ضلالت۔ یہہ منافقون کی بیعت ہے کہ ظاہر مین تو ایمان ہو اور دل مین ایمان نہین ہر گروہ مین ملجانیکو تیار قالوا انا معکم وہ کہتے ہین کہ ہم تمہارے ساتھہ ہین۔ (بقرہ ۲ے) جبکا نام آج کل بے تعصبی اور آزاد خیالی رکھا گیا ہے۔ تو یہہ ماسوا کے ہاتھون بکے ہوئے ہین۔ اور انہون نے اپنے جان و دل کا تجارتی کاروبار ماسوا سے کھولا ہے۔ اولئک الذین اشتروا الضلٰلۃ بالھدیٰ فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین ۰ مثلھم کمثل الذین استوقد نارا ۰ فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم و ترکھم فی ظلمت لا یبصرون ۰ صم بکم عمی فھم لا یرجعون ۰ یہی ہین جنہون نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔ تو اونکی اس تجارت نے کچھ نفع نہ دیا۔ اور نہ اونہون نے راہ پائی۔ اونکی مثال ویسی ہی ہے۔ جیسے ایک شخص نے آگ سلگائی تو جب اوسکے اطراف مین روشنی ہو گئی تو اللہ نے اونکی روشنی لے لی اور اونکو ایسی تاریکی مین چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ ہی نہین سکتے۔ بہرے گونگے اور اندھے کہ اس حال سے لوٹ ہی نہین سکتے (بقرہ ۲ے) ماسوا کی بیعت چونکہ خدا کے منزہ صفات عالیات مین نہین ہے۔ اس لئے وہ نہین بلکہ سفلی ہے۔ اوس کے کیفیات

سحر اور اسکی روشنی نور کی نہین نار کی ہوتی ہے۔ جس نار سے شیطان کی خلقت ہوئی کہ خلقتنی من نار۔ تو یہہ روشنی موصل الے المطلوب نہین آخر کار یہہ روشنی گل ہو جاتی ہے اور دہندہ ملکی مین چھوڑ جاتی ہے اسی تاریکی کا نام وہ فنا رکھتے ہین۔ لوگ اونکو جوگی اور سادہو کہنے لگتے ہین۔ اسی لئے سچے رہرو ناری اور نوری تجلی مین تمیز کر کے چلتے ہین

بیعت ہدایت اسکی دو قسمین ہین۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی جسکو بیعت شریعت اور بیعت طریقت کہ سکتے ہین بیعت شریعت مثلاً رضوان وغیرہ وغیرہ جو بیعت آنحضرت نے چند شرایط پر مسلمانون سے لی تو وہ بیع و شرا نہ تہا۔ بلکہ معاہدہ تہا۔ کیونکہ بیع و شرا اور وہ بھی چند شرایط پر اسکے کوئی معنی ہی نہین۔ خدا نے فرمایا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ تاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما۔ بے شک خدا اوسوقت مسلمانون سے راضی ہوا جسوقت وہ درخت کے نیچے تجھ سے معاہدہ کر رہے تھے تو اون کے قلوب کا حال یعنی اونکا تعلق خاطر جان کر خدا نے اون پر تسکین اوتاری اور اون کو فوراً ہی فتح نصیب کی اور بہت سی غنیمتین جو اونہون نے لین اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ (فتح ۲) یہی بیعت رضوان ہے یہہ جہاد اور مرنے کا معاہدہ تہا۔ خاص وقت اور خاص شرایط کا اس مین بھی کوئی لفظ ایسا پایا نہین جاتا جس سے چار ارکان والی بیعت کا کوئی رکن بھی پایا جاتا ہو۔

دوسرا معاہدہ جس سے رسمی بیعت ثابت کی جاتی ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ط ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما۔ بے شک جو تم سے عہد کرتے ہین وہ خدا سے عہد کرتے ہین۔ خدا کی قدرت اونکی قدرت پر غالب ہے۔ تو جو کوئی عہد کو توڑے گا تو اوس کا وبال اوسی پر ہوگا۔ اور جو عہد کو پورا کرے گا تو خدا اوسے عنقریب اجر عظیم دیگا (فتح ۱۰) خدا عہد کو توڑنے اور پورا کرنے کو فرما رہا ہے۔ اس لئے یہہ

صریح ہے کہ یہہ رسمی بیعت چار ارکان والی نہ تھی بلکہ معاہدہ تھا۔ دوسرا نکرا اس ایت کا یداللہ فوق ایدیھم ہے اسکے یہہ معنی نہین کہ خدا کے ہمارے جیسا ہاتھہ ہے اور وہ اون کے ہاتھہ پر ہے۔ نہ یہہ معنی نکلتے ہین کہ لوگون کے ہاتھہ پر رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھہ مارا تھا۔ اور رسول کا ہاتھہ خدا کا ہاتھہ کہا گیا۔ بلکہ محاورہ کے اعتبار سے ید اللہ کے معنی قدرت خدا کے ہین۔ خدا کا مطلب یہہ ہے کہ اون کے معاہدہ کو بہ اطمینان تسلیم کرلو۔ خدا کی قدرت اونکی قدرت پر غالب ہے۔ کوئی نقض معاہدہ بھی کریگا تو خدا کا کیا کریگا۔

منتہی الارب مین بیعۃ کے معنی عہد و پیمان کے ہین۔ اور مبایعۃ کے معنی باہمدیگر خرید و فروخت کرنیکے اور قرآن مجید مین انہین دو بیعتون کا تذکرہ ہے۔ ان دونون آیتون مین یبایعونک کا صیغہ مستعمل ہوا ہے مبایعۃ سے جسکے معنی خرید و فروخت کے ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ دونون ایتین بیعت کی نسبت نہین بلکہ مبایعت کی نسبت ہین۔ مگر میرے نزدیک جب ان دونون کو بیعت ہی کہا جاتا ہے تو لغتاً معنی جو کچھ ہون۔ مگر اصطلاحاً مبایعت بھی بیعت کے معنی مین مستعمل ہے جیسا کہ اسی آیت مین خدا نے ظاہر کردیا۔ نکث کے معنی عہد توڑنے کے ہین۔ یہہ بھی مبایعت کے معنی عہد ہی بتا رہا ہے دوسرے عاھد علیہ اللہ بھی اسی کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہہ بیعت تھی یعنی معاہدہ

جب ضرورت پڑی تو حسب لحاظ موقع و وقت مسلمانون سے عہد و پیمان لئے گئے وہ بھی چند ہی دفعہ۔ نہ ہر مسلمان سے بیعت لینے کا حکم پایا جاتا نہ ہدایت پائی جاتی نہ تاریخ و خبر سے ایسا ثابت بھی ہوتا ہے۔ ہان افسران فوج کو معاہدون کی ضرورت پڑتی تھی۔ اور وہ بروقت ضرورت بیعت لیتے تھے۔ اسی طرح خلافت یا بادشاہت کے تسلیم کرلینے کو بھی بیعت کہا جاتا تھا۔ گویا بغاوت نہ کرنے کا معاہدہ تھا۔

مردون کو معاہدے کرتے دیکھ کر یا سنکر عورتین بھی معاہدہ کیلئے آتی ہونگی کہ شاید جہاد اور حکمون کی طرح ہم پر

بھی فرض ہو۔ یا جب اسلام پر سر و سر کٹانے جائین اور اسکے معاہدے کرین تو ہم کیون نہ سر کٹانے جائین۔ اور ہم بھی ویسے ہی معاہدے کرین تاکہ خدا و رسول کے آگے سرخرو ہون۔ اونہین کیا خبر کہ خدا نے ہماری ذات کو حکم جہاد سے بری کر دیا ہے۔ تو بہ این لحاظ کہ وہ مایوسانہ واپس نہ جائین خدا نے اونکی دلدہی کے خیال سے فرمایا کہ جسوقت مسلمان عورتین بیعت کے لئے آئین اونکے آنے کو فرمایا۔ یہہ فقرہ فرمایا کہ ہر مسلمان عورت سے بیعت لیا کرو۔ کہ یہہ رکن اسلام ہے تو خدا نے فرمایا۔ یا ایھا النبی اذا جاءک المومنٰت یبا یعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئًا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبا یعھن واستغفر لھن اللہ۔ اے نبی جب تمھارے پاس مسلمان عورتین آئین کہ تم سے ان باتون کا معاہدہ کرین کہ وہ شرک نکرین گی۔ چوری نہ کرین گی۔ زنا نکرین گی۔ اپنی اولاد کو مار نہ ڈالین گی۔ اور نہ جان بوجھ کر کوئی بہتان بنا کھڑا کرین گی۔ اور نہ کسی نیک کام مین تمہاری نافرمانی کرینگی تو اون سے معاہدہ کر لو۔ اور اون کے لئے اللہ سے طلب مغفرت کرو (ممتحنہ ع ۲) یہہ بھی معاہدہ ہی تہا۔

ان معاہدون سے رسمی بیعت کا پتہ نہین چلتا۔ آج بھی اگر کوئی چاہے کہ کسی بزرگ سے کسی دوست سے یا جماعت قایم کر کے آپس مین یا اکیلے ہی صرف خدا کے حضور مین یہہ عہد و پیمان کرے کہ ہم مین فلان فلان گناہ بہت شایع ہین۔ اب سے یہہ کبھی نہ کرینگے۔ اور اس سے ہزار توبہ ہے تو ضرور توبہ موجب حسنات ہوگی۔ اصلاح حال کے لئے مفید اور اصلاح باطن کے لئے مفید تر ایسے معاہدون کو بیعت شریعت اور موجب خیرات و برکات کہو تو صحیح ہے۔ توبہ مین کیسے کلام ہو سکتا ہے۔ یہہ تو ساری نیکیون کی جڑ ہے۔ اب توبہ جسے نصیب ہو۔

مثلاً فی زمانہ اگر کوئی مرد کفر باللہ شہید اپر ایمان لاکر خدا کے حضور مین خدا سے یا کسی بندے

سے یا کوئی جماعت قایم کرکے آپس مین یہہ معاہدہ کرے کہ بہائیو آؤ ہم سب ملکر خدا سے یہہ معاہدہ کرین کہ اے خدا اب سے ایمان مین اطاعت مین اقوال و افعال مین بلکہ دین اللہ مین صدق و اخلاص کے ساتھہ خدا اور رسول اور کلام اللہ کو اپنا مقصد العین رکھین گے۔ تو ہی ہمارا مقصود رہے گا۔ تیری رضا جوئی ہمارا ریاض رہیگا۔ نکاح بیوگان یا تعدد ازدواج یا طلاق و خلع یا تیرے کسی حکم و ہدایت کی بے وقری نہ کرینگے اور بدعات و رسومات جتنے دین مین داخل کردیے گئے ہین اونکو تیرے نام کے ساتھہ منسوب کرکے تجھہ پر افترا نہ باندہینگے۔ اور حقوق کی ادائیگی مین اب سے غافل اور بے پرواہ نہ ہونگے۔ دروغ گوئی جھوٹی گواہی شہادت اور مقدمہ بازی سے جو ناحق ہو ہمیشہ اجتناب کرینگے۔ صلہ رحم نہ توڑینگے۔ کسی کا ناحق دل نہ دکھائینگے۔ یتیمون کی خبر لین گے۔ بے بسون پر رحم کہائینگے۔ اور اپنے اور مسلمانون کے اصلاح حال مین اور صلح کرانے مین حتی المقدور ساعی رہینگے۔ اور علیٰ ہذا سارے گناہون سے تائب ہو۔ یا اسی طرح اگر کوئی عورت بھی کفی باللہ شہیدا پر ایمان لاکر خدا کے حضور مین خدا سے یا کسی سے یا کوئی جماعت قایم کرکے آپس مین یہہ معاہدہ کرے کہ بہنو آؤ ہم سب ملکر خدا سے یہہ معاہدہ کرین کہ کسی طرح حیلتہً یا صریحتہً شرک نکرونگی رسومات خلاف مذہب سے تائب رہونگی۔ خدا کے سوا کسی سے مراد نہ مانگون گی۔ مزارون پر مراد خواہ ہوکر چلہ نہ باندہون گی۔ دینے والا ہمارا خدا کیا کم ہے۔ اور نہ رسومات کے خلاف فعل رسول کی تحقیر کرونگی نہ کسی بہن کے دوسرے نکاح کو حقیر جانون گی۔ نہ کسی پر افترا باندہون گی نہ کوسے گالیان دون گی نہ بدزبانیا کرونگی۔ نہ غیبت کرون گی۔ نہ شوہر کی دل آزاری کرون گی۔ اور علیٰ ہذا سارے گناہون سے جو خدا اور رسول کی ناخوشی کا باعث ہین تائب ہوتی ہون اور اے بہنو تم سب بھی اس توبہ مین شریک رہو۔ اور سب ملکے ہمت کرو کہ خدا و رسول کو راضی کرکے اپنا حال درست کرتے جائین۔ تو یہہ معاہدے ہونگے حسب اقتضائے وقت اور حسب اقتضائے ضرورت۔ اور یہی بیعت شریعت ہے موجب حسنات و برکات۔ یہہ بیعت شریعت یا یہہ معاہدے بھی خدا ہی کے ساتھہ اور خدا ہی سے ہوتے ہین۔

بیعت شریعت کی دوسری مثال جو انسان سے ہوتی ہے وہ بیعت خلافت ہے۔ یہہ عہد اسکا ہے کہ ہم فلان کو خلیفہ یا بادشاہ تسلیم کرتے ہین یعنی اوسکے قانون کی خلاف ورزی نہ کرینگے۔ دیکھو برگزیدہ سے برگزیدہ صحابی یہہ رسمی بیعت کہان لیا کرتے تھے۔ خود بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوائے چند دفعہ کے معاہدات کے اور بیعت کہان لیا کرتے تھے۔ ہان افسران فوج بیعت لیتے معاہدے کرتے اور خلافت تسلیم کراتے تھے۔ یہی بیعت خلافت۔ بیعت بادشاہت بنی تو یزید نے بادشاہت تسلیم کرائی۔ یزید کے ہاتھہ پر صحابہ نے بیعت کی۔ اسکے یہہ معنی نہین کہ یزید کے ہاتھہ پر صحابیون نے ہاتھہ مارا۔ اور یزید جلیل القدر صحابیون کا پیر ہو گیا۔ بلکہ اسکے معنی یہہ ہین کہ بجبر و اکراہ اونہون نے یزید کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ اور مسلمانون کے خون خرابہ سے محترز رہے۔ وہ یزید کے ہاتھہ مین مردہ بدست غسال نہو گئے تھے۔ بلکہ اونہون نے مجبوری یزید کی سلطنت کو قبول کر لیا تھا۔ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام سے یزید نے بیعت کی فرمایش کی تھی اوسکے معنی یہی تھے کہ وہ اپنے کو بادشاہ تسلیم کرانا چاہتا تھا حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھہ پر کوفہ والون نے بیعت کی تھی۔ تو اوسکے یہہ معنی نہین کہ وہ مرید ہوے تھے بلکہ اسکے معنی یہہ ہین کہ اونہون نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت امام کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا تھا۔

غرض ایسے سارے معاہدے جو بادشاہت کو تسلیم کراتے اور وہ معاہدے جو حسب اقتضاے ضرورت ہمیشہ ہوتے رہتے ہین۔ اونکو دین سے تعلق نہین لیکن ایسے معاہدے جو نواہی سے اجتناب اور اوامر کی اطاعت کے لئے ہمت کرنے کے ہون۔ وہ بیعت شریعت ہے جو جایز ہے موجب حسنات ہے مگر لازمی نہین۔

بیعت طریقت ۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِی

سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدًا علیہ حقًا فی التورٰۃ والانجیل والقرآن ومن اوفٰی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذٰلک ہو الفوز العظیم التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر والحٰفظون لحدود اللہ وبشر المومنین
اللہ نے مومنون سے اونکی جانین اور اونکے اموال اس وعدہ پر خرید لئے ہین کہ اون کے بدلے اونکو جنت (وصال گاہ) عنایت کرے۔ یہہ خدا کی راہ مین سقاتلہ کرتے ہین (مجاہدہ وجہاد مین) تو مارتے بھی ہین۔ اور مارے بھی جاتے ہین۔ اون کے ساتھہ خدا کا وعدہ پکا وعدہ ہے۔ جسکا پورا کرنا اوس نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے یہی وعدہ توریت وانجیل وقرآن سب مین ہے۔ اور خدا سے بڑہ کر اپنے قول کا پورا اور پکا کون ہو سکتا ہے۔ تو مومنو! اپنے اس سودے کی جو خدا کے ساتھہ کیا ہے۔ خوشیان مناؤ کہ اس معاملہ مین تمہاری بڑی کامیابی ہے (ایسی بیعت کرنیوالے کاملین کی صفتین یہہ ہین) توبہ کرنے والے۔ عبادت گذار حمد وثنا کرنے والے بے تعلق رہنے والے۔ رکوع کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے۔ بھلے کامون کی ہدایت کرنے والے۔ برے کامون سے منع کرنے والے۔ اور حدود اللہ کے محافظ تو اے پیغمبر ایسے ایمان والون کو بشارت دو (توبہ ۱۴)
یہہ بیعت خدا کے ساتھہ معاملہ بیع وشرا ہے۔ کہ جان ومال کے عوض جنت وصال گاہ کی خریداری ہے تو یہہ خدا کی راہ مین جان بازی کرتے ہین۔ اور مجاہدہ وجہاد مین جان ومال پر کھیل جاتے ہین۔ تو مارتے بھی ہین۔ اور مارے بھی جاتے ہین۔ اور دونون حال مین ان کے لئے بشارت ہے۔
فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ یہہ بیعت طریقت ہے۔ یہہ بیعت آپ حاصل ہوتی ہے۔ کرنے سے نہین ہوتی اور للاکثر حاصل ہوتی ہے۔ بوسیلہ ہی۔ بوسیلہ امام ومرشد۔ رشد وارشاد حاصل کرنا عملاً۔ بیعت شرعی یا معاہدہ ہے کہ ہم خلاف حکم نہ چلینگے۔ اور مراتب رشد ادا کرتے رہینگے یہی رشد کامل ہو کر خدا کے ساتھہ بیعت ہو جاتی ہے۔ جو حقیقی بیعت ہے۔ جسکو مینے بیعت ربانی کہا ہے۔ اور

اس کا سلسلہ بذریعہ رشیدون ہے کہ وسیلہ ڈھونڈھ کر اور مرشد کو پاکر مجاہدہ مین قدم ڈالا تو مرشد امراض باطنی کا علاج کرے گا جسکا بیان آگے آتا ہے۔ صحت یابی کی دلیل یہہ ہے کہ طلب صادق آتی ہے۔ یہی طلب اخلاص کا تاؤ کہاتی ہوئی۔ سودت محبت خلت ہو کر عبودیت ہو جاتی ہے۔ محبت کے مقام مین یہہ بیعت باللہ حاصل ہوتی ہے

یا ایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ہو سنو کیا مین تمہین ایسی تجارت کی طرف متوجہ نکرون جس سے تم دردناک تکلیفون سے نجات حاصل کرو (صف ۲) وہ یہی تجارت ہے بیع نفس۔ اسی تجارت اور اسی بیعت مین انسان کو دلی امن وچین۔ دونون جہان مین حاصل ہوتا ہے۔ عذاب الیم عام ہے۔ اسکی تخصیص کیون کرو۔ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون بیعت یہہ بیعت ہے کہ اپنے کو خدا کے ہاتہہ بیچو۔ نہ یہہ کہ کسی آدمی کے ہاتہہ بکو۔ خدا کے ہاتہہ بکنے کے معنی یہہ ہین کہ ابتغاء رضوان اللہ یعنے اوسکی طلب رضا کے پیچھے تمہین جان و مال یا کوئی چیز بھی مزاحم نہو۔ اوسکی راہ مین مقاتلہ کرو۔ جسمی موقع آئے تو جسمی اور روحی موقع آئے تو روحی جسمی۔ مقابلہ بمقابلہ کفار و مشرکین پیش آتا ہے۔ اور روحی مقابلہ ہوا و ہوس اور نفس و شیطان کے ساتہہ۔ ان الشیطن لکم عدو فاتخذوہ عدوا شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تو اوس سے دشمنانہ برتاؤ کرو۔ اور اوسکے ساتہہ مقاتلہ پر تیار رہو۔ (فاطر ۱) جسمی مقاتلہ کا نام جہاد اور روحی مقاتلہ کا نام مجاہدہ ہے۔

وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ وسیلہ کا بیان ہو چکا۔ اب مجاہدہ کو بیان کرنا چاہتا ہون

مجاہدہ و جہاد

جہد کے معنی کوشش کرنے کے ہین۔ اسی سے نکلا ہے مجاہدہ بھی اور جہاد بھی نماے الہیہ کو طلب رضاے مولا مین لگانا مجاہدہ اور جہاد ہے۔ اور یہہ بہت مہتم بالشان عبادت ہے۔ اپنے یا اپنے حقوق کے استحفاظ مین جو جد و جہد مطابق رضاے مولا کیا جاے۔ اور اوس مین مقاتلہ کی نوبت

آجائے تو یہہ جہاد ہے ورنہ مجاہدہ۔ جہاد و مجاہدہ مین عام و خاص مطلق کی نسبت ہے۔ طلب رضائے مولا مین ہر کوشش مجاہدہ ہے لیکن ہر مجاہدہ جہاد نہین۔ مجاہدہ عام ہے اور ہمیشہ اور ہر آن ہے اپنے ساتھہ بھی ہے اور دوسرون کے ساتھہ بھی لیکن جہاد کفار و مشرکین کے ساتھہ ہے۔ اور خاص وقت مین جب وقت اسکا ساعد ہو۔

ادائے حقوق انسانی یعنی خدمت تبلیغ مین یا استحفاظ متبعین مین کفار آنحضرت کے مزاحم ہوے اور جان و مال اور دین و ایمان کے دشمن۔ تو آپ اون حقوق کے استحفاظ مین اوٹھہ کھڑے ہوے اور مقابلہ و مقاتلہ کی نوبت اور ضرورت پیش آئی تو یہہ جہاد ہے اپنے حقوق کی حفاظت ہم کو لازم ہے۔ اگر مجبوری مانع نہو اسی طرح رضائے مولا مین جو آپ نے مصیبتین اوٹھائین۔ تکلیفین سہین اور صبر و رضا سے اونکا مقابلہ کیا یہہ مجاہدہ ہے۔

چونکہ اسلام کا قریب قریب کوئی مسئلہ ایسا نہ رہا جو اختلافات کی ماجگاہ نہو گیا ہو توحید باریتعالے تک اس لئے یہہ مسئلہ بھی کیون بچ جاتا۔ اس مین بھی اختلاف ہوے۔ علمانے خیال کیا کہ جاھد یجاھد یا اسکے اور جیسے جو قرآن مین آئے ہین۔ وہ متعلق جہاد ہین۔ صوفیون نے خیال کیا کہ نہین وہ متعلق مجاہدہ ہین۔ وہ جہاد کی امیدون مین رہے اور یہہ مجاہدہ مین پڑے۔ اساتذہ صوفیون نے قرآن مجید سے جہاد و مجاہدہ دونون سمجھا اور دونون کی تعمیل کی آج جو اسلام دنیا مین پھیلا ہوا ہے وہ اونہین بزرگون کے دم قدم سے ہے۔ مجاہدہ کر کے نمونہ بنے اسلام کی اشاعت کی۔ اور جہاد کر کے مسلمانون کے حقوق کی نگاہداشت کی۔ جتنے بزرگان دین شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ حالت مسافرت مین مدفون ہوے ہین۔ اور خاک ہند مین اپنے کو سونپا۔ اونہین کون لایا یہی مجاہدہ جہاد آئے ادائے حقوق انسانی یعنی تبلیغ کی خدمت ادا کرنے تو تبلیغ بھی کی۔ اور اس مین جانین بھی دیدین۔ آج وہ رحمت خداوندی کی گود مین پڑے سوتے ہون گے ایک وہ تھے کہ رحمت ہو اون پر اور

ایک ہم ہین کہ افسوس ہے ہم پر۔ اونہون نے جانین دیدین اور ہم جان کے لئے سب دے رہے ہین۔ جو جان خود ہی یکایک بھاگ جانے والی ہے۔ یہہ اپنا دکھڑا کدہر سے کھلا۔ غرض قرآن مجید مین بھتیری جگہ جہاد کا حکم ہے۔ اور بھتیری جگہ مجاہدہ کا۔ ساری آیتین لکھی جائین تو طوالت ہوگی اس لئے ہر کے متعلق کچھ کچھ آیتین دیدینی مناسب ہے۔ اصولاً بھی اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا۔ کہ جہان جہان ھاجروا وجاھدوا یعنی ہجرت کے ساتھہ جہد کو خدا نے فرمایا ہے۔ تمام اوسکے معنی جہاد کے ہین۔ اور جہان جہان باطنی ہدایات وجذبات کے ساتھہ جہد کو خدا نے فرمایا ہے۔ تمام اوسکے معنی مجاہدہ کے ہین۔ اور بحقیری جگہ طرز کلام بتاتا ہے۔ کہ یہہ آیت جہاد کے متعلق ہے یا مجاہدہ کے مثلاً۔

جہاد کے متعلق انفروا خفافاً وثقالا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ گھر سے نکلو ہلکے یا بوجھل اور خدا کی راہ مین مال وجان سے جہاد کرو (توبہ ۶) ماقبل وما بعد کے سیاق عبارت کے علاوہ انفروا کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ یہہ آیت صریح جہاد کے متعلق ہے۔

۲ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم۔ اے رسول کافرون اور منافقون سے جہاد کرو اور اون پر سختی کرو۔ (توبہ ۱۰) یہہ صریح جہاد کا حکم ہے سختی کرنے۔ انتقام لینے اور اپنے استحفاظ وترقی مین جان لڑا دینے کی قوت خلاق فطرت نے اسی لئے تو دی ہے کہ اپنے وقت پر وہ کام مین لائی جائے۔ اس لئے یہہ عین فطرت کے مطابق ہے۔ نہ گال پیش کردینا کہ یہہ بالکل فطرت کے خلاف ہے۔

۳ فرح المخلفون بمقعدھم خلف رسول اللہ وکرھوا ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم جو لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے وہ رسول اللہ کے خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور خدا کی راہ مین مال وجان سے جہاد کرنا اونکو برا لگا۔ (توبہ ۷۴) یہہ آیت بھی صاف

متعلق جہاد ہے۔ اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد مخلصین و منافقین کی کسوٹی بھی ہے۔ یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کسی ملک کے ساتھہ مخصوص نہین۔ جہان کہین مسلمانون کو جہاد پیش ہو تو جان سے اور اس مین قادر ہو تو مال سے مدد کرنا فرض ہے۔ اور جو مال و جان سے جان چراے وہ منافق ہے۔

۴۔ ام حسبتم ان تترکوا و لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و لم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ (توبہ ۲۷) کیا تمہارا گمان یہہ ہے کہ تم چھوڑ دیئے گئے ہو۔ حالانکہ جن لوگون نے جہاد کیا جن لوگون نے خدا اور رسول اور مومنون کے سوا کسی کو دوست بنایا نہین۔ اونکو تو ابھی اللہ نے ممیز کیا ہی نہین ام حسبتم ان تترکوا کا اقتضا یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ آیت جہاد ہی کے متعلق ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کرنے والے ممیز کئے جاتے ہین۔ خدا و رسول کی محبت اور سرد ہی قومی مین اس سے واضح ہوتا ہے کہ قومی ہمدردی مین بھی جہاد ہے اسکی اور آیتین بھی ہین۔

مجاہدہ کے متعلق آیتین ۱۔ یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملقیہ۔ اے انسان تجکو اپنے پروردگار تک پہونچنے مین کوشش کرنی ہے۔ پوری کوشش پھر تو اوس سے جا ملیگا (انشقاق) گرچہ اس آیت مین لفظ جہد نہین ہے۔ مگر یہہ صاف مجاہدہ کی آیت ہے۔ اوسکی رحمت کے قربان کہ اوس نے فملقیہ فرماکر مجاہدون کو کیسی ہمت دلائی ہے۔ ادراک اور رویت کی بحث کرتے رہو۔ مگر مجاہدون کی امیدین اس آیت سے وابستہ ہین۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

۲۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۵ مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور خدا کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اوسکی راہ مین مجاہدہ کرو۔ تاکہ تم مراد کو پہونچو (مائدہ ۶) اتقا اور تلاش مرشد کے ساتھہ جہد کے معنی مجاہدہ ہی

ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہہ صریح مجاہدہ کا حکم ہے۔

۳۔ جاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتبٰکم مجاہدہ کرو اللہ کی طلب مین جو مجاہدہ کا حق ہے۔ اوسی نے تم کو برگزیدہ کیا (حج ۱۰) خدا نے فی اللہ فرمایا فی سبیل اللہ نہین فرمایا۔ کیونکہ سبیل اللہ کے معنی تعمیل ہدایات و احکام کے ہین۔ اور فی اللہ کے معنی طلب ذات کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتے۔ اس آیت مین جھاد کے معنی مجاہدہ ہی کے ہین۔ قبل و بعد کی آیتین بھی اسی معنی کے موید ہین۔ ھو اجتبٰکم بھی اسی معنی کو ظاہر کر رہا ہے۔ کیونکہ جھاد کا نتیجہ فتح و کامیابی یا درجہ شہادت۔ اور مجاہدہ کا نتیجہ پاکی اور برگزیدگی کا حصول ہے۔ اس لئے صریح حکم مجاہدہ ہی کے لئے ہے۔ یہہ مجاہدہ کا حکم بھی اسی خدا کا ہے جس نے نماز روزہ اور حج زکواۃ کا حکم دیا ہے یہہ ظلم ہوگا اگر ان احکام کو تو فرض سمجھو اور مجاہدہ کو فرض نہ سمجھو۔

۴۔ من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت ط وھو السمیع العلیم ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہٖ ط ان اللہ لغنی عن العلمین ۔ جو خدا سے ملنے کا امیدوار ہے تو اللہ کا وعدہ تو ضرور آنے والا ہے۔ اور وہی سمیع و علیم ہے (تمہارے دل کے بول کو جانتا اور سنتا ہے) اور جس نے (خدا سے ملنے کے لئے) مجاہدہ کیا تو وہ مجاہدہ کرتا ہے اپنے ہی نفس کے لئے بے شک خدا سارے عالم سے بے نیاز ہے (عنکبوت ۱) نفس کے لئے مجاہدہ کے معنی ہین۔ تزکیہ نفس جس کو خدا نے فرمایا قد افلح من زکّٰھا مراد کو پہونچا جس نے تزکیہ نفس کیا۔ (الشمس) یعنی نفس کے لئے جھاد نہین بلکہ مجاہدہ ہے۔

۵۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین جس نے میری طلب مین مجاہدہ کیا تو ہم اوس کو اپنی راہ دکھائینگے اور بے شک اللہ احسان کی راہ چلنے والون کے ساتھہ ہے (عنکبوت ۶) یہہ آیت بھی صریح مجاہدہ کے متعلق ہے۔ بعد جھاد راہ دکھانا

نہین بلکہ بعد مجاہدہ جو طلب ذات باری مین ہو راہ دکھانا موعود خداوندی ہے۔ اور یہی مجاہدہ طریق احسان ہے۔ جسکے ساتھہ خدا کی معیت شامل حال ہے تو احسان کی راہ چلنے والون کو گھبرانا اور مایوس ہونا نہ چاہیئے۔

جہاد مجاہدہ مین داخل ہے۔ مجاہدہ کا دائرہ وسیع تر ہے۔ جہاد بمقابلہ کفار و مشرکین ہے اور مجاہدہ بمقابلہ نفس و شیطان ہے وہ ظاہری دشمن کے ساتھہ ہے اور یہہ باطنی دشمن کے ساتھہ۔ اس لئے جہاد جہاد اصغر ہے اور مجاہدہ جہاد اکبر وجاھدھم بہ جہادا کبیرا — قرآن کو لیکر لوگون سے مقابلہ کرو۔ سخت مقابلہ (فرقان ۵) قرآن سے مقابلہ کرنا۔ سمجھانا وعظ و ہدایت اور تبلیغ کی خدمت ادا کرنی مجاہدہ اور جہاد اکبر ہے۔ اے لوگو۔ جہاد اکبر کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ قرآن اوٹھاؤ اور تبلیغ رسالت کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ گرچہ امراض باطنی کے سبب پست ہمتی آئے گی۔ مگر جب تم وسیلہ ڈھونڈھ چکے اور مرشد کو پا چکے اور میدان مجاہدہ مین قدم رکھہ چکے تو مرشد تمہارے امراض باطنی کا علاج کرینگا اور صحت یاب ہو کر تم وہ سب کر سکتے ہو جو اگلون نے کیا ہمت چاہیئے ہمت۔

امراض باطنی

جسطرح امراض ظاہری ہوتے ہین امراض باطنی بھی ہوتے ہین۔ جیسے جسمانی امراض ہین۔ روحانی امراض بھی ہین۔ جیسے ظاہری امراض خلقی لاعلاج ہین ویسے ہی روحانی امراض فطرتی بھی لاعلاج ہین۔ جسطرح مادر زاد گونگا بھرا اندھا علاج پذیر نہین اسی طرح روحانی گونگا بھرا اندھا۔ جو فطرتاً ہو علاج پذیر نہین۔ اسی کو خدا نے فرمایا ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ اونکے دلون اور کانون پر تو خدا نے مہر لگادی اور اونکی آنکھون پر پردہ (بقرہ ۱) ابوجہل در اصل سب نے دل رکھتے بھی کہان سمجھا۔ کان رکھتے بھی کہان سنا۔ اور دونون آنکھین رہتے ہوئے بھی کہان دیکھا۔ باوجودیکہ کس کس طرح سمجھائے گئے۔ کلام ربانی سنائے گئے خدا کی تجلی بھی جگمگا ہی رہی تھی

کیونکہ خود آنحضرت جلوہ فرما تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم مگر وہ اندھے ہی رہے۔ سواء علیھم أأنذرتھم أم لم تنذرھم لا یومنون۔ الیسون کوڈاؤ نہ ڈراؤ برابر ہے۔ یہہ تو ایمان لانے کے نہین (البقرہ ۱۲)

لیکن وہ مریض جو علل و عوارض کے سبب سے ہو جسطرح اوسکا علاج ظاہری ہے اوسیطرح باطنی مرض کا علاج باطنی ہے۔ جسطرح جسمانی امراض کے لئے تشخیص ضروری ہے۔ اور تشخیص دیکھکر بشرہ سے۔ نبض سے تاروروسے اور کیفیات کو سنکر۔ تھرمامیٹر لگاکر اور کانون سے ضربات کو سنکر اور قوم و ملک کے خصوصیات کو خیال کر کے ہوتی ہے۔ اوسی طرح روحانی امراض کی تشخیص بھی صحبت۔ مذاق۔ گفتار۔ کردار۔ اخلاق کیفیات کو سنکر قوم و سلک مذہب و ملت کے خصوصیات کو خیال رکھکر۔ خاندان اور پیشہ کے اثرات کو ملحوظ رکھکر اور خصوصیات مزاج کی نگہداشت کے ساتھہ کہ صفراوی مزاج کی تیزی و تیز رفتاری بلغمی مزاج کی سستی اور استقلال وغیرہ وغیرہ کو مدنظر رکھکر ہوتی ہے۔ پھر جسطرح جسمانی امراض اخلاط کی کمی بیشی اور اعضائے رئیسہ کے ضعف و قوت سے پیدا ہوتے ہین۔ اور اسباب خارجی یعنی تاثیرات آب و ہوا سے بھی اوسی طرح روحانی امراض قلب و نفس کے بگاڑ اور تاثیرات صحبت بد سے پیدا ہوتے ہین۔ فی قلوبھم مرض (بقرہ ۱۲) قلب کی بیماریون سے آگاہ کرتا ہے تو ان النفس لامارۃ بالسوء نفس کی بیماریون سے خبردار کرتا ہے۔ (یوسف ۵)

مین انتہا تک امراض ظاہری اور باطنی کو مطابق کرتا جاؤن تو وضاحت تو آئیگی۔ مگر مضمون طول ہو جائیگا اور کتاب کی ضخامت اتنی بڑہ جائیگی کہ فوائد کھو جائینگے اس لئے مین اسے نظر انداز کرتا ہون۔

غرض قلب و نفس مین بیماریان ہوتی ہین جس سے روح بیمار ہو جاتی ہے۔ کمزور ہو جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ روحانی موت مر بھی جاتی ہے۔ خدا نے کافرون اور مشرکون کو مردہ لکھا ہے۔ مگر اوسکی آیتین مین ہمکو اسوقت یاد نہین آتین۔ تو مرشد کو چاہئے کہ پہلے تشخیص مرض کرے کہ کون کون سے امراض باطنی

طالب مین پیدا ہو گئے ہین امراض قلبی ہین یا امراض نفسی۔ طالب کو چاہیئے کہ معالج سے امراض نہ چھپائے۔ ورنہ آپ گھاٹا اوٹھائے گا

امراض قلبی

ایک قلب تو وہ ہے جو مضغۂ گوشت ہے۔ سینہ کے اندر جسے اطبا تشریح کر کے دیکھتے ہین۔ دوسرا قلب وہ ہے جسکی شان مین خدا نے فرمایا ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب۔ اس مین نصیحت ہے اوس شخص کے لئے جسکے قلب ہے (ق ۳۷) تو یہہ نصیحت حاصل کرنے والا کونسا قلب ہے۔ آیا یہی مضغۂ گوشت۔ تو گوشت کا ٹکڑا نصیحت نہین حاصل کر سکتا۔ دوسرے یہہ مضغۂ گوشت تو ہر کو ہے۔ مگر ہر کوئی نصیحت شنو نہین۔ اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت شنو قلب کوئی اور ہے۔ چونکہ اوسکا مقام مضغۂ قلب ہی ہے۔ اس لئے ظرف بمظروف کی جگہ بولا گیا۔ اور اوسکو بھی قلب ہی کہا گیا جو ایک نور ہے دانا و بینا و نصیحت شنو۔ اوسی کو دوسری جگہ خدا نے فرمایا۔ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ آنکھین نہین اندھی ہوتین۔ بلکہ قلب اندھا ہوتا ہے جو سینہ کے اندر ہے (حج ۶) تو نصیحت حاصل کرنے والا۔ اور نصیحت نہ حاصل کرنے والا اندھا دل ہوتا ہے جسکا مقام بتا دیا کہ سینہ کے اندر ہے۔ یہہ قلب وہ مضغۂ گوشت تو ہے نہین جو سینہ کے اندر ہے بلکہ وہ قلب ہے جو سینہ کے اندر ہے اس سے کیا صاف نہین ہوتا کہ قلب روحانی قلب جسمانی کے اندر ویسے ہی ہے۔ جیسے روح جسم مین۔ وہ قلب جو نصیحت حاصل کرے یا نہ حاصل کرے دیکھتا ہو یا اندھا ہو وہ اک نور روحانی ہے جو حالت صحت مین دیکھتا اور حالت مرض مین اندھا ہو جاتا ہے۔ اسکو قلب روحانی کھا سکتے ہین۔ اس قلب روحانی کی چند قسمین مذموم اور چند قسمین محمود خدا نے فرما دی ہین۔ مجاہدہ یہہ کرنا ہے کہ قلب مذموم جیسے قلب مریض کہو معالجہ سے صحت یاب ہو کر قلب محمود ہو جائے۔

قلب مذموم یا قلب مریض

قلب مذموم کی گیارہ قسمین خدا نے فرمائی ہین۔

(۱) **قلب جاہل**۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ان کے قلوب ہین کہ ان سے سمجھتے نہین (اعراف ۲۲ یعنی ناسمجھ اور جاہل اس آیت کے آخر مین انہین کی شان مین خدا نے فرمایا اولئک کالانعام بل ھم اضل وہ چارپائے کے مانند ہین۔ بلکہ اون سے بدتر (اعراف ۲۲) یہہ جہالت کی بیماری قلب کی اگر دفع نہ ہوئی تو یہی قلب آخری نوبت پر قلب مطبوع کی حالت کو پہونچ جاتا ہے کذلک یطبع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون۔ اسی طرح اللہ جاہلون کے قلب کو قلب مطبوع بنا دیتا ہے۔ (روم ۶)۔

(۲) **قلب مریب**۔ وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون۔ اون کے قلوب شک مین پڑے ہین تو وہ اپنے شک مین بھٹکتے پھرتے ہین (توبہ ۷) شک بھی امراض قلبی مین سے ہے۔ جسکا مزاج شکی ہوتا ہے وہ ہر بات مین شک کیا کرتا ہے جسکی شان مین خدا نے فرمایا۔ ولو فتحنا علیھم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون ہ لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ اگر ان پر ہم آسمان کا دروازہ کھول دین اور یہہ سارے دن اوس مین چڑھتے بھی رہین۔ جب بھی یہی کہینگے۔ کہ ہو نہو ہماری آنکھین باندہ دی گئی ہین۔ بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے۔ (حجر ۱۵) یعنی یہہ بدیہیات مین بھی شک کرینگے۔

(۳) **قلب غل** یعنی قلب کینہ کش لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا۔ مومنون کی طرف سے ہمارے دل مین کینہ نہ رہنے دے (حشر ۱۰) کینہ کش دل بناہ مانگنے کی چیز ہے کہ یہہ بے وجہہ بھی کینہ سے بھرا ہوتا ہے۔ اور دوسرون کی برائی کا آرزومند۔ کینہ بھی دل کی بیماریون

مین سے ہے جو دل کو انتقام اور بدخواہی کے لئے بے چین غیر مطمئن اور خراب وخستہ کئے رہتا ہے۔

(۴) **قلب سخت**۔ اوسی کا نام قلب غلیظ بھی ہے۔ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ اسکے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھر کے مانند ہین بلکہ پتھر سے بھی سخت تر (بقرہ ۹) اسی کو خدا نے قلب غلیظ بھی فرمایا ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک اے رسول یہہ تو خدا کی مہربانی ہے کہ تم اون کو نرم دل ملے اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمھارے ارد گرد سے تتر بتر ہو جاتے۔ (ال عمران ۱۷) سخت دل بدخو ہوتا ہے۔ نہ وہ کسی پر رحم کھا سکتا نہ کسی کو معافی دے سکتا ہے۔ نہ اس سے شفقت علے الخلق ظہور پذیر ہو سکتی نہ وہ نصیحت شنو ہو سکتا ہے۔

(۵) **قلب غلف**۔ وقالوا قلوبنا غلف وہ کہتے ہین کہ ہمارے قلب پر پردے پڑے ہین (بقرہ ۱۱) دل پر پردہ تو سد سکندری ہے جیکی شان مین ہے۔ وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا۔ اون کے آگے پیچھے ہم نے دیوار کھڑی کر دی ہے (یٰسین ۱) اسلئے باوجود دیکھ سکنے کے بھی یہہ دیکھ نہین سکتے۔ یہہ قلب کافرون کا ہوتا ہے بل لعنھم اللہ بکفرھم (بقرہ ۱۱) یہہ قلب ملعون ہے۔

(۶) **قلب کور**۔ فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور آنکھین نہین اندھی ہوتین بلکہ دل اندھے ہوتے ہین جو سینون مین ہین (حج ۵) اسی کی شان مین ہے من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی جو اس دنیا مین اندھا وہ اوس دنیا مین اندھا یعنی یہان دل کا اندھا وہان دیدار کا اندھا۔ قلب کور کو خدا کی راہ سجھائی نہین پڑتی۔

(۷) **قلب زنگ خوردہ**۔ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ نہین نہین بلکہ اون کے کرتوتون نے اون کے دلون پر زنگ جما دیا ہے۔ (مطففین) گناہون پر

مصر رہنے سے قلب زنگ خوردہ ہو جاتا ہے۔ اور گناہ کی برائی دل سے جاتی رہتی ہے۔ جیسے شراب پیتے پیتے۔ سود کھاتے کھاتے جھوٹ بولتے بولتے۔ فریبی مقدمات لڑتے لڑتے ان کی برائی دل سے کھو جاتی ہے۔ اور کھو گئی ہے۔ اس حال پر بھی اگر زنگ صاف کیا جاے تو جلا کی امید ہو سکتی ہے۔ اور آئینہ قلب مجلا ہو کر قابل انعکاس جمال جہان آرا ہو سکتا ہے۔

(۸) **قلب غافل**۔ لاتطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا جسکے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کیا۔ اوسکا کہنا مانو (کہف ع۳) خوب غور کرو تو غفلت ہی ام الجرائم ہے۔ اور اسکا چھندا ایسا سخت ہے کہ اس سے نکلنا بڑی بہادری کا کام ہے۔ آدمی ہزار سوچتا سمجھتا ہے۔ ہزار ارادہ اور ہمت کرتا ہے۔ مگر قلب غافل کی غفلت نہیں جاتی۔ محاسبہ ہزار توبہ کراتا ہے۔ مگر پھر وہ توبہ نہیں رہتی۔ اور قلب غافل ہوشیار نہیں ہوتا۔ ہوشیار ہوتا بھی ہے۔ تو چند ساعت کے لئے بیتھر تو یہہ ہے کہ خدا کی یاد اور ذکر و فکر بھی وہ کرتا ہے تو اوپری دل غافل دہیان اور مراقبہ بھی وہ کرتا ہے۔ تلاوت قرآن اور نماز بھی وہ ادا کرتا ہے تو عادتاً دل غافل اسی کا نام قلب لاہی بھی کرتا ہے۔ لاھیۃ قلوبھم (انبیاء ع۱) یہہ محبت کی تیز و تند آگ کی آنچ دیئے بغیر ہوشیار نہیں ہونے کا۔ اسکی پہچان ہے واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا (کہف ع۳) وہ متبع خواہشات نفسانی ہوتا ہے۔ اور اوسکا کام ہے حد سے گذر اہوا۔

(۹) **قلب بیہوش**۔ بل قلوبھم فی غمرۃ من ھذا۔ بلکہ اون کے دل اس سے بیہوشی مین پڑے ہین (مومنین ع۴) قلب غافل کی غفلت کامل بیہوشی ہے۔ قلب غافل غافل ہوتے ہوتے قلب بیہوش ہو جاتا ہے۔

(۱۰) **قلب متقفل**۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا تو کیا یہہ قرآن مین غور نہین کرتے۔ کیا ان کے دلون پر قفل ہین (محمد ع۳) قلب متقفل کو قرآن سے دلبستگی

نہین ہوتی۔ وہ قرآن مین تدبر نہین کرسکتا۔ کیونکہ اوسکے قلب کی کوٹھری مین قفل پڑا ہوا ہے۔

(۱۱) **قلب متبوع** - مہر زدہ - کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار اور کذلک نطبع علی قلوب المعتدین اسی طرح خدا مہر کردیتا ہے ہر قلب متکبر اور ہر قلب جبار پر۔ اور اسی طرح ہم ہر حد سے تجاوز کرنے والے قلوب پر مہر لگا دیتے ہین (مومن ۷۴ اور یونس ۸۷) قلب متبوع کی پہچان یہہ ہے کہ وہ متکبر ہو۔ جبار ہو اور حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔ تکبر کا مرض صحت یاب نہین ہوتا۔ کیونکہ متکبر کسی کی سن نہین سکتا۔ شیطان نے تکبر ہی تو کیا تھا۔ ابی واستکبر ادس نے انکار کیا اور تکبر کیا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین مجکو تو نے آگ سے پیدا کیا اور اوسکو مٹی سے۔ تو اس تکبر کا نتیجہ یہہ ہوا وکان من الکفرین ہوگیا کافرون مین سے متکبر و جبار تو خدا کے صفاتی نام ہین۔ جو کوئی ان صفتون کا دعوے کرتا ہے۔ وہ فرعون بے سامان خدائی کا دعوے کرتا ہے ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المہیمن العزیز الجبار المتکبر سبحن اللہ عما یشرکون ۵ مجاہد۔ طلب یہہ ہے کہ قلب بیماریون سے صحت یاب ہوکر قلب محمود ہوجائے۔

قلب محمود

قلب محمود سات قسم کے ہین۔

(۱) **قلب مہتدی** - ہدایت یافتہ۔ من یومن باللہ یھد قلبہ جو خدا پر ایمان لاتا ہے تو خدا اوسکے قلب کی ہدایت کرتا ہے (التغابن ۱۱)۔

(۲) **قلب منیب** - جاء بقلب منیب ادخلوھا بسلم جو دل گرویدہ لیکر حاضر ہوا تو اوس سے ہم کہینگے کہ سلامتی کے ساتھہ بہشت مین داخل ہوجاؤ (ق ۳۳) قلب منیب نیاز و انکسار کی کمنڈل ڈالکر رسا ہوتا اور محبوب سے جا ملتا ہے۔

(۳) **قلب خاشع** ۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ۔ کیا ایمان والون کے لئے وہ وقت نہین آیا کہ اون کے دل ذکر خدا اور قرآن مین خشوع و خاجزی کرین (حدید ع ۲) عبادت مین خشوع پیدا ہونا دل کی صحت یابی ہے ۔ جب تک قلب غافل کی غفلت دور نہو جو محبت ہی سے دور ہوتی ہے اوسوقت تک قلب خاشع نہین ہوسکتا ۔

(۴) **قلب مربوط** لولا ان ربطنا علی قلبھا ۔ اگر ہم اوسکے قلب پر گرہ نہ دئے ہوتے (قصص ع ۱) قلب مربوط اسرار کو گرہ مین باندہ لیتا ہے ۔ اور انکشافات ربانی کا ڈنکا نہین بجاتا پھرتا ۔ دوست تو وہی جو دوست کا راز چھپائے ۔ یہہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مان کی شان مین ہے ۔ پوری آیت واضح فواد ام موسیٰ سے پڑہ جاؤ جسکے معنی یہہ ہین کہ "موسیٰ کی مان کا دل بیقرار ہوگیا ۔ قریب تھی کہ سارے قصے کو ظاہر کر بیٹھے اگر ہم اوسکے دل پر گرہ نہ دیدیتے تاکہ وہ یقین کرنے والون مین رہے" قلب مربوط اوسوقت ہوتا ہے جب خدا کے ساتھہ رابطہ و نسبت صحیح ہوجائے ۔

(۵) **قلب متقی** فانھا من تقوی القلوب یہہ دل کی پرہیزگاری سے ہے ۔ (حج ع ۴) قلب متقی شعائر اللہ کی عظمت کرنے لگتا ہے ۔ جب خدا کی عظمت و جلالت عرفان حقہ کے سبب دلون پر چھا جاتی ہے تو جو خدا کے ساتھہ نامزد اور منسوب ہو اوسکی بھی عظمت دلون مین پیدا ہوتی ہے ۔ اسی لئے خدا نے فرمایا ۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب ۔

(۶) **قلب مطمئن** ۔ وقلبہ مطمئن بالایمان ایمان پر اوسکا دل مطمئن ہو (نحل ع ۱۴) اسماء و صفات باری تعالیٰ پر جب تک ایمان کامل نصیب نہین ہوتا ۔ اس دنیا مین تو اطمینان حاصل نہین ہوسکتا اور جب یہہ حاصل ہوگیا تو لاخوف علیھم ولاھم یحزنون دوسرے اطمینان قلبی نہ دولت و ثروت سے حاصل ہوتا ہے نہ عالی شان عمارتون اور پھولے پھلے گلزارون سے اگر حاصل ہوتا ہے تو ایمان کامل اور اوسکی یاد ہی سے حاصل ہوتا ہے ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سن رکھو کہ

خدا کی یاد ہی سے اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے (رعد ۴)۔

(۷) **قلب سلیم** - اذجاء ربہ بقلب سلیم جبکہ حضرت ابراہیم آئے خدا کے پاس قلب سلیم لیکر (الصفت ۳) قلب سلیم کے معنی ہین قلب سلامتی یافتہ از ماسوائے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حنیف اور خدا کی طرف یکسو ہو رہے تھے۔ کیونکہ اون کا قلب سلیم اور ماسوائے سے منقطع ہوچکا تھا۔ اسی کو خدا نے دوسری جگہ فرمایا لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم قیامت کے دن اولاد اور مال (یعنی ماسوائے اللہ) کام نہین آنے کے۔ ہان جو قلب سلیم فارغ از اسوا لیکر حاضر ہوگا۔ تو وہی کام آئیگا۔ (الشعرا ۵)

مجاہدہ سے قلب مذموم کو قلب محمود بناؤ یعنی دل کا موا بیہ ادہر سے ادہر پھیر دو کہ مراد کو پہونچو۔ مگر مینے بیان کیا ہے کہ بیماریان قلب ہی ہین نہین نفس مین بھی ہوتی ہین اسلئے امراض نفسانی سے بھی غفلت نکرو۔ ورنہ بالمحال سے صحت ہوئی تو امراض جگہ بار ڈالنے کو کیا کم ہین۔

امراض نفسی

نفس مذموم بھی ہوتا ہے اور محمود بھی۔ ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا - نفس کی اور اوس ذات کی قسم جس نے اوسکو درست بنایا پھر الہام کیا اوسکی طرف اوسکی بدکاری اور پرہیزگاری کا بے شک مراد کو پہونچا جس نے تزکیہ نفس کیا۔ اور گھاٹے مین رہا جس نے اوسکو خاک مین ملادیا (الشمس) غرض نفس مین مادۂ فجور و تقوی دونون ہے۔ مبارک ہے وہ جس نے تزکیہ نفس کیا کہ وہی مراد کو پہونچا۔ اور افسوس رہبانون پر جنہون نے نفس کو مار کر خاک مین ملا دیا کہ وہ گھاٹے مین رہے۔ کیونکہ نفس کو مار دینے سے وہ نفس ہی نہ رہا جسکو تزکیہ کر کے وہ مراد تک پہونچتے۔ طالب کو یہی تو مجاہدہ کرنا ہے کہ وہ نفس مذموم کو تزکیہ کر کے نفس محمود بنائے نہ یہ کہ نفس کشی کر کے اوسکو مار ہی ڈالے۔ نفس بیمار ہے تو حسب ہدایت مرشد

اوسکا معالجہ کرو۔ سرکش ہے تو اوسکی تنبیہ کرو۔ سزا کرو۔ اوسکو اچھی طرح تھپیڑون سے کچلو۔ مگر مارتو نہ دو کیونکہ وہ مر بھی تو نہین سکتا۔

نفس مذموم

نفس مذموم پانچ قسم کے ہین۔

(۱) **نفس سفیہ**۔ ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ ملت ابراہیم سے وہی انحراف کرتا ہے جس نے خود اپنے نفس کو بے وقوف بنایا (بقرہ ۱۶) سمجھ کر بھی جو اڑا ہوتا۔ اور نہین سمجھتا ہے وہ اپنے آپ ہی کو بیوقوف بناتا ہے۔

(۲) **نفس موسوس**۔ ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور جو وسوسے اوس کے نفس مین گذرتے ہین اوسکو ہم جانتے ہین (ق ۲) نفس طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا رہتا اور راہ مین رخنہ انداز ہوتا ہے اور آدمی ہے کہ اسی کے جال مین پھنسا ہوا ہے۔

(۳) **نفس شح**۔ نفس بخیل۔ واحضرت الانفس الشح بخل تو نفس مین داخل کیا گیا ہے (نساء ۱۹) بخل نفس کی سخت بیماریون مین ہے اور سخت اصلاح طلب۔ اس بیماری سے آدمی نہ گھر کا ہوتا ہے نہ گھاٹ کا۔ نہ اپنے کا نہ پرائے کا۔ نہ اس دنیا کا۔ نہ اوس دنیا کا۔ بندۂ زر ہو کر جیا و غیرت۔ عزت و آبرو۔ دین و مذہب اور سارے صفات انسانی کو کھو بیٹھتا ہے ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ (محمد ۳)

(۴) **نفس امارہ**۔ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔ مین اپنے نفس کو بری نہین کرتا۔ کیونکہ نفس تو برائی کی طرف اوبھارتا ہی رہتا ہے (یوسف ۷) اسلئے یہہ تزکیہ طلب ہے۔

(۵) **نفس سیئہ**۔ برائی پہونچانے والا نفس۔ ما اصابک من سیئۃ فمن نفسک (نساء ۱۰) انسان

جو کچھ تجکو برائی پہونچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے (نساء ۱۱) جو کچھ انسان کو برائی پہونچتی ہے وہ اپنے نفس کی بدولت۔ اگر نفس اصلاح پا جائے اور آدمی تزکیہ نفس کر لے تو اوسکو برائی پہونچے ہی نہین۔ ساری مصیبتین ٹھنڈی پڑ جائین۔ دیکھنے والے تو کہین گے کہ حضرت ابراہیم آگ مین ڈالے گئے۔ مگر وہ آگ ٹھنڈ ہی ہو کر گل و گلزار ہی بنجائے گی۔ کیونکہ تکلیف اور برائی تو وہی جسکو دماغ محسوس کرے تو جبکا دماغ ہی بگڑ گیا ہو وہ محسوس کیا کرے گا۔ اس لئے ساری برائی انسان اسی مین ہین کہ نفس ادہر ادہر بھٹکتا پھرے اور جب نفس تزکیہ پاکر بگڑ ہو گیا تو محسوس کون کرے اسی لئے خدا نے فرمایا کہ جو کچھ تجکو برائی پہونچتی ہے تیرے نفس کی طرف سے۔ اور خدا نے جب نفس کو تزکیہ نصیب کیا تو ما اصابك من حسنة فمن الله جو کچھ تجکو بھلائی پہونچے وہ خدا کی طرف سے جس نے تیرے نفس کو مزکے کر دیا۔

غرض مجاہدہ طلب یہہ ہے کہ نفس مذموم بیماریون سے صحت یاب ہو کر نفس محمود ہو جائے۔

نفس محمود

نفس محمود یہہ تین قسم کے ہین۔

(۱) **نفس لوامہ**۔ لا اقسم بالنفس اللوامہ نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہون (القیمۃ) نفس جب اصلاح پر آنے لگتا ہے تو برائیون پر ملامت کرنے لگتا ہے یہی ملامت کرتے کرتے وہ تائب ہو جاتا اور اوسکو تزکیہ و تصفیہ نصیب ہوتا ہے۔

(۲) **نفس مزکے**۔ قد افلح من زکھا وہ مراد کو پہونچا جس نے تزکیہ نفس کیا (الشمس) یہی نفس لوامہ مزکے ہوتا اور یہی نفس مزکے رسا ہو کر اور مراد کو پاکر نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔

(۳) **نفس مطمئنہ**۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے نفس مطمئنہ خدا کے حضور مین حاضر ہو تو اوس سے راضی وہ تجھ سے

راضی۔ تو داخل ہو جا ہمارے بندون مین اور داخل ہو جا ہماری جنت مین (الفجر) رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ نفس منتشر تو بھٹکا اور مارا مارا پھرتا ہی ہے۔ حیات مین بھی مرنے پر بھی۔ حضوری ہوتی ہے تو نفس مطمئنہ کو ہی۔ بے اطمینان تام کے حضوری کہان نہ اس دنیا مین نہ اوس دنیا مین جب اطمینان کامل قرار پاجاتا ہے تو اوسکی منزل ہوتی ہے رضا و تسلیم کی۔ یہہ مقام عبودیت ہے۔ وہ مقام عبودیت مین داخل ہو کر وصال گاہ مین بار پاتا ہے۔

استغفار و توبہ

جب انسان کو خدا توفیق دیتا ہے تو وہ اپنے نفس کی بیماریون پر مطلع ہوتا اور اپنے کو مریض سمجھنے لگتا ہے۔ تو اوسکو یون دیکھو۔ جسمانی مریض جب بیمار پڑتا ہے تو وہ ہوائے تند سے بچنے کے لئے یا اقتضائے مرض کے سبب بستر پر پڑ رہتا ہے۔ آب و دانہ ترک کر دیتا ہے۔ کہ جو معالج ہدایت کرے گا اوس کی تعمیل کیجائے گی۔ پھر معالج بلایا جاتا ہے۔ جب اوس سے علاج رجوع ہوا تو اوس کی دوا استعمال ہوتی۔ اور اوسکے حسب ہدایت پرہیز ہوتا ہے۔ جب کہین صحت ہوتی ہے۔ بس یہی حال روحانی بیمارون کا ہے۔ امراض باطنی کا بیمار بھی اولاً اپنی گزشتہ بدپرہیزیون کے نقصان کو سٹانا چاہتا اور آیندہ کی بدپرہیزیون سے تائب ہوتا ہے۔ استغفار کی چادر اوڑھ کر ندامت توبہ کے بستر پر لیٹ رہتا ہے۔ پھر معالج حقیقی اور معالج مجازی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی کا نام **انابت** ہے۔ رجوع الی المرشد۔ پھر علاج ہے۔ پھر صحت۔ اس لئے امراض باطنی کے مریض کے لئے پہلی چیز استغفار و توبہ ہے۔ پھر انابت۔ اور یہہ معالج کے علاج کی چیز نہین یہہ توفیق خداوندی اور عطیہ ایزدی ہے۔ معالجہ تو انابت کے بعد ہے۔ مریض علاج ہی پیش نہ کرے یا دوا پرہیز ہی کے لئے آمادہ نہو تو اوسکا علاج ہی نہین ہو سکتا۔ سنۃ اللہ یون ہی جاری ہے کہ مرض علاج سے جاتا اور مریض بے علاج کے مرجاتا ہے۔ اس سنۃ اللہ کو کوئی توڑ نہین

سکتا۔ یون بے علاج بھی کبھی صحت ہوتی ہے۔ یہہ اوسکی قدرت کا اظہار ہے تو اوسکی قدرت کا جایزہ لینے والا کون۔ اور اوسکی قدرت پر دست رسی کس کی کہ وہ ہر کے ساتھہ ظاہر کرے اور ہر وقت ظاہر کرے۔ اور ہر شخص کے حسب منشا ظاہر کرے۔

استغفار و توبہ دو چیزین ہین۔ ان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ خدا سے معافی مانگو پھر توبہ کرو۔ اپنے کیئے کی معافی مانگنی استغفار ہے اور آیندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم توبہ ہے۔ زمانہ حال مین ہمکو گذشتہ کی معافی اور تلافی کرنی چاہیئے۔ اور آیندہ کی فکر یعنی استغفار و توبہ۔

گذشتہ کا علاج تو بجز معافی مانگنے اور استغفار کے ہے نہین۔ اس لئے استغفار کی نسبت مجھے کچھ زیادہ لکھنا بھی نہین۔ ہان آیندہ کی فکر ہے۔ کہ آیندہ مرتکب گناہ نہون۔ یہی توبہ ہے کہ ٹوٹتی بھی اور رہتی بھی ہے۔ اسکے کیفیات بھی طرح طرح کے ہین۔ اس لئے اسکے مدارج بھی ایک سے ایک بالاتر ہین۔

دو چیزین ہین ایک گناہ کی معافی چاہنا یہہ استغفار ہے۔ دوسرے گناہ سے پشیمان ہو کر گناہ نہ کرنیکی ہمت کرنی یہہ توبہ ہے۔ خدا کی مہربانی دیکھو کہ تم توبہ کرو تو وہ توبہ قبول کرنے کو بھی تیار ہے کہ آیندہ گناہ نکرو۔ اور کیئے ہوے گناہ جسکے لئے تم پشیمان ہوے اوسکو بھی معاف کر دینے کو تیار ہے یون توبہ مین استغفار بھی داخل ہو جاتا ہے۔ یہہ بھی اوسی کی مہربانی ہے کہ تم استغفار کرو اور خشوع و خضوع اور آداب کی نگاہداشت کے ساتھہ تو وہ اوس گناہ کو بخش بھی دیتا اور آیندہ تم کو اس گناہ سے باز بھی رکھتا ہے یون استغفار مین توبہ بھی داخل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے مینے استغفار و توبہ کو ساتھہ ساتھہ بیان کیا ہے۔

خدا نے فرمایا ہے۔ وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفو عن السیئات۔ بے شک خدا اپنے بندون کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور خطائین معاف کر دیتا ہے (شوریٰ ع۳) تو توبہ سے

چوکو نہین۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین خدا توبہ کرنے والون کو اور جو توبہ سے پاک ہوچکے ہین اونکو پیار کرتا ہے (بقرہ ۲۸ے) خدا کا وعدہ ہے کہ وہ توبہ قبول کرتا ہے۔ اور یہہ بھی کہ وہ خطا بھی معاف کردیتا ہے اور یہہ بھی کہ وہ تائبین کو پیار بھی کرتا ہے۔ تو یہہ چوکنے کی چیز نہین۔ اس طرح استغفار توبہ مین داخل ہوجاتا ہے۔

مگر خدا کو کسی توبہ قبول کرتا ہے۔ کیا زبان سے اتوب الیہ اتوب الیہ ہم توبہ کرتے ہین۔ ہم توبہ کرتے ہین کی رٹ لگاؤ کہ دل غافل بلکہ نافرمانی پر مصر ہو تو کیا ایسی توبہ قبول ہوگی۔ یا قبول ہونے کے لایق ہے۔ خدا دھوکے مین نہین آسکتا۔ وہ خود فرماتا ہے۔ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیھم۔ توبہ تو اللہ اونہین کی قبول کرتا ہے جو نادانی سے کوئی گناہ کر بیٹھے۔ پھر فوراً متنبہ ہو اور توبہ کرلے۔ تو اللہ ایسون کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

مسلمانو! قرآن کے رو سے تمھارا یہہ خیال غلط ہے کہ تم جان بوجھکر گناہ پر مصر رہو کہ آیندہ توبہ کرلینگے ابھی تو زندگی ہی پڑی ہے۔ یا ابھی تو شباب ہے توبہ کا زمانہ نہین۔ پیری آنے دو۔ یا شباب مین توبہ تو مضحکہ خیز ہے۔ پیری آئے اور پیرہل لے تو توبہ کرلینگے۔ کیونکہ توبہ تو وہی جو پیر کے سامنے ہو اور پیر کرائے۔ ایسی توبہ ٹوٹنے مین لوگ البتہ ملامت کرتے ہین اور شباب مین توبہ کرین تو راجگیر کے جنگل مین کیون نہ جاکے بیٹھین۔ یا یہہ سمجھو کہ مرتے وقت کی توبہ تو کہین نہین گئی۔ بس مرتے وقت توبہ کرلین گے۔ اور کھڑے جنت مین چلے جائینگے۔ اور اوسکے برابر ہوجائینگے جو تمام عمر تائب رہا مگر لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ نیکی و بدی برابر نہین ہوسکتی (حم السجدہ ۴ے) تو مرتے وقت کا بہانا چھوڑ دو۔ اوسوقت اگر توبہ کا ہوش نہ رہے تو کیا کروگے۔ دوسرے اوسوقت استغفار کرسکتے ہو۔ توبہ کا وقت کھان رہا کہ آیندہ گناہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کرو۔ اسی لئے خدا نے فرمایا۔ ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن

اون کی توبہ قبول نہین جو گناہ کرتے رہین۔ یہان تک کہ ان مین سے جب کسی کے سامنے موت آکھڑی ہو تو کہنے لگے کہ اب مین توبہ کرتا ہون (نساء ۳) فرعون نے مرتے وقت توبہ کی تھی تو خدا نے کیا فرمایا۔ الآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین تو اس وقت توبہ کرنے کھڑا ہوا ہے اس سے پہلے تو ہمیشہ نافرمانی کرتا رہا۔ اور فساد پھیلاتا رہا (یونس ۹) جو مختلف نتایج توبہ کے خدا نے بیان فرمائے ہین۔ اون پر غور و فکر کرنے سے توبہ کی تین قسمین نکلتی ہین۔

(۱) ایک توبہ تو یہہ ہے۔ توبوا الی اللہ جمیعًا ایھا المومنون لعلکم تفلحون۔ مومنو تم سب کے سب اللہ کے حضور مین توبہ کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (نور ۴) اس توبہ سے فلاح کی اُمید ہے۔ یہہ وہ توبہ ہے کہ انسان دل مین نادم ہو اور قصد مصمم کرے کہ ہم پھر ایسا نہ کرینگے۔

(۲) دوسری توبہ یہہ ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا۔ مومنو اللہ کے حضور مین خالص دل سے توبہ کرو (تحریم ۲) اس مین خلوص دل کی قید زیادہ ہے۔

واقعی ظاہر ابھی یہہ دونون قسمین اپنی تقسیم کو واضح کر رہی ہین۔ توبہ کو خیال کرو۔ ایک تو کسی کام کو برا یا گناہ سمجھ کر اوس کام سے باز رہنا ہے۔ دوسرے اس خلوص سے باز رہنا ہے۔ کہ اوسکی لذت دل مین باقی نہ رہے بلکہ اوس کے ارتکاب سے دل دہشت کھائے۔ یہی دو حالتین ہوتی ہین۔ دونون مقبول ہین۔ مدارج کا فرق ہے۔ توبہ نصوح کی شان مین خدا نے فرمایا ہے۔ نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا۔ قیامت کے دن اون کا نور آگے آگے اور دائین بائین دوڑ رہا ہوگا۔ اور وہ عرض کرینگے کہ اے خدا ہمارا نور کامل کر۔ (التحریم ۲)۔

(۳) تیسری توبہ یہہ ہے۔ ان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعًا حسنًا الی اجل مسمی ویوت کل ذی فضل فضلہ اپنے پروردگار سے اپنے کیے کی معافی مانگو۔ پھر اوسکے حضور مین توبہ کرو تاکہ وہ تم کو تا حیات بہترین فائدہ اور صاحب فضل کو اوسکا فضل عطا فرمائے (ھود ۱)

یعنی اس دنیا مین تاحیات وہ بہترین فائدے دیتا رہے۔ اور اوس دنیا مین جو فضیلتین توبہ سے اوس نے حاصل کین وہ پوری پوری عطا کرے۔ یمتعکم متاعًا حسنًا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مین تا حیات بہترین فائدے ملتے رہتے ہین۔ تو اسے توبہ طریقت کہو کہ یہہ توبہ ہر موجودہ حال سے جو ہیچر آمیز ہے تائب ہونا اور آیندہ ترقیات کی طرف عروج کرنا ہے۔

اس توبہ کو مزید وضاحت کے ساتھ خدا نے اس آیت مین فرمادیا ہے۔ یٰقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارًا ویزدکم قوۃ الی قوتکم ولا تتولوا مجرمین اے قوم استغفار کرو پھر اوس کے حضور مین توبہ کرو کہ خدا تجھ پر موسلا دھار بارش رحمت برسائے۔ اور تیری قوت پر قوت بڑھائے کہ تو پھر گنہگار نہ ہو سکے (ھود ۵) اس توبہ کا نتیجہ ہے بارش رحمت اور ازدیاد قوت۔ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے جانا اوسکی عین رحمت ہے۔ جس سے قوت پہ قوت بڑھتی رہے گی۔ اور اوس وقت تمہارا یہہ مقام ہوگا کہ پھر مجرم ہو سکو اوس وقت گناہ تم سے اتنا بہاگے گا جتنا تم گناہ سے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ استغفار و توبہ جسطرح ابتدائے منزل مین ہے اوسی طرح انتہا ہے منزل مین ہے۔ میری توبہ ہوگی نافرمانیون یا لغزشون۔ اور غفلتون سے اور اولیاء اور انبیا کی توبہ ہوگی۔ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف حسب مدارج اس سے سمجھو کہ نبیون کی توبہ و استغفار کے معنی کیا ہین۔

انابت و معالجہ

انابت رجوع کو کہتے ہین۔ جب گذشتہ نافرمانیون سے معافی مانگ چکے اور آیندہ نافرمانی نہ کرنیکا عزم بالجزم کر چکے۔ یعنی استغفار و توبہ تو اوسکے بعد مرشد اور معالج امراض روحانی کی طرف رجوع کرتا ہے کہ مرشد قرابادین روحانی سے اوسکا مرض تشخیص کرے اور معالجہ کرے۔ قرابادین روحانی

قرآن مجید ہے جسکی شان مین خدانے فرمایا ہے۔ شفاء لما فی الصدور۔
مرشد دیکھے گا کہ مریض مین امراض قلبی مین سے کونسا مرض ہے۔ اور امراض نفسی مین سے کونسا مرض وہ امراض قلبی کا معالجہ کر کے قلب کو قلب منیب بنائیگا۔ تاکہ وہ اس فرمان کا مورد ہو۔ جاء بقلب منیب ادخلوھا بسلم خدا کے حضور مین قلب منیب لیکر جو حاضر ہوگا تو خدا فرمائے گا کہ سلامتی کے ساتھ بہشت مین داخل ہو جاؤ (ق ۳۷) اور امراض نفسی مین سے کوئی مرض پائیگا۔ تو وہ معالجہ کر کے نفس کو نفس مزکے بنائے گا تاکہ وہ اس فرمان کا مورد ہو قد افلح من زکھا۔ مراد کو پہونچا جس نے تزکیہ نفس کیا۔ (الشمس) تم نے مرشد کی طرف علاج رجوع کیا۔ تو مرشد تمھارے مافی الضمیر کا مرجع خدا کی طرف رجوع کردے گا کہ یہی رشد ہے۔ جب قلب و نفس تصفیہ و تزکیہ پاکر خدا کی طرف رجوع ہو گیا تو خدا فرماتا ہے۔ یھدی الیہ من اناب جس نے رجوع الی اللہ کیا تو خدا اوسے اپنی طرف رہنمائی کریگا رجوع کردینا مرشد کا کام ہے۔ اور رہنمائی خدا کا کام۔ ہدایت اوسی کے قبضۂ قدرت مین ہے انسانی ہدایت اسی قدر ہے کہ وہ خدا کی طرف رجوع کردے۔ جب اناب کمال کو پہونچی تو وہ بس لائق ہوا۔ اتبع سبیل من اناب الی۔ اوسکی پیروی کرو جس نے میری طرف رجوع کیا (لقمان ۲) تو اوسکی پیروی یہی ہے۔ کہ جس طرح اوسکا قلب و نفس ایسا رجوع الی اللہ ہوا کہ اوس نے اپنے ہی کو خدا کے حوالہ کردیا۔ ایسا ہی تم بھی کرو کہ۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ میری نماز اور میری عبادتین اور میری حیات و موت سب اللہ کے لئے ہے (اعراف ۲۰) تمھارا حال بھی ہو جائے۔
مرشد جب ستر شد مین امراض قلبی پائے گا تو اوسکا معالجہ ذکر و تذکیر اور پاس انفاس سے کرے گا اور اگر امراض نفسی پائے گا تو اوسکا معالجہ فکر و مراقبہ اور پاس حواس سے کرے گا۔
اے لوگو! خدا کی راہ جسکی شان مین ہے۔ تعرج الملئکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ فرشتہ اور روح خدا کی طرف عروج کرتے ہین۔ ایک دن مین جسکی مقدار پچاس ہزار

برس کی راہ ہے (معارج ع۱) اوسکے فضل وکرم کے صدقے کہ اوس نے اتنی بڑی راہ کو دو قدم بنادیا۔ ایک پاس انفاس دوسرا پاس حواس اور تیسرا قدم منزل مقصود۔ اسکو بھی اوس نے فرمادیا انھم یرونہ بعیدا ونراہ قریبا لوگون کے نزدیک تو یہہ راہ دور ہے۔ مگر خدا کے نزدیک قریب جس کو اوس نے کر دکھایا۔ سبحن اللہ وبحمدہ۔

معالجہ امراض قلبی

مریض روحانی جب رجوع کرے تو امام ربانی یا مرشد ربانی کو لازم ہے کہ اولاً تشخیص مرض کرے کہ طالب مین امراض قلبی ہین یا امراض نفسی۔ اگر قلب کی بیماریون مین سے جو اوپر بیان ہوئین۔ کوئی بیماری یا بیماریان ہون تو خدائے ہادی حقیقی کی طرف رجوع کرے۔ وما النصر الا من عند اللہ مدد تو خدا ہی کے پاس سے ہے۔ (ال عمران ع۱۳) تو خدا ہی سے طلب گار مدد ہو۔ پھر قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو کہ یہی شفاء لما فی الصدور اور امراض روحانی کی تریاق ہین ہے۔

جسمانی امراض کے متعلق تم نے ایسا دیکھا ہوگا کہ ایک ہی نسخہ مقوی ارواح اور بھتیرے امراض مین مفید ہے۔ صرف مختلف بیماریون مین اوسکا بدرقہ بدلتا رہتا ہے۔ یہہ اوسی خدائی اصول پر ہے جو خدا نے امراض روحانی کے معالجہ کے لئے بتایا ہے۔ خدا کا تعلیم کردہ نسخہ ذکر کلمہ طیبہ یا اسم ذات ہے۔ جو مقوی ارواح اور مفرح قلب اور بھتیری بیماریون مین مفید ہے جیکا بیان اوسکے بعد آئے گا اور ذکر اسمائے صفاتی باری تعالے یہہ بدرقہ ہے۔ جو ہر بیماری مین بدلتا رہے گا۔ ۹۹ نو دو مہہ نام اسماء حسنیٰ مشہور ہین۔ ان مین ۹۷ اوناسی نام وہ ہین جو قرآن مجید مین صریحاً بیان ہوے ہین۔ یہہ ذکر کے لئے ہین۔ ۱۸ نام آیتون سے مستخرج ہین۔ یہہ صفات باری ہین یعنی یہہ آیتین مراقبہ کی ہین۔ اور بارہ اسماء قرآن سے ثابت نہین حدیث سے ہین تو خدا کے اور بھتیرے اسماء و صفات ہین۔ جو انکے علاوہ ہین۔ مگر طالب کے ریاضات کے لئے یہی بہت ہین۔ ذکر کے لئے تو کلمہ طیبہ یا اسم ذات

کافی تھا پھر خدا نے یہہ اتنے نام کیون بتائے اور کیون حکم دیا۔ فللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا (اسماء حسنیٰ اللہ ہی کے ہین اوسکو اونہین ناموں سے پکارو) یہہ اسی لئے کہ یہہ اسماء صفاتی۔ مرض مریض کو ڈھانپ لے اور مریض صفت خداوندی مین پناہ لیکر بامراد ہو۔

مرشد کو چاہیئے کہ اولاً ذکر کلمہ طیبہ یا اسم ذات کی تلقین کرے۔ جو ذکر کہ خفی ہو۔ بقوت طلب ہو۔ بہ تضرع ہو۔ خشوع و خضوع کے ساتھہ ہو۔ خدا کی عظمت و جلالت کے دھیان کے ساتھہ ہو۔ پاس انفاس کی نگہداشت کے ساتھہ ہو۔ اور ہر وقت ہو اوقات معینہ پر مذکور مین فنا ہو کر ہو۔ اور علےٰ ہذا جیسا کہ ذکر کے بیان مین بیان کیا جائے گا۔ یہہ کل امراض کا علاج ہے۔ مگر اجمالاً اور اشتراکاً اس لئے اگر کوئی خاص مرض جو راہزن ہو اوس کے لئے بدرقہ قوی کی ضرورت ہے۔ مرشد کو چاہیئے کہ مرض مریض کو اسمائے حسنیٰ کے آگے پیش کرے اور ان اسماء مین سے جو صفت دافع مرض نظر آئے اور اوس سے مزاج مریض کی مناسبت و موافقت بھی ہو اور دل جمعی بھی اوسکو چن لے۔ اور اوس کی مؤقت ذکر کی ہدایت کرے۔ بہ اشتراک فکر۔ اور مسترشد کو ہدایت کرے کہ لن تجد من دونہ ملتحدا خدا کے سوا اور کہین پناہ نہ پاوگے (کہف ۷) تو اوسی کی صفت مین پناہ ڈھونڈھو کہ وہ تم پر ستولی ہو کر تم کو پناہ مین لے لے۔ مثلاً اگر مسترشد کو فکر رزق مارے ڈالتی ہو کہ اوس کی طلب و عبادت مین حارج ہو تو اوسکو علے الدوام ذکر کلمہ طیبہ یا ذکر اسم ذات کے ساتھہ موقت ذکر یا رزاق کی بھی تلقین کرنی چاہیئے۔ یا جسکو دوڑ دھوپ کی ناکامیون نے مجبور کر رکھا ہو۔ اوسکو یا وہاب کی۔ اگر یاس پیدا ہوئی ہو تو یا قدیر کی۔ بیماریان یا بیمار داریان پریشان کر رہی ہون۔ کہ وہ ہوش نہین درست کر سکتا۔ تو یا شافی کی۔ مصیبتین تباہ کن ہون تو یا رحیم کی۔ طرح طرح کے عیوب مین گرفتار ہو۔ اور ناپاکیون مین آلودہ تو یا قدوس کی۔ جہالت قلب ہو تو یا علیم کی کوری قلب ہو تو۔ یا نور کی غفلت ہو تو۔ یا موجود کی ذکر کی تلقین کرنی چاہیئے۔ بدرقہ بدلنے کے یہہ معنی ہین۔ مگر ذکر اس طرح ہو کہ اوس مین تبدیل

حاصل ہو اور فساد نہ ہو۔ اور بہر حال منہیات قرآنی سے پرہیز لازم ہے۔ ورنہ بدپرہیزی علاج کو کارگر نہ ہونے دے گی۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب آگاہ رہو کہ خدا کے ذکر ہی سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔ یہہ ذکر بیماری کو دور کر کے اطمینان بخشیگا۔ اور ایمان کامل تم کو مطمئن کر دے گا۔ کہ ہمارا کام اس دنیا میں فرائض انسانی اور حقوق دو لیعنی رحمانی کی ادائے گی کے سوا جیسا کہ اخلاق کے زیر سرخی بیان ہوا۔ زیادہ نہیں ہے ہم اک خدائی مشین ہیں کہ ہمارا کام سلسلۂ اسباب کا جوڑنا اور فرائض کا انجام دینا ہے۔ اور بس۔ باقی ہوتا جو کچھ ہے وہ سب افضال الہیہ ہیں۔

اے لوگو۔ اس معالجہ کا ختمی ہونا تو بدیہیات میں داخل ہے۔ ایسے ختمی معالجہ کی تعلیم خدا ہی نے فرمائی اور للہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا فرما کر دریا کو کوزہ میں بند کر دیا۔ ذکر تو دو لون سے خدا کو پکارنا ہی ہے۔ اس لئے فادعوہ بھا کے یہہ معنی نہیں کہ ویسے پکارو۔ جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ بلکہ یہہ صریح ذکر اسمار حسنےٰ کی تعلیم ہے۔

یہہ عجیب بات ہے کہ چاہے کوئی بھی ذکر کرو۔ مگر قلب میں لکھا ہوا جو پاؤ گے۔ وہ کلمہ طیبہ ہی کو۔ اور قلب کے ذکر کی آواز جو بہت زور کی بھی تم کو سنائی دے گی۔ تو وہ اسم ذات ہی کی اس کی وجہ سائنس والوں سے دریافت کرنی چاہیئے۔ جو قیاسات کے بیلون پر اوڑنا خوب جانتے ہیں۔ مگر وہ تو سرے سے انکار ہی کر دینگے۔

غرض ذکر امراض قلبی کا علاج ہے۔ اور فکر امراض نفسی کا۔

جب امراض طحال و جگر دونوں ہوں تو کسی ایک کی غفلت مار ڈالنے کو کافی ہے۔ اس لئے علاج امراض قلبی کے ساتھہ امراض نفسی سے بھی غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ ابتداً ذکر کے ساتھہ تفکر فی الانفس یعنی مراقبہ کی بھی ہدایت ضرور ہے۔ اور امراض نفسی کے علاج کی بھی جو علاج امراض

نفسی مین بیان ہوگا۔

معالج کو یہہ دیکھتے رہنا چاہیئے کہ معالج فائدہ کر رہا ہے یا نہین۔ اور صحت آرہی ہے یا نہین۔ یعنی گرد ش اور روش پیدا ہو رہی ہے یا نہین۔ اور قلب محبت قدس سے معمور ہو رہا ہے یا نہین۔ کیونکہ یہی پاک محبت ہے جو خدا تک رسا ہوتی ہے۔ یہہ خیال نکرو کہ محبت وہبی چیز ہے۔ کسب سے حاصل نہین ہوسکتی ہر چیز اپنی حقیقت کے اعتبار سے وہبی ہے۔ اور عالم اسباب کے اعتبار سے کسبی۔ اسکو تو تجربۃً بھی دیکھ سکتے ہو۔ مثلاً کسی سے اکثر جھوٹون بھی محبت کا دعوے کیا کرو تو تھوڑے دنون مین تم اپنے دل مین اوس کی محبت محسوس بھی کرنے لگوگے۔ دیکھو خدا نے بھی فرمایا۔ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودا ہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو خدا اونہین عنقریب محبوب و محبت عنایت فرمائے گا۔ (مریم ع۷) ایمان و اعمال صالحہ سے خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے تو محبت کسبی بھی ہوتی ہے۔ باطن جب امراض سے صحت یاب ہو جاتا ہے تو یہی باطنی طلب قوت صحت سے توانا ہو کر محبت ہو جاتی ہے۔ اگر مریض قلب رو بصحت ہوا۔ اور اوس مین گردش و روش پیدا ہوئی اور اوس کے اعمال اعمال صالحہ سے بدلے اور اوس کو محبت عنایت ہوئی تو معالج کو چاہیئے کہ محبت کو بے راہ روی سے روکے اور اوسکی ہستی کو عبودیت مین لگائے۔

آجکل مریض کو راہ کی تلقین کر دی جاتی ہے۔ اور معالجہ امراض ہوتا نہین۔ اس لئے ریاضات لوگ کرتے ہین۔ مگر امراض کے سبب اون کی راہ کھوٹی رہتی ہے۔ عمر گذر جاتی ہے۔ اور وہین کے وہین۔ مریض مر جاتا ہے۔ اور الا من اتی اللہ بقلب سلیم کے استثنا مین داخل نہین ہوتا۔

اسکے سوا قرآن مجید موجود ہے۔ کلام الہی جسکی ہر آیت کا آخر ٹکڑہ موصل الی المطلوب ہے۔ اوس مین تدبر و تفکر کرو راہین پاؤ گے۔ مرادین پاؤ گے۔ زیادہ لکھنے سے تو یاد نہین رہتا اس لئے کچھ حاصل نہین ہوتا۔

ذکر

صوفیہ فرماتے ہین کہ خدا نے فرمایا ہے اور بہت جگہ فرمایا ہے فاذکرالله خدا کا ذکر کیا کرو۔ امر کا صیغہ ہے مستلزم وجوب اس لئے ہر شخص پر ذکر کرنا فرض ہے۔ اس پر اہل حدیث معترض ہوتے ہین کہ فاذکرالله کے معنی ہین خدا کو یاد کرو۔ تو نماز پڑھتے ہی ہو۔ خدا کا تذکرہ کرتے ہی ہو۔ وعظ و نصیحت کرتے ہو۔ حدیث پڑھتے پڑھاتے ہی ہو۔ بس ہوا۔ اس سے وہ ذکر تو ہرگز ثابت نہین ہوا جو صوفیہ کرام کرتے ہین اور جسکو ذکر اصطلاحاً کہا جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ ہین ذکر کی نسبت قرآن مجید سے بیان کرون تاکہ اس معترضانہ شکوک پیدا کرنے سے طالبین کی راہ ماری نہ پڑے۔ اور اہل حدیث کو بھی اگر اونکا قرآن مجید پر ایمان ہے ذکر کرتے ہی بنے۔

خدا نے فرمایا۔ اقراء باسم ربك الذی خلق۔ اپنے خدا کا نام پڑھا کرو جس نے تمہین پیدا کیا (علق) یہہ صریح ذکر لسانی کی تعلیم ہے۔ اول تعلیم ذکر لسانی ہی کی ہے۔ خدا نے اقراء اور اسم ربك فرمایا یعنی اوس کے نام کو پڑھا کرو۔ یہہ ذکر لسانی نہین تو اور کیا ہے۔ یعنی زبان سے الله الله کی رٹ لگاؤ۔ یہی الله کا نام پڑھتے رہنا ہے۔ یہہ ذکر کی بسم الله ہے۔ اور اگر دل مین اوسکا نام پڑھتے رہو تو یہہ ذکر قلبی ہے۔

خدا نے فرمایا۔ واذکروا ربك خدا کا ذکر کیا کرو۔ (اعراف ۲۴) اور یہہ بھی فرمایا۔ واذکر اسم ربك۔ خدا کے نام کا ذکر کیا کرو۔ (مزمل ۱) دونون آیتون کے دو معنی ہین۔ ایک یہہ خدا کے یاد کرنیکو کہا گیا۔ اور دوسری یہہ اوس کے نام کو یاد کرنے کو کہا گیا۔ دونون دو حکم ہین۔ دونون کی تعمیل فرض پھلا حکم تو یہہ کہ اوسکو یاد کرو۔ اب جیسے یاد کرو اور جسطرح وہ تمہین یاد آئے۔ یہہ بہت عام ہے۔ تلاوت قرآن سے ہو۔ نماز سے ہو۔ مروجہ ذکر و فکر سے ہو۔ تذکرہ سے ہو۔ جیسے یہہ وہ تمہین اختیار ہے اس مین ہم مجاز کئے گئے۔ اور دوسرا حکم ہے کہ اوسکے نام کو یاد کیا کرو۔ اوسکے نام کو یاد کرنا

ذکر مصطلح کے سوا اور کچھ تعلیم نہیں کرتا۔ یہہ تو صاف واضح ہو گیا کہ ہم کو اوسکے نام کا ذکر کرنا ضرور ہے۔ تو اوسکے نام کا ذکر ہم کس طرح کریں تو خدا فرماتا ہے۔ یھدی الیہ من انابؐ الذین اٰمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ وہ ہدایت کرتا ہے اپنی ذات کی طرف اوسکو جو اوسکی طرف رجوع ہوا۔ یہہ وہ ہیں جو ایمان لائے۔ اور اون کے قلوب ذکر خدا سے آرام پاتے ہیں۔ سن رکھو کہ ذکر اللہ ہی سے قلوب آرام پاتے ہیں (رعد ۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کو تعلق قلب سے ہے۔ اس لئے جہاں پر ذکر کا لفظ آئے اور وہ صریح اور مفہوم پیدا نہ کرے وہاں سمجھنا چاہیئے کہ خدا ذکر قلبی ہی کو فرما رہا ہے۔ یعنی ذکر اسم ذات قلب سے کرنا چاہیئے۔ اسکے سوا ذکر قلبی خدا کے نام کا ذکر ہے اور خدا کو یاد کرنا بھی ہے اسلئے یہ دونوں آیتوں کی تعمیل ہے پھر اس سے کیسکو انحراف کی کیا وجہ ہے سوا اسکے کہ وہ خدا کے ذکر سے اعراض کرتا ہے اور من اعرض عن ذکری کی تہدید میں داخل ہوتا ہے۔ بغیر جمعیت قلبی کے خدا کی راہ نہیں ملسکتی کیونکہ اضطرار سے ذکر و فکر سب کا ہی دروازہ بند ہو جاتا ہے اور جمعیت خاطر ذکر قلبی سے ہی حاصل ہوتی ہے اسی لئے خدائی راہ کے رہرو چاہے اونکی روش الٹی ہو یا سیدھی یعنی کسی مذہب کے طالب خدا کو لوجو گی ہوں یا رہبان یا مسلمانوں میں صوفیہ کا کوئی فرقہ ہو تمام ذکر قلبی جاری ہوا۔ جاری ہے اور جاری رہے گا۔

پہلے خدا کے نام کے ذکر کو بیان کیا اور اوسکو بھی کہ اوسکا تعلق قلب سے ہے یعنی ذکر قلبی کو بھی بیان کیا تو یہہ ذکر قلبی کسطرح یاد کیا جائے۔ تو خدا فرماتا ہے اذکروا اللہ کما علمکم اور اذکروہ کما ھدٰکم خدا کو اوسطرح یاد کیا کرو جسطرح اوس نے تم کو تعلیم کی اور ہدایت کی تو اب قرآن مجید میں ڈھونڈنا چاہیئے کہ کسطرح اوس نے ذکر کی تعلیم و ہدایت کی ہے۔

تو خدا فرماتا ہے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ خدا کو اس طرح یاد کیا کرو۔ جسطرح اپنے باپ کو یاد کرتے ہو۔ بلکہ خدا کی یاد تو اوس سے بھی شدید تر ہونی چاہیئے (بقرہ ۲۵) یہہ آیت تدبر کرنے کی ہے۔ دنیا میں باپ خالق مجازی ہے۔ اور مجاز سیڑھی ہے حقیقت کی یا آئینہ ہے حقیقت کا۔ اسی لئے تو پیدائش کے لئے والدین کا ذریعہ اور سلسلہ خدا نے قایم کیا۔ تاکہ

دور اُفتادون کے لئے یہہ مجاز حقیقت کی طرف رہنما ہو۔ تو والدین کو انسان محبت کے ساتھہ یاد کرتا ہے۔ مگر کیسی محبت جسمین شان ہوتی ہے عظمت کی رنگ ہوتا ہے تقدس کا جسمین جلوہ ہوتا ہے جمال و جلال کا اور کیفیت ہوتی ہے امید و بیم اور خوف و رجا کی۔ تو خدا کے ساتھہ ایسی ہی محبت کے ساتھہ یاد کرنے کا حکم ہے۔ بلکہ کامل تر یعنی اوس سے بھی شدید تر۔ کیونکہ حقیقت و مجاز کا فرق ہے۔ خدا کو ایسی ہی محبت کے ساتھہ یاد کیا کرو۔ یہہ عام ہے۔ اوس کی یاد مصطلح ذکر و فکر سے کرو۔ یا تلاوت قرآن۔ یا نماز مین یا حب اور حبطرح حبوہ محبت نہین جو دوست احباب بہائی بہن۔ زن و شو اور عورت و مرد مین ہوتی ہے۔ کیونکہ یہہ خلقت کے شریک نہین۔ اور خالق کی محبت کی یہہ مجاز صورتین نہین ہین۔ آجکل شہوت پرستی کے سبب ماں کی محبت۔ باپ کی محبت دلون سے جاتی رہی ہے۔ اور زن پرستی نے دلون پر قبضہ کرلیا ہے۔ اس لئے خدا کے ساتھہ بھی اسی شان کی محبت برتی جاتی ہے۔ جو خلاف شان ربوبیت ہونے کے سبب خلاف غیرت خداوندی ہونے کے سبب سراسر نارسا ہے۔ راما۔ چھیلا۔ سنولیا وغیرہ الفاظ غلط نسبت پیدا کرتے ہین جس سے جوانی کا سا جوش و ابال کھا جاتا ہے۔ مگر اس مین تقدس نہین۔ اور عظمت کبریائی نہین۔ اس لئے یہہ نارسا ہے۔ نبی کے چھرے کے نور مین ان باتون کی صحت کرلو

انسان والدین کو کس عظمت اور پاک محبت سے یاد کرتا ہے۔ بلکہ والدین کی چیزون کے ساتھہ جو والدین سے منسوب ہون کس طرح کا ادب کرتا ہے۔ کہ والدین کے پلنگ پر نہین سوتا۔ والدین کی جگہ پر نہین بیٹھتا۔ والدین کا ملبوس نہین پہن لیا کرتا۔ اوسی طرح خالق حقیقی کے ساتھہ ادب اور شعائر اللہ کی عظمت ملحوظ رکھنا اور اقتضائے عبودیت سمجھنا چاہیے۔ من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ٥ جو کوئی شعائر اللہ کی عظمت کرتا ہے تو وہ دلون کی پرہیزگاری سے کرتا ہے (حج ۴) جبطرح والدین کے ساتھہ ظاہری

اور باطنی دونون ادب کرتے ہو کم سے کم ظاہری ادب تو فروگذاشت نہین کرتے۔ جو والدین کا ادب نہین کرتا وہ خلق اللہ مین ملعون سمجھا جاتا ہے اوسی طرح بلکہ اوس سے بھی زیادہ تر خالق حقیقی کا ادب ملحوظ رکھو۔ ظاہری اور باطنی دونون۔ یعنی شریعت اور طریقت دونون کی نگہداشت کے ساتھہ ورنہ کم سے کم ظاہری ادب سے تو نہ چوکو کہ روسیاہ نہ سمجھے جاؤ۔ اس لئے نماز روزہ اگر ظاہری ہی ادب کے ساتھہ ہو سکے تو اس سے تو فروتر نہین جو ظاہری ادب والدین کے ساتھہ برتتے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ جسم بے روح مردہ ہے۔ عبادت بے اخلاص وحضور قلب۔ علیم ظاہر و باطن کے حضور مین کوئی ہستی نہین رکھتی۔ مگر ظاہر بینون سے تمھارا چٹھکارا ہو جائے گا۔

غرض ایسی ہی محبت کے ساتھہ خدا کا ذکر کیا کرو۔ اوس نے فرمایا۔ قد افلح من تزکی ۝ وذکر اسم ربہ فصلی ۝ بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا ۝ والاٰخرۃ خیر وابقی ۝ ان ھذا لفی الصحف الاولی ۝ صحف ابراھیم وموسی ۝ بے شک وہ مراد کو پہونچا جس نے تزکیہ کیا اور خدا کے نام کا ذکر کیا۔ اور نماز پڑھی بلکہ تم مقدم رکھتے ہو حیات دنیاوی کو حالانکہ آخرت کہین بہتر اور پائدار ہے۔ یہی بات تو اگلے صحیفون مین بھی یعنی صحیفہ ابراہیم اور موسیٰ مین بھی (اعلےٰ) اگر ذکر سے خدا کو یاد کرنے کے معنی لئے جائین۔ تو اسم کا لفظ بیکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے نام کو یاد کرنے کے معنی مصطلح ذکر ہی کے ہین۔ اسکے سوا تزکیہ کو تعلق ذکر مصطلح سے ہی ہے۔ اس سے یہہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قوم ذکر مصطلح سے واقف تھی اس لئے مصطلح ذکر کو بتانے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ خدا نے فرمادیا۔ کہ جس نے تزکیہ کیا وہ بامراد ہوا یعنی جس نے ذکر اسم ذات کیا اور نماز پڑھی اور اسکو کاروبار دنیاوی پر مقدم کیا۔ اور آخرت کو بہتر اور باقی سمجھا۔ یہہ کوئی نئی ہدایت نہین کی گئی یہی ہدایت حضرت ابراہیم کے صحیفہ مین اور توریت مین اور کل اگلے صحف مین بھی گئی تھی اسی لئے کل دینون مین مصطلح ذکر کا وجود پایا جاتا ہے گرچہ بگڑکر وہ غیر المقصد کے لئے ہو گیا۔

فویل للقسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ اولئک فی ضلل مبین۔ افسوس ہے جنکے قلوب ذکر اللہ

کی طرف سے سخت ہین (کہ وہ مرض سخت دلی کے سبب ذکر نہین کرتے) تو یہہ صریح گمراہی مین ہین (زمر ع ۳) کیا اس سے صاف نہین واضح ہوتا کہ ذکر کو تعلق ہے قلب سے۔ جبکا قلب سخت ہوتا ہے وہ ذکر نہین کرتا۔ ورنہ یاد کی طرف سے قساوت قلبی کے کیا معنی کون کافر ہے کہ باہمہ کفر و شرک بھی کم سے کم تذکرہ کے وقت مصیبت کے وقت اوسکو خدا نہ یاد پڑ جاتا ہو۔

فالٰھکم اللہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم۔

لوگو! تم سب کا خدا خدائے واحد ہے تو اپنے کو اوسی کے حوالہ کرو۔ اور عاجزی کرنے والون کو بشارت دو۔ عاجزی کرنے والے وہ ہین کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ (یعنی جب وہ ذکر کرتے ہین) تو اونکے قلوب ڈر جاتے ہین۔ (حج ع ۵) اگر ذکر مصطلح کو خدا نے نہین فرمایا ہوتا تو وجلوا فرماتا۔ یعنی خدا کے نام سے وہ دہل جاتے یا ڈر جاتے ہین۔ اور جب وجلت قلوبھم فرمایا تو اوسکے معنی یہی ہین کہ وہ ذکر جسکو تعلق قلب سے ہے۔ ذکر کر کے دیکھ لو کہ اس آیت کی وضاحت یون ہوتی ہے یا ذکر مصطلح سے ہوتی ہے۔ اگر وہ باقاعدہ کیا جائے۔

خدا نے اس کو اور بھی صاف کر دیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔ اور نہ کہا مانیو اوس کا جس کے قلب کو ہم نے ذکر سے غافل کر دیا (کہف ع ۴) ذاکر ہوتا ہے قلب۔ اور غافل ہوتا ہے یہہ غفلت قلب کی سخت بیماریون مین سے ہے تو قلب کو یاد سے غافل کرنے کے کیا معنی ہون گے آدمی یاد سے غافل ہوتا ہے۔ خیال اور دہیان یاد نہین کرتا۔ وہ غافل ہے۔ اور قلب غافل ہوتا ہے ذکر قلبی سے۔ توریت مین آنحضرت کی پیشین گوئی ہے۔ اوس مین آپ کا نام احمد تک موجود ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم مگر عیسائیون نے اوسکا ترجمہ کر دیا حمد کیا گیا۔ اور معرفہ کو نکرہ بنا دیا۔ اوسی طرح جسکا جی چاہے ہر جگہ ذکر کا ترجمہ یاد کرنا کر دے تو وہ آپ گھاٹا اوٹھاے گا۔ کہ وہ ہر وقت قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم خدا کی یاد کا دعویٰ تو کرے گا۔ مگر وہ عند اللہ سنہ بولا دعوے ہوگا۔

الم یان للذین اٰمنوا اَن تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ۔ کیا مومنون کے لئے وہ وقت نہین آیا کہ اللہ کا ذکر کرتے وقت اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت اونکے دل گداز ہون (حدید ع ۲) یعنی ذکر کے وقت دل کو گداز ہونا چاہیئے۔

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا اوس کے نام کا ذکر کیا کرو۔ اور اوسکے ساتھہ جٹ جاو جٹنے کا حق ہے (مزمل ع ۱) یہہ مصطلح ذکر کا حکم ہے اور تبتل حقیقت ذکر ہے۔ مذکور مین فنا ہوجانا۔ وہ ذکر نہین کہ تیلی کے بیل کی طرح معمولاً بے خبری سے چکر لگاتے رہو کہ چلے بھی۔ اور نہ بھی چلے۔ جہان تھے وہین کے وہین۔ ایسا ذکر کیا کہ مذکور کی طرف دل جہانکے تک نہین۔ ایسا ذکر کیا کہ مذکور کو دل پکارے تک نہین۔ ذکر تو وہ کہ ہر دفعہ دل پکار اوٹھے کہ اے مقصود تو کہان ہے۔ اے محبوب تو کدہر ہے یہان تک کہ مذکور مین فنا اور تبتل حاصل ہو۔ یہہ ذکر مقصود تک رسا ہوگا۔ ذکر ہی فکر کا دروازہ کھولتا ہے یہی غفلت سے بے پناہ دشمن پر فتحیاب کرتا ہے۔ یہی وہ پہرہ دار ہے کہ جب یہہ پہرہ پر ہوتا ہے تو رات دن ہمارے سوتے جاگتے ٹہلتا رہتا ہے اور کسی چور اور ڈاکو کو راہ نہین دیتا ہے۔ یہی ذکر طلب خالص ہوکر۔ مودت ہوکر۔ محبت ہوکر جلت ہوکر۔ محبوب مین فانی اور عبودیت ہوکر محبوب کے ساتھہ باقی ہوجاتا ہے اللہ اللہ تو کیا ہے اور تیرا ذکر کیا۔ قربان تیرے اور صدقے تیرے نام کے یہی تبتل حقیقت ذکر اور فنا ہے۔ فنا کے معنی معدوم ہونے کے نہین بلکہ تمام ترکیوہونے کے ہین۔

لوگو! ذکر کی ایسی نعمت۔ سانس کی غافلانہ آمد و شد اور ضرب کی لعبتانہ پہول کی چھڑیون سے نہین حاصل ہونے کی اس ہین کوشش درکار ہے کہ ہوا اور صحیح ہوا اور بہت ہو۔ یا ایہا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا مومنو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو۔ اور اوس کی تسبیح کیا کرو صبح و شام (احزاب ع ۶) یہہ تو منافقون کی شان ہے کہ وہ خدا کو بہت کم یاد کرتے ہین۔ لا یذکرون اللہ الا قلیلا (نساء ع ۲۱) خدا نے بہت ذکر کرنے کو کہا۔ اور تسبیح کو بھی اور صبح و شام۔ تو جطرح اوسکی تسبیح کرو

اوسی طرح اوسکا ذکر کرو۔ اگر اوس کی تسبیح سبحان اللہ سے کرو تو اوسکا ذکر بھی اللہ اللہ سے کرو۔ اور کم سے کم صبح و شام تو کر لیا کرو۔ دوسری جگہ خدا نے دوام ذکر کی تاکید دی ہین۔ وہ بیان کی جائینگی۔

اوپر کی آیت مین یہہ خیال ہو سکتا تھا کہ صبح و شام ہم کس ذکر کے ماموہین تو خدا نے فرمایا۔ واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا۔ خدا کے نام کا صبح و شام ذکر کیا کرو۔ (الدھر ع۲) اے اسلام کے فرقہ! ایسا نہین کہ صوفیون سے اختلاف کے پیچھے ان آیات کی تعمیل کے بجائے ان آیتون کے نافرمان ہو کر بارگاہ خداوندی کے مردود ہو۔ اور ذکر کی بیقدری کرو۔ ذکر تو خدا کی یاد ہی ہے تو یاد رکھو۔ ولذکر اللہ اکبر۔ خدا کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اوس سے غفلت نکرو کم سے کم صبح و شام تو کر لیا کرو۔

ادعوا ربکم تضرعًا وخیفۃ۔ خدا کو بہ تضرع پکارو اور آہستہ (اعراف ع۷) ذکر کیا ہے خدا کو پکارنا ہی ہے وہ تو دل کی آواز کو سنتا ہی ہے۔ پھر اوسے زور سے کیون پکارو۔ خدا نے اسکو خود ہی واضح بھی کر دیا۔

واذکر ربک فی نفسک تضرعًا وخیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والآصال ولا تکن من الغٰفلین۔ خدا کو اپنے نفس مین یاد کیا کرو بہ تضرع اور بہ خفا۔ زور سے نہین۔ پکار کے نہین۔ کم سے کم صبح و شام تو یاد کر لیا کرو۔ کہ غافلون مین نہ ہو جاؤ۔ (اعراف ع۲۴) یہہ مین کیونکر بتاؤن کہ ذکر قلبی ترقی پاکر ذکر نفسی ہو جاتا ہے کہ ذاکر کا نفس اور اوسکا سارا وجود ذاکر ہو جاتا ہے۔ جسکو اس آیت مین خدا نے فرمایا۔ مین اسے کیونکر بتاؤن جس نے سیٹھا چکھا نہو۔ اوسے سٹھاس کیونکر بتا سکتے ہو۔ جب تک چکھاؤ نہین۔ سارے کیفیات کا یہی حال ہے خدا نے واذکر ربک فی نفسک فرمایا تم اس جملہ سے تسکین کر لیتے ہو۔ کہ خدا کو جی مین یاد کرو تو خیفہ بیکار ہو جاتا ہے فی نفسک بھی اور خیفہ بھی کیا معنی تو در حقیقت خدا ذکر نفسی کو فرما رہا ہے جسکا کچھ بیان سلطان الاذکر مین آئے گا۔

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا۔ سونیمین کے پہلو بستر دن سے آشنا نہین ہوتے وہ خوف و رجا کے ساتھہ خدا کو پکارتے رہتے ہین۔ (السجدۃ ع۲) یعنی خدا کا ذکر

خوف و رجا کے ساتھ کرنا چاہیئے بدعون کا لفظ ہے کوئی کسی کو پکارتا ہے تو نام ہی لیکر۔ اس لئے یہہ بالعموم یاد کی نسبت نہیں بلکہ ذکر کی نسبت ہدایت ہے۔

لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ۔ مال و اولاد خدا کا ذکر بھلا کر تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ (المنفقون ع۲) کاروبار میں یا اولاد کے متعلق کاموں میں یعنی سارے کاموں میں ذکر جاری رہے۔ دل بیشک دوست بکار ایسا ہو کہ مال و اولاد کی مشغولی تمہیں خدا کا ذکر بھلا دے۔ اور تم ہلاکت میں پڑو یعنی ذکر سے غفلت موجب ہلاکت ہے۔ اسی طرح ذکر میں بھی غفلت نہ ہونی چاہیئے۔ کہ ذکر ہو بھی تو غافلانہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو خدا نے فرمایا۔ لا تنیا فی ذکری میرے ذکر میں غفلت نہ کرنا (طٰہٰ ع۲) غافلانہ ذکر ذکر نہیں ہے وہ رسم و رواج کے مطابق خدا کے سخر کرنیکا عمل ہے یا گنتی پوری کرنے کی تاثیر مطلوب ہوتی ہے۔ اور یہہ طلب کی بے راہ روی ہے۔ طالب تاثیرات و مقامات طالب خدا نہیں ہوتا۔ طلب میں اخلاص لازم ہے۔

اولو الالباب کو خدا نے فرمایا ہے۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموٰت و الارض عقلمند وہ ہیں جو کھڑے بیٹھے لیٹے (یعنی ہر وقت) خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور نظام آسمان و زمین میں فکر کرتے رہتے ہیں (آل عمران ع۲۰) اس آیت میں خدا نے صاف ذکر و فکر کی ہدایت فرمائی ہے۔ ہر وقت ذکر مصطلح کرنے کے معنی نہیں۔ بلکہ بالعموم ہر وقت یاد کرنے کے معنی لو۔ بالعموم تو وہ فکر میں آجائے گا جسکی ہدایت الگ سے موجود ہی ہے۔ اور فکر کو الگ کر دو تو ایسی یاد ناممکن۔ اس لئے بالضرور یہہ ذکر مصطلح یعنی ذکر قلبی کی ہدایت ہے۔ اور غایت ذکر۔ فکر ہی ہے غرض کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت ذکر کرنا ہدایت ربانی ہے۔ صرف ترجمہ کر دینے اور اختلافات مفسرین کو بڑھ دینے سے کام نہ چلے گا۔ عمل درکار ہے عمل تو کبھی تم نے اس ہدایت آیت ربانی پر غور کیا ہے اس پر چلنے کی کوشش اگر کی ہے تو بتاؤ تو سہی کہ تم کسطرح اس پر کامیاب ہوئے۔ تم کسطرح کامیاب

ہو سکتے ہو۔ کیونکہ تم یا تو ترجمہ ہی کر دینے کو عمل سمجھتے ہو۔ اس لئے ذکر و فکر کرنے سے کیا کام۔ یا چونکہ فرقہ صوفیہ ان ہدایات پر عمل کرنے کے پیچھے جان دئے ہوئے ہے تو تعصب تم کو کس طرح اون کی مشابہت کی اجازت دے۔ یا تم ایسے ذکر و فکر کو محال سمجھتے ہو کہ کاروبار بھی اور ذکر بھی۔ تم اس پر ایمان لا ہی نہیں سکتے رجال لا تلھیھم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ — خدا کے بندے ایسے ہیں کہ اون ہیں ذکر خدا سے نہ تجارت مانع ہے نہ بیع (النور ۵)۔

ذکر کا لگاؤ سانس کے ساتھ کیوں دیا گیا۔ اسکو پاس انفاس کی سرخی میں بیان کرونگا یہاں پر اتنا ہی کہدینا کافی ہوگا کہ سینے اوپر بیان کیا ہے کہ یہہ ذکر قلبی سفر وحدہ ازلی ہے۔ صحف ابراہیم۔ اور صحف موسیٰ علیہم السلام سب میں یہہ حکم تھا چونکہ یہہ حکم ازلی ہے۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ خدا کے نام کا ذکر کیا کرو۔ قوم ذکر کے اصطلاح سے واقف تھی عامل ہوئی اور اسی لئے سارے مذہب میں یہہ پایا بھی جاتا ہے ذکر کیونکر کیا جائے۔ خدا نے کس طرح ہماری ہدایت فرمائی ہے وہ سینے کسی قدر بیان کر دیا مختصراً یہہ کہ ابتداً اللہ اللہ کی رٹ لگاؤ زبان سے ہو یا دل میں۔ یہہ بھی بیان کیا کہ ذکر کو تعلق قلب سے ہے تو اللہ کے نام کا ذکر یعنی ذکر اسم ذات قلب سے کیا کرو۔ یہی ترقی پاکر ذکر نفسی ہو جائے گا جسکو سلطان الاذکار لکھا جاتا ہے۔ یہہ ذکر محبت کے ساتھ ہو۔ اوسکی عظمت و جلالت کے خیال کے ساتھ ہو۔ اوسکی تنزیہہ و تقدیس کے دھیان کے ساتھ ہو۔ ادب ظاہری اور باطنی کے ساتھ ہو خشوع و خضوع کے ساتھ ہو تبتل کے ساتھ یعنی مذکور میں فنا ہو کر ہو۔ کثرت کے ساتھ ہو۔ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت ہو۔ بہ تضرع و بہ خفا ہو۔ بہ خوف و رجا ہو۔ کم سے کم صبح و شام ضرور ہو۔ ورنہ ہر وقت ہو۔ غفلت کے ساتھ نہ ہو۔ ذکر میں اور کوئی وسوسہ یا خیال نہ آئے کہ موجب ہلاکت ہو۔ تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام توجیہ ذکر اسم ذات ہے ذکر کلمہ طیبہ بھی ہے۔

ذکر کلمہ طیبہ

الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا ویضرب الامثال للناس لعلھم یتذکرون ۔ کیا تم نے خیال نہین کیا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی کیسی مثال دی کہ کلمہ طیبہ اک پاک درخت کے مانند ہے۔ اوسکی جڑ مضبوط ہے اور اوسکی شاخ آسمان مین ہے۔ حکم خداوندی سے ہر وقت وہ پھل لاتا ہے۔ اللہ لوگون کے لئے مثال بیان فرماتا ہے کہ لوگ سوچین سمجھین (یاد کر کیا کرین) (ابراھیم ۷ع)۔

کلمہ طیبہ کے ہی ذکر کو خدا نے بیان فرمایا ہے۔ اسی کی جڑ دل مین ہے۔ ایسی مضبوط جسکو کوئی اوکھاڑ نہین سکتا۔ بادشاہ وقت بھی نہین کیونکہ کسی کی دسترسی وہان تک ہو ہی نہین سکتی۔ جب اوسکی صفت بلفظ ثابت بیان کی گئی ہے اور اوسکی شاخین آسمان مین ہین تو یہہ کس کی صفت ہو سکتی ہے۔ بجز ذکر کے جسکا مذکور اعلے سے اعلے ہے۔ ہر وقت وہ پھل لاتا ہے۔ یہہ کونسا درخت ہو سکتا ہے۔ بجز ذکر پاس انفاس کے مثالاً خداوند عالم نے ذکر کلمہ طیبہ اور اوسکے پاس انفاس کو صریح اور صاف بیان فرمایا ہے۔ یہہ پاس انفاس کی دائمی لذت ہر وقت کا پھل لاتا ہے ورنہ دنیا مین کوئی درخت بتاؤ جو ہر وقت پھل لاتا ہو اور ان صفات سے متصف ہو۔ خدا نے خود بھی فرمادیا کہ ہم نے کلمہ طیبہ کو مثالاً کیون بیان کیا تا لوگ سوچین سمجھین اور ذکر کیا کرین۔

کلمہ طیبہ کا ترجمہ اچھی بات کر دنیا ویسے ہی ہے۔ جیسے صلواۃ وزکواۃ سب کا ترجمہ کرو دکہ صلواۃ کے معنی دعا اور زکواۃ کے معنی پاک کرنا تو چلو صلواۃ وزکواۃ سب سے چھٹی ہوئی۔ حالانکہ صلواۃ وزکواۃ کی طرح کلمہ طیبہ کی اصطلاح بھی قولاً اور متواتراً ثابت ہے کہ کسکو کہتے ہین۔ اسی کے کہنے اور اسی پر یقین کرنے سے لوگ مسلمان ہوتے آئے اور مسلمان ہوتے ہین۔ اگر ایسا نہ سمجھا جائے تو ایسے مہتم بالشان کلمہ کی سند قرآن مجید مین نہ ملے گی۔

علاوہ اس عمل متواتر کی سند کے کہ کلمہ طیبہ ہی ایمان کے لئے پیش کیا جاتا تھا۔ اس اصطلاح کو بھی سمجھے

دکھانا ہے کہ کلمہ طیبہ کا مفہوم لا الہ الا اللہ تھا بھی اور ہے بھی۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد پنجم سورۂ ابراہیم کی تفسیر صفحہ ۴۹ میں لکھا ہے۔ جہاں اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے قال ابن عباس الکلمۃ الطیبۃ ھی قول لا الہ الا اللہ۔

اسی کو یوں بھی دیکھو کہ اسکے بعد دوسری آیت میں کلمہ خبیثہ کا بیان ہے۔ ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض ما لھا من قرار اور مثال کلمہ خبیثہ کی یہہ ہے کہ وہ درخت خبیث کے مانند ہے۔ جو پتھر پر ہے کہ اوسکو قرار نہیں یہہ کلمہ کفر ہے۔ اور اوسکے مقابل میں وہ کلمہ ایمان۔

ان دونوں آیتوں کے بعد خدا فرماتا ہے یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ خدا ایمان والوں کو دنیا و دین دونوں میں ثابت رکھے گا۔ قول ثابت وہی ہے جسکو اوپر کی آیت میں خدا نے فرمایا۔ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء یعنے کلمہ طیبہ۔ خلاصہ یہہ ہوا کہ اگر مومنین ذکر کلمہ طیبہ جاری رکھینگے تو دنیا و دین دونوں میں وہ بھلے حال میں ہونگے۔

دوسری آیت خدا نے فرمائی۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ کلمہ طیبہ خدا کی طرف عروج کرتا ہے اور عمل صالح اوسے بلند کرتا ہے۔ (فاطر ۲) اتقان فی علوم القرآن للسیوطی جلد اول چھاپہ مصر صفحہ ۱۱۹ بیان معانی لغات القرآن میں لکھا ہے۔ الکلم الطیب ذکر اللہ والعمل الصالح اداء الفرائض۔ مگر اسم اللہ کلمہ ہے اور کلم جمع ہے۔ اس لئے کلم الطیب سے ذکر اللہ مراد لینے کے بجائے ذکر کلمہ طیبہ سمجھنا چاہئے۔ اور عمل صالح سے صرف فرائض مراد لینا بھی قرآن کی تقسیم کو تخصیص کرنا ہے۔ عمل صالح کے معنی عمل بالقرآن کے ہیں۔ احکام و ہدایت سب۔ غرض کلمہ طیبہ کے فوائد عمل صالح ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ہفتم مطبوعہ مصر صفحہ ۳۳ کلم الطیب کو لکھا ہے۔ لا الہ الا اللہ اوپر کی دونوں آیتوں القول الثابت اور الکلم الطیب میں الف لام موجود ہے۔ یہہ بھی خاص اصطلاح کو یعنی

کلمہ طیبہ کو ہی بتا رہا ہے۔ اور یہہ الفاظ اسی معنی کو مساعد بھی ہین۔

سورہ النبأ مین خدا نے فرمایا۔ یوم یقوم الروح والملئکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا ـــــ جسدن روح اور فرشتے قطار باندہ کر کھڑے ہون گے کسی کے منہ سے بات تو نکلے ہی کی نہین مگر جسے خدا اجازت دے اور جس نے کلمہ طیبہ پڑہا ہو۔ قول صواب کے معنی اتقان مین لا الہ الا اللہ کے لکھے ہین۔

غرض قول ثابت۔ کلم الطیب اور قول صواب یہہ سب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہی کے نام ہین۔ اور کلمہ طیبہ کے ذکر کو مینے اوپر کی آیت مین بیان کیا ہے۔ اس لئے یہہ سب اوسی ذکر کی طرف اشارہ کرنے والی آیتین ہین۔

اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین والزمھم کلمۃ التقوی وکانوا احق بھا واھلھا وکان اللہ بکل شی علیما ہ

جبکہ کافرون نے اپنے دلون مین ضد کی ٹھان لی وہ بھی جہالت کی ضد تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنون پر اپنی تسکین بھیجی اور اون کو کلمہ تقوے کو لازم یعنی جاری کر دیا۔ کیونکہ وہ اوسکے حقدار اور اہل تھے۔ اور اللہ تو ہر شے کا دانائے حال ہے (الفتح ع ۳) خدا نے اپنی تسکین اوتاری۔ اور تسکین کی نسبت اوس نے فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سن لو کہ خدا کے ذکر ہی سے تسکین دلی حاصل ہوتی ہے (رعد ع ۴) اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اون کے قلوب ذاکر کر دیئے گئے جس سے اونکو تسکین ہوئی۔ اور الزمھم کلمۃ التقوی صاف کلمہ طیبہ کے پاس انفاس کے لازم اور جاری ہونے کو بتا رہا ہے۔ اوس نے یہہ بھی فرما دیا کہ چونکہ وہ اوسکے حقدار اور اہل تھے۔ اس لئے خدا نے اونکا ذکر جاری کر دیا۔ کر کے دیکھو جو قت کرنے والا اوسکے اہل ہو جاتا ہے۔ تو ذکر ایسا لازم ہو جاتا ہے جیسے حیات کے لئے نفس کی آمد و شد۔ ہزار چاہو کہ نکرہ نہین ہو سکتا۔ ذکر ہے کہ دم کے ساتھ ہے۔

چونکہ ذکر جاری ولازم خفی ہی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے خدا نے فرمایا۔ وکان اللہ بکل شئ علیما یعنی خفی در خفی ہو تو کیا وہ ہر شے کا کما حقہ دانا ہے۔ کلمہ طیبہ کا ہی نام کلمہ تقوا بھی ہے۔ جو خدا نے اوپر کی آیت مین فرمایا ہے۔ کیونکہ اسی کلمہ مین ماسوائے اللہ سے تبری اور پرہیز ہے۔ اور یہی کمال تقوے ہے یہی صریحی معنی اس آیت کے ہین جسمین نہ تاویل کی گئی ہے نہ مرادی معنے لئے گئے ہین۔

واذکر ربک اذا نسیت وقل عسی ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشدا ۱۲ اپنے پروردگار کا ذکر کرتے رہو۔ اسوقت بھی کہ بھولو اور کہدو امید ہے کہ خدا ہمین اس سے بھی قریب تر راہ رشد کی ہدایت کرے (کہف ۷۴) حالت نسیان اور بے صبری مین بھی ذکر کرتے رہنا اسکی صورت سوائے اسکے ہے نہین کہ قلب ذاکر ہو کر ایسا جاری ہو جائے کہ اوٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے غفلت اور بھول مین بھی ذاکر رہے۔ جب ذکر حالت نسیان مین بھی ہوگا۔ صریح معنی موجود ہین۔ تو تاویل اور توڑ مروڑ کیون کرو۔ غایت ذکر فکر ہو جاتی ہے۔ اور یہی فکر رشد کی قریب تر راہ ہے جسکی امید کی گئی ہے۔ آیت صاف اور واضح ہے۔ اور بکمال ہادی الے اللہ ہے۔ اس آیت مین ذکر پاس انفاس اور پاس انفاس پر استقامت کی ہدایت ہے اور پاس انفاس کے لئے یا ذکر اسم ذات ہے یا ذکر کلمہ طیبہ ہے اور اذکار اسماء حسنیٰ تو موقت ہین۔ حسب اقتضائے مرض بدلتے رہین گے۔

وھدوا الی الطیب من القول وھدوا الی صراط الحمید۔ ۲۴ ہدایت کئے گئے کلمہ طیبہ کی اور ادن کو صراط اللہ دکھائی گئی (حج ۲۴) یعنے آغاز کتاب تصوف قرآنی مین بیان کیا ہے کہ صراط مستقیم صراط الحمید یہہ سب نام ہین صراط اللہ یعنی تصوف کے اور اوسکی آیتین وہان دی گئی ہین تو خدا کا مطلب یہہ کہ صراط اللہ یعنی تصوف کے رہرو کو کلمہ طیبہ کے ذکر کی ہدایت کی گئی۔ قول طیب کلمہ طیبہ ہے جو موصل الے المطلوب ہے۔

ضرب

خدا فرماتا ہے ان الشیطن لکم عدو فاتخذوہ عدوا ۔ شیطان تمہارا دشمن ہے تو اوس سے دشمنا برتاؤ کرو (فاطر ع۱) اس برتاؤ کو خدا نے میری راے پر چھوڑا ہم جیسے چاہین اوس سے مقابلہ کرین۔ اوسکو زیر کرین۔ اور صراط اللہ کو بے خطر نبائین۔ اس لئے شیطان سے ہم مختلف موقعہ پر مختلف برتاؤ کرتے رہین۔ شیطان غلط امیدون اور ناشدنی ہوسون کا سبز باغ دکھا کر غافل کرنے آتا ہے۔ تو ہم اپنے کو مرتا ہوا اور پھر مرا ہوا۔ اپنے جنازہ کو اوٹھاتا ہوا۔ پھر مدفون ہوتا ہوا۔ جنازہ کے گرد اپنون اور بیگانون کو روتا ہوا۔ پھر اون کو اپنے اپنے دھندھون مین مصروف الگ سے کھڑے دیکھتے ہین۔ اور اس دم اللذات کے آلات حرب سے شیطان کے دھوکے کی ٹٹیون کو کاٹ کاٹ گرا دیتے اور غفلت اور ناروا ہوسون سے محفوظ ہو جاتے ہین۔ جب دشمن دور ہوتا ہے تو توپ اور بندوق سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور جب نزدیک ہوتا ہے تو تلوار و سنگین سے۔ تو شیطان جیسا پوشیدہ دشمن اور اوس سے جیسی پوشیدہ جنگ ہے اوس کے لئے ویسے ہی آلات حرب بھی درکار ہین۔ ورنہ صرف شیطان کو شیطان کہنے اور اوس کی شیطنت کو بیان کرنے سے نہ وہ بھاگیگا نہ تم اوسکی شیطنت سے بچوگے۔

عبادت و ریاضت کے وقت دشمن بھی جدوجہد کرتا اور ٹرنچ مین بیٹھا مشین گنس چلاتا رہتا ہے تم وہان کے بیلون پر اوڑکر پہونچو۔ اور اوسکی سنراکرو۔ ضرب کے معنی مارنے کے ہین۔ یہہ گویا زپلین سے دشمن کے ٹرنچ مین بم پھینکنا ہے کہ وہ اپنے بل چل مین پھنسے۔ اور تمہارا دھیان یکسو ہو۔ اور اولئک کتب فی قلوبھم الایمان (مجادلہ ع۳) کلمہ ایمان کے نقش سے نگاہ ہٹنے نہ پائے اور مقصود کی طلب سے توجہ ٹلنے نہ پائے۔ تاکہ ایمان کامل اور کامل تر ہو۔ اور طلب کی راہ سے کانٹے دور ہون۔ یہہ مجازکردہ صورت مین مجاہدہ ہے۔ اس ضرب سے مقصود اسی قدر ہے کہ دھیان ادہر ادہر ہو تو مجتمع ہو جائے کہ بغیر اجتماع دھیان کے راہ پانی دشوار ہے جب شیطان بہائتا جاتا اور دھیان مجتمع ہو جاتا ہے۔ تو ضرب آپ سے آپ دھیمی پڑکر بند ہو جاتی ہے۔ اور فکر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ کوئی شیطان سے دشمنی نہ رکھے۔ یارانہ بھی

رکھے تو وہ جائے جہنم مین۔ اوسکو نہ خدا طلبی نہ مجاہدہ سے مطلب تو وہ نہ اس آیت کا مخاطب وہ میرا مخاطب
اسکے سوا ذکر کے بیان مین ہم نے سورہ اعلیٰ کی آیت دیدی ہے کہ خدا کے نام کا ذکر یعنی ذکر مصطلح
ازلی ہے یہی صحیفہ ابراہیم۔ اور صحیفہ موسیٰ علیہم السلام مین تھا اور دیکھتے بھی ہین کہ یہی مصطلح ذکر جسمین ضرب
بھی ہو اور ادیان مین بھی پایا جاتا ہے جو دین ضایع ہو کر بت پرستی تک کو پہونچ گئے ہین۔ اس سے واضح
ہوتا ہے کہ ذکر مصطلح اسلام ازلی کا فرض ہے۔ اور ازلی فرض ہے خدا نے واذکر اسم ربک وتبتل
الیہ تبتیلا (مزمل ع۱) فرمایا قوم اصطلاح سے واقف تھی حکم سنکر عامل ہوئی یہ سوال پیدا ہی نہوا کہ۔
یارسول اللہ ما الذکر اسی لئے تیرہ سو برسون سے یہی ذکر مختلف طریقون مین باسناد شجرہ جاری
ہے۔ دین ازلی کی وضاحت قرآن مجید کی بہتیری آیتونے شرعۃ الحق مین کی گئی ہے۔

پاس انفاس

احکام ذکر مین بیان کر چکا کہ یہہ مفروضہ خداوندی ہے۔ اور یہہ بھی کہ کیونکر کس طرح اور کن کن اوقون
کی نگہداشت کے ساتھہ اسکی تعمیل فرض ہے۔ ساتھہ اوسکے خدا نے فرمایا۔ فاذا قضیتم الصلوٰۃ
فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبکم فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ
کانت علی المومنین کتابا موقوتا پھر جب تم نماز پوری کر چکو۔ تو اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ کھڑے
بیٹھے اور لیٹے یعنی ہر وقت۔ پھر جب تم مطمئن ہو تو نماز قایم کرو۔ بے شک نماز مومنون پر فرض موقت
ہے (النساء ع۱۵) اگر فاذکروا اللہ کے معنی ذکر مصطلح کے نہ لو۔ اور صرف اوسکا لغوی ترجمہ کردو
یعنی یاد کرنے کے معنی لو تو یہہ صحیح نہوگا کیونکہ اقم الصلوٰۃ لذکری نماز تو خود خدا کی یاد کے لئے ہے
تو اسکے معنی یہہ ہون گے کہ جب خدا کو یاد کر چکو تو یاد کرو ہر وقت۔ اس لئے میری سمجھہ مین یہہ آتا ہے کہ
خدا دو فرض کو بیان فرما رہا ہے ایک موقت ہے اور دوسرا ہر وقت موقت تو یہہ نماز ہے۔ بعد نماز
ایسا نہ سمجھو کہ جیلو جمعہ اوتر گیا۔ بلکہ اب ہر وقت ذکر کرتے رہنا ہے کہ خدا کسی وقت نہ بھولے۔ یہان

تک کہ سہو و نسیان کی حالت مین بھی جیسا کہ اوپر سورۂ کہف کی آیت واذکر ربک اذا نسیت مین بیان ہوا ہے۔ خیر جو کچھ سمجھو تو اوسکی تعمیل بھی تو کرو۔ چاہے اوسکے معنی ذکر کے سمجھو یا یاد کرنے کے ذکر بھی تو یاد ہی کرنے کا ایک آلہ ہی ہے۔ جیسے یاد کرو۔ مگر یہہ ہر وقت یاد کرنا تو ضرور ہے۔ صرف ترجمہ کرنے یا جھوٹے غرور سے یہہ کیفیت حاصل نہین ہونے کی۔ لیکن تم ہر وقت کیونکر یاد کر سکتے ہو۔ تمھارا تو خیال ہوگا کہ یہہ محال ہے بغیر کاروبار دنیا دی چھوڑے ہوئے اور رہبانیت اختیار کئے ہوئے یہہ ہو نہین سکتا۔ مگر خدا نے فرمادیا۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ایسے لوگ ہین جنکو معاملات و کاروبار ذکر خداوندی بہلا کر لہو و لعب مین نہین ڈالتے یعنی غافل نہین کر دیتے (نور ۵) تاہم اس مین شک نہین کہ ہر وقت خدا کو یاد کرنا۔ ریاض طلب اور وقت طلب ضرور ہے۔ کیونکہ خدا نے بھتیرے حقوق بھی ذمہ لگائے ہین۔ اپنے لئے اور ادائے حقوق کے لئے کاروبار لازم اور ناگزیر۔ اوس پر شیطان ایمان کا دشمن اور نفس گھر کا رہزن ایسے حال مین کامیابی مشکل نہین بلکہ مشکل تر ہے۔ ان دقتون کو اگلون نے سمجھا اور فقہائے ربانی اور امام ربانی نے اس آزار کو پایا تو احکام ذکر کے تعمیل کی عقلیہ اک راہ نکالی۔ اون کی فکر نے اس راز کو کھولا کہ خدا نے سانس کی آمد و رفت بیکار نہین دی۔ زندگی بے سانس کے بھی ہو سکتی تھی۔ مگر خدا نے ایسا نظم کیون کیا کہ سانس کی اس آمد و رفت سے کسی حال مین چھٹکارا نہین۔ یہہ تو اوسکا فعل ہے کہ ظاہر مین سانس اک چیز ملی ہے کہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت جاری ہے اسی کے مطابق وہ ذکر کی ہدایت اسی طرح کرتا ہے کہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت کرتے رہو کہ وہ لازم ہو جائے۔ اوسکے قول و فعل مین لگاؤ۔ بدیہی ہے۔ اس لئے اگر ذکر کا لگاؤ سانس سے دیدو تو جسطرح سانس ناگزیر ہے۔ ذکر بھی ناگزیر ہو جائے گا۔ جسطرح سانس ہر حال مین چلتی رہتی ہے۔ ذکر بھی ہر وقت جاری ہو جائے گا۔

اس نقشہ کی صداقت پر اعمال نے شہادت دی اور تجربون نے مہر کی اس عقلی اور قطعی نقشہ سے

بھتر نہ کوئی راہ دوام ذکر کی نکل سکتی ہے نہ کسی نے نکالی۔ غرض ہے دوام ذکر کے تعمیل حکم سے۔ اگر کوئی اور کسی طریقہ سے ذکر کو اسطرح لازم بنالے تو مضایقہ نہین بسطلب حصول مقصود سے ہے۔ وہ جیسے حاصل ہو۔ مین اوس طریقہ کی بھی حمایت کرونگا۔ اور اوسے بھی اک تفقہ ہی سمجھونگا۔

باوجودیکہ نماز ایسا مہتم بالشان حکم ہے مگر اسمین اختلافات ہوے۔ اسکے طریقون مین اختلافات ہوے بلکہ اختلافات سے تو کوئی حکم بھی نہ بچا۔ اور باوجودیکہ روحانی طریقون مین بھی اختلافات ہوے اور بھتیرے فرقے پیدا ہوہو گئے مگر طریقہ ذکر مین کہ ذکر کا لگاؤ سانس کے ساتھہ ہو کسمین اختلاف نہوا کیونکہ اس سے بھتر کوئی راہ نکل نہ سکی۔ گویا اس تفقہ نے ایسی قطعیت پیدا کرلی ہے کہ عقل کو دوسری راہ جو اس سے بھتر ہو خدا کے حکم ذکر کی تعمیل کی ملتی ہی نہین۔ جو لوگ اس طریقہ کے منکر ہین۔ اور ذکر کے معنی ہر جگہ خدا کو یاد کرنے ہی کے لیتے ہین۔ اور اذکر ربک اور واذکر اسم ربک مین تفرقہ نہین کرتے کیا وہ بشہادت خداوندی خدا کے حضور مین اسکا دعوے کر سکتے ہین۔ کہ وہ ہر وقت خدا کو یاد کرتے ہین ویکفی باللہ شہیدا

اگر تم تفقہ کے نام سے گھبراؤ تو یہہ اک بات بھی قابل توجہ ہے کہ رہبانون مین ہندؤن مین تمام ذکر پایا جاتا ہے اور اسی سانس کے لگاؤ کے ساتھہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح کا ذکر حقیقی دین اسلام کا ذکر ہے جو ازلی ہے۔ یعنے شرعۃ الحق مین قرآن مجید کی مستند اور صریح آیتون سے بلا کسی تاویل کے یہہ ثابت کیا ہے کہ اسلام ازلی مذہب ہے۔ ساری قومون مین دین اسلام آیا جس نے صراط مستقیم یا صراط اللہ کی ہدایت کی مگر مسلمانون کے سوا سب نے کتاب اللہ ضایع کی تو سب کا اسلام بگڑ گیا۔ تو جطرح سب کا اسلام بگڑا کہ کفر و شرک کی حد کو پہونچا اسی طرح سب کا ذکر بھی بگڑا۔ اور اس نے بھی کفر و شرک کا رنگ اختیار کیا۔ مگر اب تک اس طریقہ کے ذکر کا وجود کہ ذکر کا تعلق سانس سے ہو۔ اون سب مین رہ گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم ذکر ازلی اور قطعی ہے۔ اور ذکر اصطلاحاً اسی کو کہتے ہی ہین۔ اس لئے جب خدا نے ذکر فرض کیا تو یہی مصطلح ذکر فرض ہوا۔ اسی لئے قوم نے

یہہ سوال پیش ہی نہ کیا کہ خدا کے نام کا ہر وقت ذکر کیونکر کیا جائے۔ اسکی تعمیل آسان نہ تھی۔ اس لئے اگر قوم جانتی نہوتی اور اس اصطلاح سے واقف نہوتی تو ضرور اسکا سوال اوٹھاتی۔ اس بیان کی وضاحت شہر عقد الحق مین صلواۃ کی زیر سرخی دیکھو۔

غرض ذکر کا سانس کے ساتھہ قایم ہوجانا کہ وہ سانس کی طرح ناگزیر ہوجائے اور کوئی سانس بےذکر کے خالی نہ جائے پاس انفاس ہے یعنی پاس انفاس اس آیت کی تعمیل ہے۔ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم۔ خدا کا کھڑے بیٹھے لیٹے یعنی ہر وقت ذکر کیا کرو۔

سلطان الذکر

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ اولئک فی ضلل مبین ۝ اللہ نزل احسن الحدیث کتبا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ ذالک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء ومن یضلل اللہ فما لہ من ھادہ۔ کیا وہ شخص جسکا خدا نے اسلام کے لئے انشراح صدر کیا ہو۔ کہین سخت دل کے برابر ہوسکتا ہے۔ وہ تو خدا کی روشنی پر چلتا ہے۔ تو افسوس ہے اونپر جنکے قلوب یاد خدا سے غافل ہوکر سخت ہوگئے ہین یہی لوگ تو صریح گمراہی مین ہین۔ خدا نے بہتر کلام نازل فرمایا یعنی ایک کتاب جسکی آیتین ملتی جلتی بھی ہین اور سمجھانے کے لئے بار بار دوہرائی بھی گئی ہین۔ تو جو گ خدا سے ڈرتے ہین اسکو سننے سے اون کے جلد کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین۔ پھر اون کی جلدین۔ اور اونکے قلوب نرم ہوکر ذاکر ہوجاتے ہین۔

یہہ ہے خدا کی ہدایت۔ اس سے ہدایت کرتا ہے جسکی چاہتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اوسکا کوئی ہادی نہین۔ (زمر ع ۳) سارا جسم یعنی روان روان ذاکر ہوجائے یہی سلطان الذکر ہے۔ اسکی دوسری صورت بھی ہے کہ اپنا سارا وجود ذاکر ہوجائے۔ کیفیات کے متعلق تصدیق صحت اور

اطمینان قلبی کیلئے قرآن مجید کا یہہ اشارہ اور کنایہ بس ہے چونکہ قرآن مجید کی یہہ روش نہین کہ وہ کیفیات مین الجھائے کہ طلب مین نقص واقع ہو اسلئے مزید تفصیل دینے کی نہین تو مین بھی مزید تشریح کا مجاز نہین اسکے یہہ معنی نہین کہ یہہ سر من الاسرار ہے بلکہ کیفیات بیان کی چیز نہین کیونکہ وہ کما حقہ بیان ہونے ہی کے نہین۔ مثلاً حس ہے۔ ذائقہ ہے انہین اگر تحو ہی کہو گے تو سمجھ مین کیا آیا یہی حال سارے کیفیات کا ہے۔ اس کیفیت مین پڑ کر تو اوسکو جانو وہ بیان مین کس طرح آئے۔

اس آیت مین خدا نے انشراح صدر کو فرمایا ہے۔ چونکہ یہہ فکر فی الانفس یعنی مراقبہ کی چیز ہے۔ اس لئے مین اسے مراقبہ مین بیان کرون گا۔ اوسوقت فھو علی نور من ربہ بھی منکشف ہوگا

القائے ذکر

اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبھم فاعرض عنھم وعظھم وقل لھم فی انفسھم قولاً بلیغا۔ یہہ وہ لوگ ہین کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ جو ان کے دلون مین ہے تو اون سے اعراض کرو اونکو وعظ و نصیحت کرو۔ اور اون کے دلون مین قول بلیغ کہو۔ وہ قول جو دل مین پہونچے (النساء ۹)

وعظ و نصیحت کے حکم کے بعد دل مین کسی کے کھنا جو پہونچکر رہے۔ القائے ذکر کی ہی ہدایت کرتا ہے ورنہ وعظیم کافی تھا۔ تاکید مقصود ہوتی تو قل لھم کافی تھا۔ اس لئے فی انفسھم اور قولاً بلیغا محتاج تدبر ہے۔ اور تدبر کرنے سے القائے ذکر ہی کی ہدایت ظاہر ہوتی ہے۔

نئے تعلیم یافتون کو القا کی تسلیم مین عذر ہوگا۔ کیونکہ روحانیات کی ساری باتین اونکو عقل مین نہ آنے والی معلوم ہوتی ہین۔ مگر اون کی ضمیر کو ہم یورپ کی طرف پھیرین تو جلد سمجھ مین آجائے گا۔ دیکھ لو سمریزم یا ہپناٹزم کے تماشہ گر برابر علانیہ القائے کیفیت اور القائے خیالات کے تماشے دکھاتے ہین۔ یہ تو سمجھانے کے لئے سفلیات سے مثال دی ہے۔ غرض مرشد ربانی القائے ذکر القائے انوار اور القائے کیفیات وجذبات کو اپنے فرائض مین داخل سمجھتا ہے۔ اسی القا سے گرویدگی آتی ہے۔ اور اوصاف بدلنے لگتے ہین۔ اور یہی روش ہو کر ہو صل الی المطلوب ہوتی ہے

اس آنکھ سے دیکھو تو ساری راہ مرشد ہی کو طے کرنی پڑتی ہے۔ القائے ذکر سے ذکر جاری ہو جاتا۔ القائے انوار سے قلب محلے ہوتا رفتہ رفتہ سارا جسم بلکہ سارا وجود ہی محلے ہو جاتا اور طالب اک نئی زندگی میں آجاتا ہے۔ اور القائے کیفیات و جذبات کی نیرنگیاں بیان کرنا طول مخلول ہے۔ تو عظام کی تعمیل تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ مگر قل لہم (اور) فی انفسہم (اور) قولا بلیغا کے قیودات کے ساتھ ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا کہ نفس میں کیونکر کھا جاتا ہے۔ ترجمہ کرنے والے ترجمہ کر جاتے ہیں جنکے دماغ میں فی انفسہم کا کوئی مفہوم نہیں آتا۔

اسماء حسنےٰ

مینے اوپر ثابت کیا ہے کہ ذکر کلمہ طیبہ یا ذکر اسم ذات ہر وقت کرنا ضرور ہے۔ یہہ فرض ازلی ہے۔ جس سے چھٹکارا نہیں اور صفات خداوندی جنکی قرانی اصطلاح اسماء حسنیٰ ہے۔ ان میں سے اوس اسم یا صفت کا جو ستولی ہو کر مرض طالب کو غالب کردے بلکہ صفات سے بدل دے۔ ذکر مداومت کرنا ضرور ہے مگر اس دھیان کے ساتھ کہ دھیان کی قوت یا تبتیل کامل اوسکو اپنے میں فنا کر لے۔

ذات و صفات دونوں الفاظ تشریح طلب ہیں۔ کیونکہ خدا نہ ذات میں اٹا نہ صفات میں سماتا ہے اوسکی نسبت کیا کھا جائے۔ سارے صفات سے پاک و منزہ وہ سبحان اللہ سارے صفات کا مالک وہ الحمد للہ اور سارے جذبات اور یافتوں سے اعلیٰ و ارفع وہ اللہ اکبر۔ المختصر سبحان اللہ عما یصفون ہم کو تو اسکی تعریف کرنی بھی اوسکی کسر شان معلوم ہوتی ہے۔ میں کھان سے کھان پہونچا میری غرض اسم ذات سے وہ اسم ہے جو مجمع صفات تسلیم ہوا ہے۔ یعنی اللہ اور صفات سے میری غرض اون اسماء صفاتی سے ہے جو وسائل تقرب ہیں۔ اور امراض باطنی کے نسخے اسی لئے خدا نے فرمایا و للہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ۔ اسماء حسنیٰ اللہ ہی کے ہیں۔ تو اوسکو اونہیں ناموں سے پکارو اور اونہیں چھوڑ دو۔ جو اوسکے ناموں میں الحاد کرتے یعنی کج راہ

راہ چلتے ہین (اعراف ع۲۲) پکارنے کے یہہ معنی نہین جیسے تم آپس مین ایک دوسرے کو شور سے پکارتے ہو کیونکہ وہ تمہارے رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اب اگر اوسکو زبان سے پکارو تو ذکر جہری کہا جائیگا اور دل مین پکارو تو ذکر خفی کہا جائیگا۔ اس لئے فادعوہ بھا کے معنی ہین کہ اوسکا ذکر کرو اسمارحسنیٰ مین سے کسی اسم کا سہی قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ کہدو کہ اللہ کا ذکر کرو یا رحمن کا جس نام کا ذکر کرو اسمارحسنیٰ تو اوسی کے ہین (بنی اسرائیل ع۱۲) یہہ نہ سمجھو کہ انہین دو ناموں کے ذکر کی اوس نے ہدایت فرمائی۔ بلکہ سورۃ الحشر کے آخر رکوع مین اپنے بہتیرے نام بتا کر اوس نے فرمایا۔ ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ اللہ ہی خالق اور موجد اور صورت بنانے والا ہے۔ یہہ سارے اسمارحسنیٰ تو اوسی کے ہین۔ تو ان ناموں سے کسی دوسرے کو نہ پکارو۔ پیر و مرشد کو بھی نہین۔ اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ ایک خدا کے سوا اور کوئی معبود نہین۔ اسمارحسنیٰ تو اوسکے ہین (طٰہٰ ع۱) ذکر کے لئے تو ایک ہی نام کافی تھا پھر اللہ نے اتنے نام کیون بتائے۔ اسی لئے کہ یہہ روحانی قرابادین ہے۔ یا کل امراض باطنی کا علاج ہے جیسا کہ مینے واضح کیا۔ تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام مین چاہتا ہون کہ اسمارحسنیٰ کو لکھدون تاکہ طالبین روزانہ ان ناموں کو پڑہا کرین۔ اور فادعوہ بھا کی ظاہری تعمیل سے بھی نہ چوکین مگر سمجھ کر پڑہین کہ طوطا کلمہ رٹ لینے سے مسلمان نہ ہو جائیگا۔ پھر سمجھ کر پڑہنے مین تدبر و تفکر کو کام فرمائین۔ اور علاج باطنی کی طرف مصروف ہون۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱ یا اللہ	اللہ	بسم اللہ الرحمن الرحیم والھکم اللہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم	بقرہ ع۲۰
۲ یا رحمن	نہایت رحم والا		
۳ یا رحیم	بہت مہربان		

۴ یا ملک	بادشاہ۔	ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس	حشر ۳
۵ یا قدوس	تمام عیبوں سے پاک	السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر	
۶ یا سلام	تمام نقصانات سے محفوظ	سبحن اللہ عما یشرکون ۰ ھو اللہ الخالق البارئ	
۷ یا مومن	امن وامان دینے والا۔	المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی	
۸ یا مھیمن	نگہبان۔	السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم ۰	
۹ یا عزیز	صاحب سطوت		
۱۰ یا جبار	مصلح اور صاحب غلبہ		
۱۱ یا متکبر	عظمت وبزرگی والا۔		
۱۲ یا خالق	ہر چیز کا پیدا کرنے والا		
۱۳ یا بارئ	ہر چیز کا موجد۔		
۱۴ یا مصور	مخلوقات کی صورتیں بنانے والا		
۱۵ یا غفار	بخشنے والا۔	رب السموات والارض وما بینھما العزیز الغفار	ص ۵
۱۶ یا قھار	زبردست۔	وما من الہ الا اللہ الواحد القھار	ص ۵
۱۷ یا وھاب	بخشش کرنے والا۔	ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب	ال عمران ۱
۱۸ یا رزاق	روزی دینے والا۔	ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ۰	ذاریات ۳
۱۹ یا فتاح	مشکل کشا۔	ثم یفتح بیننا بالحق وھو الفتاح العلیم	سبا ۳
۲۰ یا علیم	بہت جاننے والا۔		
۲۱ یا سمیع	بہت سننے والا۔	ولہ ما سکن فی اللیل والنھار وھو السمیع العلیم	انعام ۲
۲۲ یا بصیر	بہت دیکھنے والا۔	واللہ بصیر بالعباد	ال عمران ۱۵

۲۳ یا لطیف	باریک بین۔	وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر ۷۴/۲۳	انعام ۱۳/۷
۲۴ یا خبیر	دانا۔ آگاہ۔		
۲۵ یا حلیم	بردبار۔	واللہ غنی حلیم ۲۵	بقرہ ۳۶/۷
۲۶ یا عظیم	بزرگ۔	ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم ۲۶	بقرہ ۳۴/۷
۲۷ یا غفور	بخشنے والا۔	انہ غفور ۲۷ شکور ۲۸	فاطر ۴/۷
۲۸ یا شکور	بڑا قدر شناس۔		
۲۹ یا علی	بہت اونچا۔	وھو العلی الکبیر ۲۹/۳۰	سبا ۳/۷
۳۰ یا کبیر	بڑا۔		
۳۱ یا حفیظ	نگہبان۔	ان ربی علی کل شیء حفیظ ۳۱	ھود ۵/۷
۳۲ یا مقیت	روزی پہونچانے والا۔	وکان اللہ علی کل شیء مقیتا ۳۲	النساء ۱۱/۷
۳۳ یا حسیب	کافی۔	ان اللہ کان علی کل شیء حسیبا ۳۳	ایضاً
۳۴ یا کریم	بزرگ	ومن کفر فان ربی غنی کریم ۳۴	النمل ۳۷/۷
۳۵ یا رقیب	سوکل ونگران۔	ان اللہ کان علیکم رقیبا ۳۵	النساء ۱/۷
۳۶ یا مجیب	دعا قبول کرنے والا۔	ان ربی قریب مجیب ۳۶	ھود ۶/۷
۳۷ یا واسع	وسیع الاحسان	ان ربک واسع المغفرۃ ۳۷	نجم ۲/۷
۳۸ یا ودود	دوست رکھنے والا۔	وھو الغفور الودود ۳۸	بروج
۳۹ یا مجید	بزرگ تر۔	انہ حمید مجید ۳۹	ھود ۷/۷
۴۰ یا شہید	حاضر۔	وانت علی کل شیء شہید ۴۰	مائدہ ۱۶/۷
۴۱ یا حق	ثابت اور بہت۔	ثم ردوا الی اللہ مولٰھم الحق ۴۱	انعام ۸/۷

۴۲ یا وکیل	کارساز۔	حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۴۲	ال عمران ۱۸
۴۳ یا قوی	تام القدرت شدید القدرت	اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز ۴۳	الشوریٰ ۲
۴۴ یا متین	استوار۔	ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ۴۴	ذاریات ۳
۴۵ یا ولی	محب و مددگار	وھو الولی الحمید ۴۵	شوریٰ ۳
۴۶ یا حمید	سزاوار حمد		
۴۷ یا محیی	زندہ کرنے والا۔	ان ذالک لمحیی الموتی ۴۷	روم ۵
۴۸ یا حی	زندہ۔	اللہ لا الہ الا ھو الحی ۴۸ القیوم ۴۹	ال عمران ۱
۴۹ یا قیوم	قایم بالذات		
۵۰ یا واحد	تنہا و یگانہ	وما من الہ الا اللہ الواحد ۵۰ القہار	ص ۵
۵۱ یا صمد	بے نیاز	قل ھو اللہ احد اللہ الصمد ۵۱	اخلاص
۵۲ یا قادر	صاحب قدرت	قل ھو القادر ۵۲	انعام ۸
۵۳ یا مقتدر	صاحب مقدرت۔	فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ۵۳	قمر ۳
۵۴ یا اول	سب سے پہلا	ھو الاول ۵۴ والاخر ۵۵ والظاھر ۵۶ والباطن ۵۷	حدید ۱
۵۵ یا آخر	سب سے پچھلا۔		
۵۶ یا ظاھر	آشکارا۔		
۵۷ یا باطن	پوشیدہ۔		
۵۸ یا متعالی	مخلوقات کی صفات سے منزہ	عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال ۵۸	رعد ۱
۵۹ یا برّ	نیکی کرنے والا۔	انہ ھو البر ۵۹ الرحیم	طور ۱
۶۰ یا تواب	توبہ قبول کرنے والا۔	انک انت التواب الرحیم	بقرہ ۱۵

۶۱ یا عفو	گناہون کا مٹانے والا۔	ان اللہ کان عفوا غفورا ۶۱	النساء ع ۷
۶۲ یا رؤف	بہت شفقت کرنے والا	ان اللہ بالناس لرؤف الرحیم ۶۲	بقرہ ع ۱۷
۶۳ یا ھادی	ہدایت کرنے والا۔	ان اللہ لھادالذین اٰمنوا الی صراط مستقیم	حج ع ۶
۶۴ یا جامع	مخلوقات کو حشر کے دن جمع کرنیوالا	ربنا انک جامع الناس ۶۳	ال عمران ع ۱
۶۵ یا غنی	بے پرواہ	واللہ غنی حلیم ۶۴	بقرہ ع ۳۶
۶۶ یا نور	روشن کرنے والا	اللہ نور السموات والارض ۶۵	النور ع ۵
۶۷ یا حکیم	بہت بڑا حکمت والا۔	انہ انا اللہ العزیز الحکیم ۶۶	النمل ع ۱
۶۸ یا والی	تمام امور کا متولی	مالہ من دونہ من وال ۶۷	رعد ع ۲
۶۹ یا مالک الملک	ملک کا مالک	قل اللھم مالک الملک	ال عمران ع ۳
۷۰ یا ذوالجلال والاکرام	بزرگی وعزت والا۔	تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام ۶۹	الرحمن ع ۳

یہی اسماء باری تعالیٰ ہین جو قرآن مجید مین آئے ہین۔ اور یہی اسماء حسنیٰ ہین جو ذکر کے لئے اور معالجہ امراض روحانی کے لئے ہم کو ملے ہین۔ ان مین بھی آخر کے دو اسماء۔ یا مالک الملک اور یا ذالجلال والاکرام اسم کی صورت مین نہین ہین۔ بلکہ خدا کی صفتون کے دو جملے ہین۔ جو فکر کے لئے عنایت ہوئے ہین یا مالک الملک کی فکر دنیا کی ہر چیز مین کرتے رہنا چاہیے اس انہماک کے ساتھ کہ مالک کی تجلی مین ملک فنا ہو جائے۔ اور یا ذالجلال والاکرام کی تجلی آشکارا ہو۔ اگر ذوالجلال کی تجلی مین کھو گیا تو جذب سے مغلوب الحال ہوگا۔ اور اگر ذوالاکرام کی تجلی نے سنبھال لیا تو سلوک کا خلیہ ہوگا۔ غرض جب یہہ دونون اسماء فکر کے لئے عنایت ہوئے ہین تو یہہ اسما نہین بلکہ دو جملے ہین۔ تو اسم ذات چھوٹکر رہ گئے ۶۷ اسماء بس یہی ذکر کے لئے ہین۔ اللہ کے اعداد بھی ۶۷ ہی ہین یعنی اللہ مجمع صفات ہے اور یہی معنی اسم ذات کے ہین۔ گرچہ لفظ اللہ مشتق ہوا اور اسکے معنی یا معانی بھی ہون مگر قرآن مجید مین

بطور اسم ذات ہی کے مستعمل ہوا ہے۔ مثلاً بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رحمن و رحیم صفت ہے اللہ کی علی ہذا ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو کی صفت بیان ہوئی ہے۔ تمام یہہ اسم اعظم بطور ذات ہی کے مستعمل ہوا ہے

ان اسمار کے سوا ۱۷ اسما ایسے بیان کئے جاتے ہین جو قرآن مجید مین تو نہین ہین۔ مگر اونکے مشتقات مذکور ہین۔ تو یہہ اسما آیتون سے مستخرج کرکے اپنی طرف سے دئے گئے ہین۔ یعنے خدا نے ان ناموں کو اسمار حسنیٰ مین داخل نہین کیا۔ ہرچند خدا کے سارے اسمار صفاتی ہی ہین۔ اسکے یہہ معنی نہین کہ ہر صفت اوسکا ایک اسم ہے۔ اوسکی صفت کی تہاہ نہین تو اوسکے اسما کی بھی تہاہ نہین۔ بات یہہ ہے کہ خدا نے اپنی بعض صفتین جسطرح ذکر کے لئے بتائی ہین اور جسطرح فکر فی الآفاق کے لئے بتائی ہین۔ جیسا کہ مینے بیان کیا اسی طرح بعض صفتین یا بعض آیتین اوس نے فکر فی الانفس یعنی مراقبہ کے لئے بھیجی ہین مراقبہ مین اون صفات کا دھیان کرو۔ اون صفات سے نام کیون مستخرج کرو۔ خدا کے نام رکھنے کا کسی کو کیا حق ہے۔ اون آیتون اور اون ناموں کو بھی مین لکھ دیتا ہون۔

۱ القابض	تنگی اور محدود کرنے والا	واللہ یقبض ویبسط والیہ ترجعون (مرجع بھی نام مستخرج ہوسکتا ہے)	بقرہ ۲۲ ع
۲ الباسط	فراخ و کشائش کرنیوالا		
۳ الرافع	بلند کرنے والا۔	یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (رفیع الدرجات بھی نام مستخرج ہوسکتا ہے)	مجادلہ ۳ ع
۴ المعز	عزت دینے والا۔		
۵ المذل	ذلیل کرنے والا	تعز من تشاء وتذل من تشاء	ال عمران ۳ ع
۶ الحکم	حاکم۔	واللہ یحکم لا معقب لحکمہ (لا معقب لحکمہ بھی ہوسکتا ہے)	رعد ۲ ع
۷ الباعث	مردونکو اوٹھاکر کھڑا کرنیوالا	وان اللہ یبعث من فی القبور	حج ۱ ع
۸ المحصی	ہر چیز کو احاطہ علم مین کرنیوالا	واحصی کل شی عددا (محاسب بھی نام مستخرج ہوسکتا ہے)	جن ۲ ع
۹ المبدی	ابتدا پیدا کرنے والا۔	انہ ھو یبدئ ویعید	بروج

۱۰ المعید	دوبارہ پیدا کرنے والا		
۱۱ المحیی المحیت	مارنے والا۔	واللہ یحیی ویمیت	ال عمران ۱۷
۱۲ المنتقم	بدلا لینے والا	فانا منھم منتقمون	زخرف ۴۱
۱۳ المقسط	منصف	قائما بالقسط	ال عمران ۱
۱۴ المغنی	بے پروا کرنے والا۔	ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ	النور ۳۲
۱۵ الباقی	باقی رہنے والا	ویبقی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام (ذی الجلال اور ذی الاکرام دونام اللہ تعالیٰ کے سکتے ہیں)	الرحمن ۱
۱۶ الصبور	متحمل۔	ان فی ذلک لآیت لکل صبار شکور (آیت میں توحید کی صفت ہی بیان نہ ہوئی) صبور کا مخرج مجھ میں نہ ملا۔ اشارۃً کنایۃً بھی نہیں	سبا ۲
۱۷ الوارث	باقی رہنے والا۔	وانا نحن نحیی ونمیت ونحن الوارثون	حجر ۲

خدا کی خاص صفت یعنی اوسکا علام الغیوب ہونا جس صفت میں قطعاً کوئی شریک نہیں وہ متروک کیا گیا مثلاً واللہ یعلم غیب السموات والارض۔ کیوں نہیں علام الغیوب بھی اسما میں داخل کیا گیا علے ہذا یعلم سرکم وجھرکم یعنی عالم السر اور عالم الجھر قرآن مجید ہی سے اور کتنے اسما نکل سکتے ہیں۔ یہ اسما معلوم نہیں کیوں نظر انداز کئے گئے۔

ذیل میں بارہ وہ اسما مذکور ہوتے ہیں جنکے مشتقات بھی بعینہٖ قرآن مجید میں نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔ یہ اسلئے کہ مشہور نود و نہ ۹۹ نام پورے کر دئے جائیں۔

۱	الخافض	پست کرنیوالا	۶	المقدم	آگے بڑھانیوالا	۱۱	النافع
۲	العدل	منصف	۷	المؤخر	پیچھے ہٹانیوالا	۱۲	الرشید
۳	الجلیل	بزرگ قدر	۸	المعطی	عطا کرنیوالا		
۴	الواجد	غنی	۹	المانع	روکنے والا		
۵	المجید	صاحب بزرگی	۱۰	الضار	خالق مضرات		

خالق نفع وضرر
صاحب رشد

یہہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ خدا کے اسماء صفاتی اکثر صفت مشبہہ کے صیغون مین ہین۔ اسواسطے کہ صفت مشبہہ کا صیغہ ثبات و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور اسم فاعل حدوث پر۔ تم سامع و باصر عالم و قادر ہو سکتے ہو کیونکہ تم حادث تمہارے صفات حادث۔ خدا ہر وقت سنتا ہر وقت دیکھتا ہر وقت علم رکھتا اور ہر وقت قدرت رکھتا ہے۔ تم آنکھ سے دیکھتے ہو آنکھین بند ہو گئین نہین دیکھ سکتے۔ کان سے سنتے ہو کان بند کر دو یا کان سے کام لینے والا دماغ کام نہ لے تم نہین سن سکتے۔ تم علم رکھتے ہو جو اس کے معطل ہونے مین یا غفلت کے عالم مین علم نہین رکھ سکتے۔ قدرت رکھتے ہو۔ ایک تو وہ بھی یون ہی سہی اور نیند کی حالت مین وہ بھی نہین اس سے تم نے سمجھا ہوگا کہ خدا کی صفتین ہماری جیسی نہین جیسا وہ ویسی اوسکی صفت وہ دیکھتا ہے اور ہر وقت دیکھتا ہے۔ مگر آنکھ سے نہین۔ وہ سنتا ہے اور ہر وقت سنتا ہے۔ مگر کان سے نہین۔ وہ بہت بڑا جاننے والا ہے اور ذرہ ذرہ کا علم ہر وقت رکھتا ہے۔ مگر دماغ سے نہین۔ وہ ہر وقت ہر آن ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔ اور بلا کسی آلہ کے۔ کیونکہ جیسا وہ خود غیر محدود اور بے کیف و کم ہے۔ ویسے ہی اوسکے صفات غیر محدود اور بے کیف و کم ہین۔ اس لئے اوسکی کسی صفت کو اپنی صفت جیسی ناقص ناتمام محتاج قوے و قوت نہ سمجھنا۔ سبحان اللہ عما یصفون۔

اے خدا سچ یہہ ہے کہ نہ ہم تیری کوئی صفت جان سکتے نہ ہم تیری تعریف کر سکتے ہین۔ تیری تعریف کرین تو تیری غیر محدود صفت محدود الفاظ محدود معانی و مفہوم مین آکر تیری عظمت و کبریائی کی شان سے گر جاتی ہے۔ اور دل پشیمان ہو جاتا ہے۔ تیری تعریف تو نہین ہو سکتی مگر تیرے صفات کے ذکر و فکر سے روحانی شفا و دائم حضور اور قرب و معیت تو حاصل ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر

ذکر نہ کرنے والون کی تہدید

نامناسب نہوگا اگر مین ذکر نہ کرنے والون یا ذکر سے اعراض کرنے والون کی نسبت بھی چند آیات خداوندی بیان کر دون شاید اونکا دل ایمان لائے۔ اون کے دلون مین خوف خدا پیدا ہو۔ اور یہہ باعث ہو توفیق خداوندی

کا۔ لوگ آپس کے اختلافات اور جھگڑاون سے ٹوٹ کر تفرقہ فرق کو خیرباد کہکر ذکر کی طرف جٹیں اور مراد کو پہونچین
یہہ یاد رہے کہ ذکر عام ہے مصطلح اور غیر مصطلح دونون کو دونون سے مطلب ہے کہ دل خدا کی یاد سے
معمور ہو اور التس پذیر
خدا فرماتا ہے وھم بذکر الرحمن ھم کافرون حالانکہ یہی ذکر خدا کے منکر ہین (انبیاء ۳) بل ھم عن ذکرھم معرضون بلکہ
یہہ ہی ذکر خدا سے اعراض کرتے ہین۔ (انبیاء ۷) ذکر سے انکار و اعراض یہہ کافرون اور منکرون
کی شان ہے۔ شیعہ سنی وغیرہ پیچھے ہو لینا پہلے اس آیت سے ذرا اپنے حال کو ملالو کہ تمہارا شمار مومنون
مین ہے یا منکرون مین۔
ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین ۵ جو شخص ذکر خدا سے آنکھ چراتا ہے
تو اوس پر ہم ایک شیطان تعنات کر دیتے ہین کہ اوسکے ساتھ رہتا ہے (زخرف ۴) یعنی ذکر خدا
سے آنکھ چرانے والا شیطان کے جھپیٹ مین ہے۔ یہہ نہ سمجھو کہ خدائی گپ خدا کا ذکر ہے۔ کیونکہ خدائی
گپ مین بھی تمھارا دل حاضر نہین ہوتا۔ اوسکا تذکرہ بھی کرتے ہو تو غافلانہ۔ اللہ اللہ زبان سے کہتے ہو
مگر مذکور کا بھولے سے بھی دھیان نہین آتا۔
فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ۔ افسوس ہے اون پر جنکے دل خدا سے غافل ہو کر سخت
ہو گئے ہین (الزمر ۳) ذکر سے غفلت دل کو سخت کر دیتی ہے اور یہہ قساوت قلبی امراض
قلبی مین سے ہے جسے مینے امراض قلبی مین بیان کیا ہے۔
ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا ۵ جو شخص ذکر خدا سے روگردانی کریگا تو خدا اوسکو
سخت عذاب مین مبتلا کریگا (جن ۲) اے لوگو! کیا خدا کے عذاب سے بھی تم نڈر ہو گئے۔ ہوشیار
رہنا تمہاری یہہ روگردانی سرگردان ہی کرتی رہے گی۔ اگر ذکر رب کے معنی سمجھو کہ خدا کا تذکرہ تو اس سے
تو کافر بھی اعراض نہین کرتا۔ یا ہمہ کفر و شرک خدا کا تذکرہ تو وہ بھی کرتا ہے۔ ہان ذکر مصطلح سے اعراض کرے

والے نظر آتے ہین۔ جو قرآن وحدیث چھاپنا تو بدعت نہین سمجھتے مگر ذکر مصطلح سے جو اونکو ہر وقت ذاکر بنا دینے والی چیز ہے اور حکم ذکر کی تعمیل ہے۔ اون شرایط کے ساتھہ جو ذکر کے بیان مین بیان ہوے وہ بدعت کہکر اعراض کرتے ہین۔

لا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ او سکے کہنے مین نہ آنا جسکے قلب کو ہم نے ذکر خدا سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنے ہوا وہوس کا ہورہا (کھف ۴) بہت صحیح ہے کیونکہ وہ جو کچھہ کہیگا ہر بنائے نفس وہوا کہے گا اوس مین نہ صداقت ہوگی نہ کامیابی۔ یہی لوگ ہین جنکی باتین مبنی بر پولیسی ہوا کرتی ہین۔

فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا۔ اوس سے کنارہ کشی اختیار کرو جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے اور دنیاوی زندگی کے سوا اوسکو کسی بات سے غرض ومطلب نہو (نجم ۳) فی الحقیقت جس نے اسی دنیا کو ابتدا اور انتہا سمجھ لیا ہے اوسکی زندگی حیوانی زندگی ہے۔ تو سمجھ لو کہ حیوانون مین رہکر اگر حیوانی زندگی بسر کرو تو تمہاری حیوانیت مین کیا کلام رہے گا۔

من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذلک اتتک ایتنا فنسیتھا وکذلک الیوم تنسی ۵ جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو اوسکی زندگی ضیق مین گذرے گی (دولت ہو تو سلطنت ہو تو۔ ہزار طرح کی فارغ البالی ہو تو۔ کیونکہ یا تو وہ اور آگے بڑہنے مین بے چینی سے سرگردان ہوگا۔ یا حاصل کئے ہوے کی طرف سے خطرناک۔ اطمینان قلبی تو ذکر سے ہوتا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور یہہ اوسکو نصیب ہے نہین) اور قیامت کے دن ہم اوسکو اندہا اوٹھائینگے۔ وہ کہے گا کہ اے خدا ہمین تو نے اندہا کیون اوٹھایا ہم تو دنیا مین آنکھہ کے سچے تھے۔ خدا فرمائے گا ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ ہماری آیتین تیرے پاس آئین اور تو نے خبر نہ لی اسی طرح آج تیری بھی خبر نہ لی جائے گی (طہ ۷) ذکر قلبی ہو یا ذکر نفسی۔ اس عام ذکر مین سب داخل ہین۔ وہ ذکر داخل نہین جس سے زبان تو آشنا ہو اور دل بے خبر۔

مسلمانو! اپنے کو سنی کہو یا شیعہ۔ اہل حدیث کہو یا اہل قرآن خدا کے رکھے ہوے نام کو چھوڑ کر اپنا جو نام رکھ لو مگر قرآن پر ایمان اگر فرض جانتے ہو تو ذکر سے جسکو تعلق قلب سے ہو اور جو ہر وقت اور ہر آن ہو جسکو مینے اوپر بتایا ہے تم کو چھٹکارا نہین ہے۔ قرآن مجید سے چشم پوشی اور تعصبانہ علیحدگی تمہین کنوین جھکائے گی۔ ترجمہ کرتے چلے جانا اور قرآن مجید کو اوس طرح پڑھنا جسطرح طوطون نے اوس فلسفی سے سیکھا تھا ہرگز کام نہ دے گا۔ کلمہ پڑھنے والے طوطے مسلمان نہین ہو جاتے۔ وہان تمہارے اعمال ہی پوچھے جائینگے اور دلی معاملات ہی دیکھے جائینگے۔ نہ خلافت کے جھگڑون سے سوال ہوگا۔ نہ امامت کے جھگڑون سے نہ آمین بالجہر و بالخفا سے سوال ہوگا۔ نہ رفع یدین کرنے نہ کرنے سے اب بھی ہوش کرو اور پولیٹیکل مذہب سے توبہ کرو۔ خلافت کا جھگڑا تو پولیٹیکل جھگڑا ہے۔ اسی طرح نفسانی مذہب سے تائب ہو جاؤ جنمین انسانی اختلافات اور جھگڑون کے انبار لگے ہون۔ اور خدا کے پاک و مقدس اسلام کو قبول کرو۔ اور اوسکے ذکر کے دریا مین غوطے لگاؤ۔ آپس کے جھگڑون پر تھوک ڈالو اور نفس و شیطان کے مقابلہ کو تیار ہو جاؤ کہ دشمن کی فوج اپنا پورا اجماعے سامنے کھڑی ہے۔ پاس انفاس کا پہرہ دار سویا تو پاس حواس کا قلعہ لٹ جائے گا۔ اور تم خدائے مالک الملک کے حضور مین نامراد جاؤ گے۔ اے خدا قوم کی ہدایت کر اور اپنی رحمت کے دامن مین ڈھانک لے۔

ذکر سے اعراض کرنے والون کی نسبت جو کچھ مینے بیان کیا یہہ بہت کافی ہے۔

معالجہ امراض نفسی

مینے بیان کیا ہے کہ کسطرح امراض قلبی کا علاج ذکر سے ہوتا ہے۔ تو امراض نفسی کا علاج بھی مختصراً اوسی اصول پر سمجھ لو شافی حقیقی کے سوا نہ شفا ہی کہین ملتی ہے نہ کارساز حقیقی کے سوا مدد ہی۔ نہ کوئی پناہ دینے والا ہے نہ پناہ دینے کی قوت ہی کسی مین۔ اسلئے امراض قلبی مین جسطرح تم نے خدا کے حضور مین پناہ لی ہے امراض نفسی مین بھی اوسی کے حضور مین پناہ لو۔ الیہ المرجع والمآب

ولی مرشد کو لازم ہے کہ امراض نفسی مین سے کوئی مرض یا اس مرض سے اور عارضے جو مسترشد مین پائے تو اوسے صفات یا اسماء خداوندی کے آگے پیش کرے۔ اور ان اسما مین سے کوئی اسم مرض مریض کے علاج کے مناسب چن لے جو مزاج مریض کے بھی مناسب ہو یعنی اوسکی ولی دل جسپی بھی اوسکے ساتھ پائی جاتی ہو یا پیدا کرنے سے پائی جائے اوس اسم مقدس کی فکر (جو فکر معمولاً موقت ہو چاہے فکر فی الانفس چاہے فکر فی الآفاق یعنی فکر و مراقبہ) کی ہدایت کرے کہ وہ صفت خداوندی مسترشد مین مستولی ہو اور مریض کو اپنے فیوض و برکات مین ڈبا لے۔ میری غرض یہہ ہے کہ جسطرح ذکر اسما حسنیٰ علاج امراض قلبی ہے۔ اوسی طرح فکر و مراقبہ اسماء حسنےٰ علاج امراض نفسی ہے۔

یہہ علاج تیر بہدف ہے کبھی خطا نہین کرنے کا۔ کیونکہ یہہ طریقہ علاج خدائی قرابادین کا ہے۔ فللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا اسماء حسنےٰ خدا ہی کے ہین تو خدا کو اونہین ناموں سے پکارو۔ (اعراف ۲۲) اسی لئے خدا نے فادعو فرمایا نہ فاذکروا فرمایا فتفکروا فرمایا کیونکہ اوسکو زبان سے پکارو تو ذکر جہری ہے۔ دل مین پکارو تو ذکر قلبی ہے۔ اور مفہوم کو پہونچکر دہیان سے پکارو تو ذکر نفسی یعنی فکر ہے۔ اسلئے یہہ فادعو اسب کو شامل ہے۔ اوسکو دل اور دہیان کی زبان سے پکارو وہ سنے گا۔ دل کی پکار اور سر کی ندا اوسکے سوا اور کون سننے والا ہے۔

یہہ یاد رکھنا چاہیے کہ امراض نفسی کا علاج فکر ہے اور مراقبہ ہے جسکا بیان آگے آئے گا۔ مگر اسکے سوا خدا نے اور طریقۂ علاج بھی بتا دیا ہے۔

خدا نے فرمایا ورتل القران ترتیلا انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا۔ قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو۔ ہم عنقریب تم پر اک بھاری حکم کا بوجھ ڈالنے کو ہین (یعنی تبلیغ رسالت) بے شک رات کا اوٹھنا خوب ہی نفس کو زیر کرتا ہے۔ اور اوسوقت تلاوت بھی ٹھیک ادا ہوتی ہے (مزمل ۱) قیلا سے لوگون نے دعا مراد لی ہے۔ تو دعا تو دلکی

مانگ ہے جسوقت دل مانگنے کو اوسٹھے اوسکا وہی وقت ہے۔ اور مینے تلاوت ترجمہ مین لکھا ہے۔ چونکہ دعا کا کہین مذکور نہین۔ اور تلاوت کی مسنیت فرمایا گیا۔ ورتل القرآن ترتیلا۔ دوسرے صرف رات کو اوٹھنا مطلب نہین۔ رات کو اوسٹھنے سے کیا ہوتا ہے مطلب ہے رات کو اوٹھکر عبادت کرنا یہی تہجد کی تمام مطلب ہے جو آپ پر لازم ہی کردیگئی غرض یہہ ہے کہ رات کو اٹھکر تہجد پڑھنی اور بعد تہجد قرآن کی تلاوت کرنی نفس کو سرکشی سے روکتا اور زیر کرتا ہے اسکے بعد خدا نے فرمایا ان لک فی النہار سبحاً طویلاً واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا اور دنکے وقت تو تم کو (وعظ و نصیحت کا) بڑا مشغلہ رہیگا۔ اور خدا کے نام کا ذکر کرتے رہو۔ اور ذکر مین فنا ہوجاؤ یعنی یکسو ہوجاؤ اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ دن کو تو رسالت کا کام رہیگا تو رات کو خدا کے نام کا ذکر کیا کرو وہ وقت بھی مناسب ہے کہ اوسوقت مذکور کے ساتھہ یکسو ہوسکو گے یعنی رات کو اوٹھکر تہجد اور بعد تہجد تلاوت یا ذکر جو مذکور مین فنا ہوکر ہو ہو جب تزکیہ نفس ہے۔ ذکر کی انتہا فکر ہی ہے اور فکر امراض نفسی کا علاج ہے۔

امراض نفسی کا اور طریقہ علاج بھی خدا نے بتایا ہے جو مشہور و معروف ہے کہ خواہش نفسانی کی پیروی نکرو لا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ نفس کی پیروی نکرو یہہ تمہین خدا کی راہ سے بھٹکا دیگا (ص ۲۶) کیونکہ ان النفس لامارۃ بالسوء نفس تو برائیون پر اوبھارتا ہی رہتا ہے (یوسف ۵۳) جب نفس کی نہ سنوگے تو وہ عاجز اور نامراد ہوکر اصلاح پر آجائے گا اور پھر تمہاری سننے لگے گا۔ اوسکی سنتے رہوگے تو وہ تمہارا معبود ہوجائے گا افرایت من اتخذ الھہ ھواہ کیا تم نے اوسے دیکھا نہین جس نے اپنی خواہشون کو معبود بنالیا ہے۔ (جاثیہ ۲۳) نفس پہلے تو آرزؤن کی کمند ڈالتا ہے وغرتکم الامانی۔ تم کو آرزؤن نے دھوکے مین رکھا (حدید ۱۴) جب آدمی آرزؤن کے پیچھے پڑ لیتا ہے تو اوسکے اعمال اوسکی آنکھون مین بھلے دکھائی دینے لگتے ہین اور اوسکی اصلاح کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ یہہ معنی ہین توبہ کے دروازے بند ہونے کے۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ کمن زین لہ سوء عملہ واتبعوا اھواءھم۔ کیا جسکی رفتار قرآن پر ہے وہ اوسکے برابر ہے جو اپنی خواہشون کا متبع ہے۔ اور اوسکے برے کام اوسکی

آنکھون مین بھلے دکھائے گئے ہین (محمد ع۲) تو ایسا شخص گمراہ ہے ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللہ اوس سے گمراہ تر کون ہے جو اپنی خواہشون پر چلے بغیر اوس ہدایت کے جو خدا کی طرف سے اوس کو ملی ہو (قصص ع۵) اگر وہ نفس کو خدائی ہدایت پر لگائے تو بامراد ہوگا ورنہ نامراد۔ اور اگر خدائی ہدایت ہی اوسکی خواہش ہو جائے تو اوسکا نفس مسلمان ہو گیا۔ مگر نفس مسلمان ہوتا ہے۔ مرض سرکشی سے صحت یابی کے بعد المختصر واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی۔ جو خدائی حضور مین خائف رہا اور نفس کو نفسانی خواہشون سے رد کتا رہا۔ تو بے شک اوسکا ٹھکانا جنت ہی ہے (یعنی وصال گاہ) (النزعٰت ع۲)۔

اصول اخلاق پر ریاض کرنے سے تزکیہ نفس ہوتا ہے یہہ صحیح ہے۔ مگر اسی کے ساتھہ یہہ بھی صحیح ہے کہ اصول اخلاق سمجھنے ارکان و دائر کے اوسی وقت صحیح برتا جا سکتا ہے جب تزکیہ نفس ہو لے تزکیہ نفس سے میری مراد ہے۔ تمنائے الٰہیہ کا صحیح استعمال ہونا۔ تمنائے الٰہیہ کا بیان تھوڑی تکلیف گوارا کر کے پھر پڑھ جاؤ۔ دوہرانے سے طوالت ہوگی اور مقصود ہے اختصار۔ غرض یہہ ہے کہ قوت خیال اور قوت شہوت و خواہش۔ قوت جلال و غضب اور قوت انضباط و اتقا کا صراط مستقیم پر قایم ہو جانا جسکی پوری تصریح تمنائے الٰہیہ کے بیان مین ہوئی ہے تزکیہ نفس ہے اور ان قوتون کا افراط و تفریط کی راہ چلنا نفس کی بدراہی ہے اور اصلاح طلب اور اصلاح نہین ہو سکتی جب تک نفس مذموم بدل کر نفس محمودہ نہ ہو جائے۔ یہی مجاہدہ طلب ہے۔ نفس جب تک اصلاح پذیر نہین ہوا تو وہ رہزن ہے۔ وہ وسوسہ اور شیطان بنکر تمہاری راہ روکے گا۔ تم اوس سے جھگڑو گے وہ تم سے جھگڑے گا۔ تم اپنی قوت صرف کرو گے وہ اپنی قوت صرف کرے گا۔ اس جنگ و فساد مین کامیابی بھی ہو گی تو ایک مدت مین اور جان جوکھون جھیلنے کے بعد۔ اس لئے اوس سے جھگڑنا کیون وہ کاٹے کھائے دہین سگ بلقمہ دوختہ بہ۔ اوسکو روکنے کی عادت کرو۔ جیسی خدا نے ایک مہینہ روزہ فرض کر کے

اسکی تربیت کی ہے۔ اگر نفس شیطان بنکر آیا ہے تو تعوذ سے بھی بھاگے گا۔ مگر تعوذ یہہ نہین ہے کہ زبان سے اعوذ باللہ اعوذ باللہ رٹا کرو اس سے وہ اکثر نہین بھاگتا۔ تعوذ سے بھاگنے کے معنی یہہ ہین کہ خدا کے حضور مین پناہ لو اور اوسکی صورت یہہ ہے کہ شیطان جس ساز و سامان سے آے آنے دو۔ اور اوسکو اپنے سامنے بٹھاؤ۔ اور اوس پر فکر کی آنکھ ڈالو۔ موم آگ پر جسطرح پگھلتا ہے نفس و شیطان اوس سے زیادہ جلد پانی ہو ہو کر بہہ جائینگے۔ ادہر نظر گڑی اودہر ہوا۔ یہہ معنی ہین کہ خدا سے پناہ مانگو تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔

ان صورتون کے سوا علاج امراض نفسی فکر ہے۔ مین اولاً اون آیتون کو بیان کرنا چاہتا ہون جن مین فکر و مراقبہ ایک جگہ بیان ہوے ہین۔ پھر مزید تفصیل کے خیال سے الگ الگ بیان کرونگا۔

فکر فی الآفاق و فکر فی الانفس

سنریھم آیٰتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق ط اولم یکف بربک انہ علی کل شی شھید ۵ الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شی محیط ۸ عنقریب ہم اونکو اپنی نشانیان آفاق مین اور خود اونکے نفس مین دکھائینگے۔ یہان تک کہ اونکو منکشف ہو جائے گا کہ خدا ہی حق ہے۔ کیا تمہارے لئے کو یہہ کافی نہین کہ تمہارا خدا ہر چیز کا شاہد حال ہے۔ سنو جی یہہ لوگ تو لقاء رب ہی سے منکر ہین ہوشیار رہو کہ خدا ہر چیز کو محیط ہے (حم السجدۃ ع ۹) سبحان اللہ یہہ آیت تدبر کرنے کی ہے اور اوسکے اسرار و لطایف پانے ہی کے ہین۔

خدا کی نشانیان آفاق مین بھی ہین۔ اور خود انسان کے نفس مین بھی انہین نشانیون پر فکر کرنے سے آدمی خدا کو پائے گا اور اوس پر کھل جائے گا کہ خدا ہی حق ہے۔ اس انکشاف کے باعث اوسکو لقاء رب کے طرف سے اور دن کی طرح شک نہ رہے گا اور اوسکو منکشف ہو جائے گا کہ خدا ہر چیز کو محیط ہے۔

فکر فی الآفاق اور فکر فی الانفس کی ہدایت کی گئی۔ فکر فی الآفاق کو اصطلاحاً فکر کہتے ہین۔ اور فکر فی الانفس کو مراقبہ۔ بات واحد ہے اصطلاح کا پھیر ہے۔ اس فکر و مراقبہ سے ایمان کامل حاصل ہوتا ہے۔ کہ لاریب

خدا ہی حق ہے اور لاریب خدا ہی ہر شے کو محیط ہے۔ زینہار عقل کے ہتیار رکھدینے سے بے صبر اور نا اُمید نہ ہونا۔ طلب کے پاؤن چلنا اور محبت کی آنکھون دیکھتے رہنا جب تک حتیٰ یتبین لھم انہ الحق منکشف نہو عقل تمہین مایوس کرے گی کہ تمہاری ہستی کیا مگر تم اوسکو دیکھنا اور اوسکی قدرت و رحمت کے اُمیدوار رہنا وہ کیا تم سے کچھ دور ہے وہ تو ہر شے کو محیط ہے۔ مراقبہ مین اوسکی احاطت تمہین نظر آئے گی۔ اور اوس پر فکر و استقامت سے تمہین دوام حضور حاصل ہوگا۔ اور دوام حضور کی استقامت سے دوام شہود۔

یہہ خدائی وعدہ ہے جو اوپر کی آیت مین بیان ہوا کہ فکر و مراقبہ کرنے والون کو خدا سو صل الے المطلوب نشانیان دکھائے گا۔ اس لئے نہین کہ قرآن مجید کی حقانیت کا اونہین یقین ہو جیسا کہ لوگون نے خیال کیا ہے اور انہ الحق کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ خدا کے حق ہونے کا انکشاف ہو۔ کیونکہ نشانی تو خدا کی ہے وہ دکھائے گا۔ پھر اوس سے آدمی اوسکو پائے گا۔ جبکی نشانی ہے یا دوسرے کو انہ الحق کے ماقبل اس آیت مین کہین قرآن کا تذکرہ نہین کہ ضمیر اوسکی طرف راجع ہو۔ اور مابعد کا طرز کلام بھی صاف صاف یہی بتا رہا ہے کہ ہو کی ضمیر خدا ہی کی طرف ہے۔

سنکر تمہین ایمان و یقین حاصل ہو تو وہ بھی ایمان ہے لیکن اگر تم نشانیان بھی دیکھ پاؤ تو تمہین ایمان و یقین کامل حاصل ہوگا۔ اولئک ھم المومنون حقا لھم درجت عند ربھم۔ یہی سچے مومن ہین خدا کے یہان اونکے بڑے درجے ہین (انفال ۹) کیونکہ اگر تم شاہی خیمہ و خرگاہ اپنی آنکھون دیکھ لو تو بادشاہ کے ہونیکا تم کو ایسا یقین ہو جو کسی کے ستنزلزل کئے ستنزلزل نہین ہونیکا۔

اس اوپر کی آیت مین خدا نے فرمایا۔ الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم۔ سن لو یہہ لوگ لقاء رب ہی سے شکوک ہین۔ لقاء رب سے اور تو اور مسلمان بھی شک شکوک مین پڑے تو فلسفیانہ اگر بگر کے دلدل مین گر پڑے اور لقاء رب کو آخرت پر منحصر کر دیا۔ قرآن کی تقسیم جو دونون جہان کی تھی اوسکو آخرت پر

اوٹھاکر تقسیم قرآن کی تخصیص کردی اور نارواحدبندی۔ کیونکہ وہ اس دھوکے مین پڑے کہ محدود انسان غیر محدود خدا کو نہین دیکھ سکتا۔ محال ہے اور آخرت مین دیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہان سب محال ممکن ہے۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ انسان نہین دیکھ سکتا مگر خدا تو دکھا سکتا ہے۔ اوسکے نزدیک تو محال ممکن ہے دوسرے جن آنکھون آخرت مین دیکھ سکتا ہے وہ آنکھین خدا یہان بھی دے سکتا ہے۔ تیسرے لقاء کے لئے دیکھنا ضرور بھی نہین۔ ملاقات تو اندھے بھی کرتے ہین ملاقات مین صورت دیکھنے کی ضرورت نہین مجالست کافی ہے اس لئے لقاء رب کے معنی حضوری اور قرب کے ہین۔ لغت مین لقاء کے معنی دیکھنے کے لکھے ہین۔ مگر دیکھنا اوسکو بھی کہا جاتا ہے جسکو ہم ان آنکھون نہ دیکھین جیسے اندھے کہین کہ ہم برابر یون ہی دیکھتے آئے اسکے سوا دیکھنے والا نہ دیکھنے والا تو قلب ہوتا ہے۔ فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور بحث و مباحثہ میری غرض نہین۔ غرض یہہ ہے کہ لقاء رب سے شکوک نہونا چاہئے اور نہ لقاء کو کسی عالم کے لئے مخصوص کرنا چاہئے۔ بس جیسے خدا نے فرمایا ویسے ہی ایمان لاؤ۔

خدا نے فرمایا فی الارض اٰیٰت للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون۔ ایمان و یقین رکھنے والون کے لئے دنیا مین اور خود تم مین خدا کی نشانیان ہین کیا تم دیکھتے نہین (الذاریات ۳) دنیا کی نشانیون کی طرف متوجہ کرنا فکر کی تعلیم ہے۔ اور اپنے نفس کی نشانیون کی طرف متوجہ کرنا مراقبہ کی تعلیم اس تعلیم کے بعد اور آیات اللہ کی طرف متوجہ کرنے کے بعد خدا فرماتا ہے "کیا تم دیکھتے نہین"۔ ہان قوم دیکھنا چاہتی نہین وہ تعصبات فرق کے سبب ان آیات کی تعمیل کو اپنے فرقہ مین نہ پاکر بدعت سمجھتی ہے۔ جسے بصیرت نہو جسے بصارت نہو وہ ایسی آیتون کے ترجمہ ہی کردینے پر قناعت نہ کرے تو کیا کرے اے خدا تو ہی رحم کر۔

اب مین فکر و مراقبہ کو الگ الگ بیان کرنا چاہتا ہون کہ زیادہ وضاحت آئے اور طالب ان کی حقیقت زیادہ واضح ہو کہ اونکو روحانی ہدایات خداوندی پر مجاہدہ و ریاضت کرنے کا ڈھنگ آئے۔

فکر

فکر کے معنی غور کرنے کے ہین۔ یہہ فکر مامور بہہ ہے۔ ہر چیز پر ہم کو غور و فکر کی نگاہ ڈالنی چاہیئے۔ کہ یہہ کیون ہے کس لئے ہے کس طرح ہے۔ اور کیا ہے۔ اگر یہہ نگاہ خدا کے ساتھہ اور خدا کے لئے ہوگی تو ہمین خدا کی عجیب پُرکیف نشانیان ملین گی اور اون نشانیون پر فکر کی رفتار قایم رکھنے سے خدا تک رسائی ہوگی اور اوسکا قرب درقرب نصیب ہوگا۔ فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنة نعیم تو اگر وہ مقربون مین ہوا تو راحت ہے اور رزق ہے اور نعمت کی بہشت ہے۔ (الواقعہ ۳) اور اگر فکر خدا کے لئے نہین بلکہ دریافت ماہیت الاشیاء کے لئے ہوگی تو یہہ علوم و فنون کے ذخیرے پائے گی ایجادات و اختراعات کی کنجیان پائے گی۔ اسی لئے حمان بھمان خداوند تعالے و تقدس نے آیات اللہ کو بیان فرمایا ہے۔ اس تفرقہ کو بھی بیان فرمادیا ہے مثلاً آیٰت لقوم یومنون۔ آیٰت لقوم یتفکرون آیٰت لقوم یعقلون۔ آیٰت لقوم یعلمون وغیرہ وغیرہ تو جیسی فکر ویسا پھل۔

حرارت اور انجرون کی قوت اسی فکر کی یافت ہے جس سے انجن نکلے جو ریلوے اور طرح طرح کے کارخانون کی جان ہے۔ اسی نے بجلی کی قوت دریافت کی جس سے تار برقی برقی روشنی اور اوسکے بہتیرے کرشمے عالم ظہور مین آئے اور ابھی آئینگے۔ پھر بھی یہہ فکر کی ابتدائی رفتار ہے کیونکہ خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ خدا نے زمین کی سب چیزون کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے (بقرہ ۳) ابھی زمین کی ساری دولتین کھان ظاہر ہوئین۔ اسی فکر نے فلکیات کی فضا ناپی اور کرون کی ماہیت دریافت کی یہی فکر علم کی ابتدا ہے اور یہی علم کی انتہا۔ اسی فکر کے جانب خدا نے ہدایت کی تھی ومن کل شیٔ خلقنا زوجین ہر چیز کو ہم نے جوڑا پیدا کیا ہے (الذاریات ۳) علم بوٹنی نے آج پتہ لگایا ہے کہ انسان وحیوان ہی مین نہین۔ بہتیرے نباتات مین بھی جوڑے ہین جب اس علم مین فکر کی رفتار اور تیز ہوگی تو معلوم ہوگا کہ بہتیرے

نہین بلکہ کل کائنات مین جوڑے ہین سبحن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون پاک ذات ہے خدا جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے نباتات مین سے اور خود اونکی قسمون مین سے اور اون چیزون سے بھی جنکو وہ جانتے نہین (یٰسین ع۳) اپنے سوا کسی مین وحدت نہین رکھی اسی لئے فرمایا سبحن الذی کہ ایک خدا ہی کی ذات جوڑے سے پاک ہے فکر کی رفتار اور تیز ہوگی تو ایک دن یہہ بھی دریافت ہوجاے گا کہ جمادات مین بھی جوڑے ہین۔ ومن کل شئ خلقنا زوجین ہر چیز کو ہم نے جوڑا پیدا کیا ہے (الذٰریٰت ع۳) بنانے والے سے زیادہ واقف کون ہوسکتا ہے جس نے بنایا اوس نے بتا بھی دیا۔ اور ان دریافتون کی کنجی بھی عنایت کی یعنی قوت فکر فکر نے ابھی تک تو زمین ہی کے پورے خزانے نہین کھولے ہین اور فلکیات تو بالکل ہی باقی ہین۔ حالانکہ سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ آسمان وزمین کی کل چیزون کو ہم نے تمہارے کام مین لگادیا ہے (جاثیہ ع۲) تو سب کے تعلقات کو سمجھو۔ اس فکر نے خشکی وتری ہی سے کام نہین لیا حرارت وبجلی ہی سے کام نہین لیا بلکہ وہ ہوا سے بھی کام لینے کا حوصلہ کررہی ہے ہوائی جہاز کے طرف فکر کا حوصلہ بلند ہورہا ہے بہت کچھ ہوا اور بہت کچھ ہورہا ہے۔ اور بہت ہوکر رہیگا ابھی آسمانی دولتیون کا خزانہ کھولنا بالکل ہی باقی ہے۔

اگر اسی طرح فکر ترقی کرتی رہی تو ایک دن یہہ پتہ لگا چھوڑے گی کہ ساری قوتین کیا آب وہوا کی قوت کیا برقی اور مقناطیسی قوت۔ کیا ارضی وسماوی قوت۔ ساری قوتین ایک ہی قوت اعلےٰ کی مختلف شانین ہین جیسے بانسری کی ایک پھونک مختلف سوراخون مین پھونک ایک ہے اور آوازین طرح طرح کی۔

یہہ تو فکر کے وہ رموز ہین جو مادیات اور احاطۂ حواس سے باہر نہین اس فکر کی رفتار قانون فطرت مین اور قانون فطرت کے اندر ہوتی ہے۔ تو اسے فکر عقلی کہو۔ اس فکر سے اسرار روحانیات منور اچھوتے ہین وہ اسرار جو عالم قلب وسر اور عالم خفی واخفےٰ مین پوشیدہ سے پوشیدہ روح کی طرح ہین وہ اوس فکر مین

آشکارا ہوتے ہیں جو اس فکر سے بالاتر حواس باطنی سے کی جاتی ہے۔ اسکی رفتار قانون قدرت کے احاطہ میں جا پڑتی ہے اور اس لئے وہ مخصوص ہو جاتی ہے رب اعلےٰ کے لئے اُسے فکر قلبی یا فکر روحی کہو اس راہ کا رہبر نہ صرف عالم اسرار کے بھیدوں اور ذخیروں کو جو اُسے راہ میں ملتے ہیں سرسری نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ وہ مقصود کے سوا سارے جہان و مایتعلق بہا سے بے نیاز ہو جاتا اور چشم پوشی کرتا ہے مازاغ البصر وما طغیٰ چونکہ راہ روحانی پر اسرار ہے۔ اس لئے خدا نے اسکی تعلیم بھی کر دی جو بیان کی جائے گی۔ اور کچھ بیان ہو بھی چکی۔

جب ذکر جاری ہو جاتا ٹھیک اوتر تا اور رسا ہوتا ہے۔ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء جیسا کہ ذکر کلمہ طیبہ میں بیان ہو چکا ہے۔ تو وہ مذکور کا متلاشی ہوتا ہے۔ جب طلب و تلاش آئی تو خدا نے اپنی نشانیاں بھی بتا دیں کہ وہ آفاق میں بھی ہیں اور خود تم میں بھی اور انہیں نشانیوں سے ہمیں پا سکتے ہو۔ اسکے لئے فکر و مراقبہ کی تعلیم کی کذالک نفصل الآیٰت لقوم یتفکرون فکر کرنے والوں کے لئے اپنی نشانیاں ہم کھول کھول کر بتا دیتے ہیں۔ (یونس ع ۳) کیا خدا اپنی نشانیاں بیکار بتاتا ہے۔ کیا اسلئے بتاتا ہے کہ تم صرف ترجمہ کہدو۔ اور کچھ نشانیوں کی فہرست گن دو یا اسلئے کہ تم اون پر فکر کرو اور اون نشانیوں سے خدا کو پاؤ۔ اگر فکر کے لئے خدا نے نشانیاں بتائیں تو سوائے فرقہ صوفیہ کرام کے جنہیں اے فرقہ اہل حدیث تم بدعتی کہتے ہو کس نے فکر کی اور کون فکر کرتا ہے کس نے ان ہدایات ربانی کی تعمیل کی اور کون تعمیل کرتا ہے۔ اسی لئے اس فرقہ کے سوا کس نے خدا رسی کا غلغلہ بلند کیا اور کون مراد کو پہونچا۔ اولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ وفضل وجنت لھم فیھا نعیم دیکھو خداوند تعالےٰ و تقدس کس کس طرح فکر کی تعلیم کرتا ہے اور فکر نہ کرنے والوں کی تہدید کرتا ہے کاش مسلمان ہدایات ربانی سے مستفیض ہوتے اور تعمیل کر کے بامراد ہوتے خدا فرماتا ہے ان فی السموات والارض لآیٰت للمومنین۔ بے شبہ مومنوں کے لئے آسمان و زمین میں

خدا کی نشانیان ہین (جاثیہ ۵) تو مسلمانو! اوسکی نشانیون سے اعراض نکرو۔ ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن اٰیٰتنا غٰفلون اولٰئک ماوٰھم النار بما کانوا یکسبون جو ہم سے ملنے کے امیدوار نہین یعنی طالب خدا نہین۔ اور وہ دنیاوی ہی زندگانی پر راضی اور مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیون سے غافل ہین تو ایسون کا ٹھکانا اونکے کرتوتون کے سبب جہنم ہے (یونس ۱) ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیٰت لاولی الباب الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض۔ خلقت آسمان وزمین اور اختلاف لیل ونہار مین ذی عقل کے لئے خدا کی نشانیان ہین۔ ذی عقل وہ ہین جو خدا کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر وقت یاد کرتے رہتے ہین اور آسمان وزمین کی بناوٹ مین فکر کرتے رہتے ہین۔ (ال عمران ۲۰) ذکر علے الدوام یعنی پاس انفاس سے طلب سرگرم تلاش ہوتی ہے تو خدا نے فکر کی راہ سجھائی۔ جب وہ فکر مین پڑ جاتی ہے تو خدا کی نشانیان ملتی ہین۔ یہہ نشانیان جسکی ہین اوسکے حضور تک پہونچا دیتی ہین۔ یہہ نہ سمجھو کہ علے الدوام ذکر و فکر یعنی پاس انفاس اور پاس حواس سے تمہارے دنیاوی کام بگڑ جائینگے نہین بلکہ دنیاوی کام دینی ہو جائینگے۔ اور مزید جمعیت خاطر کے ساتھہ انجام پائینگے۔ اس حال مین پہونچکر تم اپنے کام مین خدائی جاندار شین کی طرح چلتے رہوگے اور سارے کام باحسن وجوہ بلا شائبہ دہشت ونامرادی انجام پائینگے۔ کم سے کم وہ خدائی نگاہ کارآمد جسے خدا نے عروۃ الوثقیٰ لاانفصام لھا فرمایا وہ تو ہاتھہ آجائے گا جیسے تم نے پہاڑون کو دیکھا ہوگا بہرا گھڑا سر پہ لئے جاتی ہین باتین بھی کرتی جاتی ہین۔ لڑتی جھگڑتی بھی جاتی ہین۔ مگر وہیان کا لگاؤ اس گھڑے کی طرف کچھ ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا بیلنس چوڑی بھی نہین جانے پاتا۔ ان فی اختلاف اللیل والنھار وما خلق اللہ فی السمٰوٰت والارض لاٰیٰت۔ اختلاف لیل ونہار

اور اشیا ارضی و سماوی مین خدا کی نشانیان ہین (یونس ع۱۰) ساری چیزون مین فکر کی ہدایت فرمائی اور اوپر کی آیت مین نظام آسمان و زمین مین فکر کو فرمایا تھا۔

وکائن من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون - خدا کی کتنی نشانیان آسمان و زمین مین ایسی ہین کہ اون نشانیون پر لوگون کا گذر تو ہوتا ہے مگر وہ اعراض کرتے ہین (یوسف ع۱۲)

یہہ انقلاب و حادثات مین فکر کرنے کو فرمایا

اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض - کیا لوگ ملکوت آسمان و زمین یعنی نظام عالم مین فکر نہین کرتے (اعراف ع۲۳) جو ناسوت ہی مین سرگردان رہنا چاہتے تو اوسکے لئے ملکوت کا دروازہ نہین کہلتا۔ ترجمہ ہی کہتے نہ جاؤ ذرا مطلب بھی سمجھا دو کہ ملکوت آسمان و زمین مین دیکھنے کے کیا مطلب ہین بادی النظر مین آسمان و زمین تو ہر کوئی دیکھتا ہے یہہ ملکوت آسمان و زمین مین دیکھنا کیا ہے

خدا جانے قرآن مجید مین کتنی جگہ لعلہم یتفکرون اور لعلکم تتفکرون موجود ہے اور کتنی طرح سے خدا نے ہم کو فکر کی تعلیم کی ہے۔ جہان جہان خدا نے اپنی نشانیان بتائی ہین۔ وہ ہماری فکر ہی کے لئے ہین فکر کی ہدایتون سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے جسکی تشریح کے لئے یہہ کتاب کافی نہین اس لئے بنظر اختصار اتنا کہدینا ضرور ہے کہ انسان حیوان نباتات۔ جمادات۔ کیفیات ارضی و سماوی۔ کیفیات بری و بحری۔ حادثات عالم مصائب و آلام خدا نے ساری قوتون اور سارے جذبات مین فکر کی تعلیم فرمائی ہے سورۂ روم مین رکوع کا رکوع انعام مین رکوع کا رکوع جاثیہ مین رکوع کا رکوع فصلت مین سنوری مین عنکبوت مین یونس مین۔ بلکہ کونسی بڑی سورے ہے جسمین فکر کی ہدایت اور تعلیم نہین کی گئی۔

قصے جو قرآن مجید مین خدا نے بیان فرمائے ہین۔ تو یہہ بھی فرمادیا ہے فاقصص القصص لعلہم یتفکرون لوگون سے قصے بیان کردو تاکہ لوگ اون پر فکر کیا کرین۔ (اعراف ع۲۲) قصون مین فکر کرنے سے طرح طرح کی موثر ہدایتین معلوم ہوتی ہین۔

مثالین بھی خدا نے دی ہین تو یہہ فرمادیا ہے تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون -
ہم نے لوگون کو مثالین دے دے کر سمجھایا ہے تاکہ لوگ فکر کرین (حشر ع ۳) سارے
قرآن مجید ہی مین تدبر و تفکر کرنا چاہیئے۔ قصون پر بھی مثالون پر بھی خدا کے لئے قرآن مجید کو چھوڑ نہ دو
اوسکو پڑہا کرو۔ مگر تدبر و تفکر کی آنکھون سے۔ اندہون کی طرح نہ پڑہو ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا تتفکرون
کیا آنکہ والے اور اندہے برابر ہین کیا تم اس پر فکر نہین کرتے۔ (انعام ع ۵)
خدا نے فرمایا ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایٰت محکمٰت ھن ام الکتاب واُخر متشٰبھٰت، فاما
الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ومایعلم تاویلہ
الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا ومایذکر الا اولوا الالباب ۔ ۵
خدا ہی ہے جس نے تم پر قرآن مجید اوتارا جسکی بعض آیتین محکم ہین۔ یہہ آیتین تو ام الکتاب ہین (یعنی احکام
وہدایات کی آیتین) اور بعض متشابہ ہین۔ تو جنکے دلون مین کجی ہے وہ اوسکے پیچھے پڑے رہتے
ہین جو اوس مین متشابہات ہین۔ بہ نیت فساد اور بہ نیت تاویل۔ حالانکہ اوسکے اصل مطلب کا علم
خدا ہی کو ہے۔ اور راسخین علم کو بھی جو کہتے ہین کہ ہم کو اوس پر ایمان ویقین ہے اور سب کچھ خدا
کی طرف سے ہے اور اس سے ذی عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہین۔ (آل عمران ع ۱) آیات محکمات
بھی نازل ہوئین اور آیات متشابہات بھی آیات متشابہات سے حروف مقطعات سمجھنا صریح بے انصافی ہے۔ حروف
مقطعات تو حروف ہین آیت نہین۔ دوسرے لفظ خود بتا رہا ہے کہ متشابہ آیتین وہ ہین جن مین
تشابہ پایا جائے جیسے صفات خداوندی جو بیان ہوے ہین وہ انسانی صفات سے مشابہ ہین اکثر
آیتون کا اختتام انہین متشابہات پر ہوا ہے متشابہات اوسکے صفات ہین۔ مثلاً خدا کا جاننا اوسکا
دیکھنا سننا۔ اوسکا بھیجنا اوٹھنا اوسکے منہ اور ہاتھ ہونا۔ اوسکا راضی ہونا غصہ ہونا خوش ہونا خفا ہونا
اوسکا معاف کرنا اور بدلا لینا وغیرہ وغیرہ سارے ہی صفات ہم انسان کے صفات سے مشابہ بیان

ہوے ہین۔ تو جنکے دلون مین کجی ہے وہ سمجھے کہ اوسکے ہاتھہ منہ ہمارے جیسا ہے۔ اوسکے آنکھ کان ہمارے جیسے ہین وہ صورت مین ہماری صورت کا اور سیرت مین ہماری سیرت کا ہے۔ اور ہو بہو ہمارا مشابہ اک دیوتا تخت پر بیٹھا سلطنت کر رہا ہے مگر اوسکی تنزہ کی آیتین مجبور کرتی ہین تو وہ تاویل کی طرف جھک پڑتے ہین کہ اوسکی ساری صفتین ہین تو ہماری ہی جیسی مگر بے کیف ہین بے کیف کا لفظ اس لئے بولا گیا کہ بھتیرے سوالون کے جواب نہ دینا پڑین۔ کیونکہ کام تو سوال وجواب سے ہی ٹھہرا کہ معترض کا منہ بند ہو۔ یہہ ساری منہ بولی باتین ہین۔ آیات متشابہات خدا نے فکر ومراقبہ کے لئے نازل فرمائی ہین اسی لئے اوس نے فرمایا — فاما الذین فی قلوبھم زیغ یعنی اسکو تعلق ہے قلب سے۔ تو جسکا قلب بیمار اور کج ہو گیا ہے وہ تو اندھا رہے گا۔ اور جس کے قلب کی آنکھین روشن ہین وہ حقیقت حال کو دیکھ لے گا فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور آنکھین نہین دیکھتین بلکہ قلب دیکھتا ہے جو سینہ کے اندر ہے (حج ۶) یہی راسخین علم ہین جنکو آیات متشابہات پر قلب کی آنکھون دیکھ کر ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی اولوالالباب ہین جو آیات متشابہات پر فکر کرنے سے نصیحتین حاصل کرتے ہین۔ اور جو اہل قلب نہین وہ تاویلون اور کج بحثیون مین پڑکر فتنے اوٹھاتے رہتے ہین۔

موجودہ ریاضات صوفیہ مین چند ہی صفات ریاضتاً داخل ہین۔ مثلاً قدرت واحاطت وغیرہ۔ اور قرآنی تصوف خدا کی تعلیم کردہ صراط اللہ ہے اس لئے وسیع تر بھی ہے۔ آیات متشابہات فکر ومراقبہ کی آیتین ہین جیسے اوسکی ہر صفت یعنی اسماء حسنےٰ کا ہر ایک اسم یہہ جسطرح ذکر کے لئے ہے فکر کے لئے بھی اور مراقبہ کے لئے بھی ہے۔ ذکر انفاس سے۔ فکر حواس سے۔ اور مراقبہ اوس اسم مین کھو کر اور فنا ہو کر ہوتا ہے جسکو تبتل کہتے ہین۔ مسلمانو! قرآنی تصوف کی وسعت کو ملاحظہ کرو کہ یہہ خلاق فطرت کی تعلیم کردہ ہے۔ ہر ایک کی فطرت اک خاص معجون مرکب ہے اور اک خاص کیفیت رکھتی ہے۔ پھر جس اسم وصفت کی طرف اوسکی مناسبت قایم ہو وہی اوسکے لئے کشود کا باعث ہے۔ ایک ہی ڈہرے پر دنیا نہین چلتی اوسکو چلانے

والا ہی خوب جانتا ہے۔

فکر کی ہدایت تو معلوم ہوئی مگر یہہ کیونکر کی جائے یہہ معلوم نہوا کیونکہ فکر و تلاش کی ایک راہ ہے نہین۔ تو ذکر جب تک طلب پیدا نہ کرے فکر نہین آنے کی اور بعد طلب یہہ خود ہی آجاتی ہے۔ اس لئے فکر کیونکر کی جائے خداوند عالم نے اسکی تعلیم نہین فرمائی۔ تو تم مجاز ہو جیسے کرو مگر فکر کرو۔ مجھے بھی چاہئے کہ مین بھی اوسکے متعلق کچھ نہ بیان کرون۔ مگر قرآن مجید مین جابجا اسکے اشارہ پائے جاتے ہین اس لئے مثالاً اوسکو کسی قدر واضح کر دینا کہ سمجھ مین بھی کچھ آجائے روش قرآنی سے باہر نہین ہے۔

مثلاً کسی درخت پر فکر کی نگاہ ڈالو۔

بعض کی رفتار منطقی ہوگی کہ درخت خود بخود تو پیدا ہوا نہین کیونکہ خود بخود کوئی چیز اس عالم اسباب مین پیدا ہوتے دیکھی گئی نہین۔ اس لئے ضرور ہے کہ اسکا پیدا کرنے والا بھی کوئی ہو اور وہی خدا ہے۔ اور اگر چند علتون کے اجتماع سے یہہ پیدا ہوا تو اون علتون کا بھی ضرور کوئی پیدا کرنے والا ہوگا۔ غرض پیدائش کی انتہا جہان پہ جاکر منتہی ہو وہی علۃ العلل خدا ہے۔ یہہ اک منطقی فکر تمام علما کی ہے وہ اوس پر قانع ہین۔ اس لئے خدا کی خالقیت پر ایمان لانے کے بعد وہ احکام و ہدایات فکر سے نکل گئے۔ اور اب اونکو بے ضرورت فکر کرنا نہین رہا اس لئے اس فکر سے اونکو بجز درس طلبا کے اور کچھ حاصل نہین ہوتا اس فکر سے اونکا رخ نہ ماہیت الاشیار کی طرف نہ حقیقت الاشیار کی طرف نہ خدا کی طرف ہوتا ہے بلکہ مخالفین کی طرف ہوتا ہے یا اپنی طبع آزمائیون کی طرف۔ اسی لئے اونکی بے جذبہ فکر کارگر بھی نہین ہوتی۔

بعض کی رفتار عقلی ہوگی۔ کہ اس درخت کی ماہیت کیا ہے؟ یہہ تو اجزائے ارضی کی ایک صورت ہے مگر اجزائے ارضی ہی نہین بس مین اجزائے ارضی بھی ہین۔ رطوبت مائی بھی ہے حرارت ارضی بھی ہے۔ حرارت شمسی بھی ہے اور قوت نمو بھی ہے۔ اور ان سب کی کیفیت ترکیبی بھی ہے۔ علاوہ اوس لطفہ کے

جو رحم زمین مین ڈالا گیا۔ پھر ہر ایک کی لاسعلوم ماہیت غیر نمایان اثر اور غیر محسوس قوت کیونکر منضم ہوئی۔ اگر انکی تاثیرین منتزع صورت مین علیحدہ علیحدہ کام مین لائی جائین تو کیا کیا نتایج پیدا کر سکتی ہین۔ اور ایجادات و اختراعات مین کیا کیا اضافہ ہو سکتا ہے۔ یہہ ہر شے کی ماہیت کی تلاش اور اونکی کیفیتون کے اودھیڑ بن مین لگا رہتا ہے اور نعمتین حاصل کرتا ہے۔ جیسے کیمیا کے شلاجتی کو کیمیا تو ملی نہین ہان بھتیرے کشتے اور نادر نسخے امراض مہلکہ کے مل جاتے ہین جس سے وہ ابنائے جنس کی خدمتون کا ثواب عظیم حاصل کر لیتا ہے۔

اور بعض کی رفتار قلبی ہوگی۔ کہ یہہ درخت حقیقت مین ہے کیا۔ اسکے پتے شاخ پھول پھل اوسی وقت تک ہرے بھرے ہین جب تک اس درخت کا وجود یون قایم ہے۔ پھر اسکا وجود کیا ہے؟ وجود کا یہہ رنگ اصلی ہے یا عارضی۔ کچھ ہی ہو۔ مگر یہہ نہ تھا اور اب ہے تو کیون ہے اور کہان سے یہہ وجود لایا۔ تر و تازگی اسکی جان ہے تو یہہ آئی کہان سے۔ کرشمے در کرشمے دکھا دیتے ہین۔ مگر جسکے یہہ سارے کرشمے ہین وہ دکھائی نہین دیتا تو اسکے وجود مین ڈوبو۔ شاید موجد نظر آئے۔ اسکی جان مین ڈوبو شاید جان جان دکھائی دے جسطرح وہ ماہیت کی تلاش مین تھا۔ یہہ حقیقت کی تلاش مین ہے۔ وہ فلسفہ کی راہ چلا۔ اور یہہ مذہب کی۔ وہ جسمیات سے نکل کر ملکوت مین پھر رہا تھا۔ اور یہہ ملکوت سے نکل کر عالم ارواح یعنی جبروت مین پروازکنان ہوتا ہے اور آخر اوس کیمیا کو پاکر دنیا کے سارے خزانون سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ گرچہ لاکھ خزانے جمع بھی کرے یون رفتار قایم رکھنے سے وہ ظہور کے عروج و نزول کے آسمانون کے طے کرتا ہوا صاحب وجود کو پالیتا ہے جسکی جیسی طلب اوس کی ویسی رفتار اور اوسکی ویسی یافت ہوتی ہے۔

فکر مین کیا کیا کیفیات ہوتے ہین اسکو مین بیان کرتا۔ مگر چونکہ رہرو راہ کے کیفیات دیکھے گا ہی۔ اس لئے قرآن مجید کی یہہ روش ہی نہین کہ کسی کیفیت کو بیان کرے اور جذبات الہی کے کسی جذبہ کو بتا کر انسان سے کمزور مخلوق اور خواہشون کے پتلے کو طلب خداوندی سے پھیر کر کیفیات و جذبات۔

انوار و تجلیات۔ مکالمات و مکاشفات کا طالب بنا کر اوسکی راہ کھوٹی کرے تو مین کیون اوس کے خلاف کرون۔ تاہم جو کچھ کیفیات کے متعلق لیطمئن بقلبی کے اصول پر لتثبت به فوادك کے اصول پر قرآن مجید مین بیان کیا گیا ہے۔ مین فکر فی الانفس مین بیان کرون گا انشا اللہ تعالے۔

جب انسان فکر فی الآفاق مین مشغول ہوتا ہے۔ تو جو اثرات ہوتے لازمی ہین۔ وہ ہوتے ہی ہین۔ اک ذرا فکر کر کے دیکھو کہ کسطرح ما یتفکرون کے اجزا تجزی ہو ہو کر غائب ہونے لگتے ہین۔ اور وہ اک بحر بے پایان مین ڈوب جاتا ہے۔ جسکی انعکاسی روشنی سے آنکھین خیرہ ہوتی ہین۔ مگر واہ رے خدا جو اوس غشی نما حال مین بھی چھوڑ نہین دیتا بلکہ یھدی اللہ لنورہ من یشاء زیادہ کچھ لکھنا فضول ہے چکھنے کی چیز کو چکھو۔ دیکھنے کی چیز کو دیکھو۔ ڈھونڈھو گے پاؤ گے چلو گے پہونچو گے۔

مگر افسوس صد افسوس ان کثیرا من الناس عن اٰیٰتنا لغٰفلون اکثر لوگ ہماری نشانیون سے غافل ہین (یونس ع۹) یوبکم اٰیٰته فای اٰیٰت اللہ تنکرون خدا تمہین اپنی نشانیان دکھاتا ہے تو اوسکی کن کن نشانیون کا تم انکار کرو گے (مومن ع۹) لیکن لوگون نے انکار بھی کیا اور جھٹلایا بھی۔ کفروا باٰیٰتنا۔ کذبوا باٰیٰت ربھم (بنی اسرائیل ع۱۰ + انفال ع۸) بلکہ وہ خدا کی نشانیون مین الحاد بھی کرنے لگے ان الذین یلحدون فی اٰیٰتنا لا یخفون علینا مگر وہ خدا سے چھپے ہوے نہین ہین (حم السجدہ ع۵)

لوگو ان احکام و ہدایت کو سوچو سمجھو اور اپنے معاملات خداوند عالم کے ساتھ بہ صدق و اخلاص درست کرو کہ بے صدق و اخلاص کے کوئی عبادت بھی عبادت نہین الا للہ الدین الخالص

علاوہ ان سب کے جو مین بیان کر چکا قرآن مجید کی بھتیری آیتین بھی فکر کے لئے غایت ہوئی ہین جن سے فکر کی قسمین معلوم ہوتی ہین۔ مثلاً ۱ فکر تسبیحی۔ سبحن اللہ ع۲ فکر تحمیدی۔ الحمد للہ ع۳ فکر تکبیری۔ اللہ اکبر ع۴ فکر تہلیلی لا الہ الا اللہ ع۵ فکر تنزیہی۔ لیس کمثلہ شئ ع۶ فکر قدوسی سبحان الملک القدوس ع۷ فکر نوری اللہ نور السموات والارض ع۸ فکر افعالی یفعل اللہ ما یشاء ع۹ فکر ولایتی

وھوالولی الحمید ۹ فکر فنا وبقا۔ ماعندکم ینفد وماعنداللہ باق ۱۰ فکر ملکوتی۔ اللھم مالک الملک ۱۱ فکر جبروتی۔ قل الروح من امر ربی ۱۳ فکر ربوبیت۔ الحمدللہ رب العلمین ۱۴ فکر کبریائی۔ وله الکبریاء فی السموات والارض ۱۵ فکر فعالی۔ فعال لما یرید ۱۶ فکر قدرت واللہ علی کل شی قدیر ۱۷ فکر معیت وھو معکم اینما کنتم ۱۸ فکر احاطت۔ واللہ بکل شی محیط ۱۹ فکر اقربیت۔ نحن اقرب الیه من حبل الورید ۲۰ فکر لاھوتی۔ وھواللہ فی السموات وفی الارض ۲۱ فکر قرآنی وھو تلاوته حق تلاوته یعنی باللہ من اللہ الی اللہ ؎ نشاید ترا جز بتو یافتن ؛ عنان باید از ہر دری تافتن

جسطرح ذکر قلب سے کیا جاتا ہے فکر حواس سے کی جاتی ہے۔ سلطان الذکر یہہ ہے کہ ہر ایک سو بلکہ اپنا وجود تک ذاکر ہو جائے اوسی طرح سلطان الفکر یہہ ہے کہ دوام حضور اور دوام شہود حاصل ہو جائے۔ مینے پاس انفاس کو بیان کیا ہے تو کسی قدر پاس حواس کو بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔

پاس حواس

پاس انفاس کو خدا نے بیان فرمایا کہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت خدا کا ذکر کیا کرو یہان تک کہ سوتے جاگتے جنکی آیتین بیان ہوئین۔ جسکے معنی ہی یہہ ہین کہ کوئی سانس ذکر خدا سے خالی نہ جائے تو یہہ ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے خدا نے ہدایتین دین۔ اور پاس حواس استیلائے فکر ہے جو فکر کی آیتون کی تعمیل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور آپ حاصل ہوتا ہے ذٰلک فضل اللہ یوتیه من یشاء یہہ خدا کا فضل ہے جسے وہ عنایت کرے وہ عنایت کرتا ہے اوسی کو جسے فکر کا شعور آجائے اور جس کے طلب کی رفتار لنگڑی نہوئی ہو اس لئے اسکے فرمان کی ضرورت نہ تھی۔

جسطرح پاس انفاس ہے کہ کوئی سانس ذکر خدا سے غافل نہو۔ اوسی طرح پاس حواس ہے کہ کوئی حواس فکر خدا سے غافل نہو۔ دنیا مین جو سب کرتے ہین وہ تم کرو مگر خدا کے ہو کر۔ سارا کچھ دیکھو مگر فکر کی آنکھ سے سب کچھ سنو مگر فکر کے کان سے۔ سب کچھ چکھو مگر اوسی کی محبت کا ذائقہ لیکر۔ جو کچھ سونگھو تو اوسی کے

گوچہ و گلزار کی بو۔ جو کچھ محسوس کرو تو اوسکے ہر کیف مین بے کیفی ہی کا رنگ۔ ہوش مین رہو تو اوس کے ہو کر بیہوش رہو تو اوس مین گم ہو کر غرض زندگی اوسکی ہو۔ موت اوسکی ہو یہی پاس حواس ہے جو اشارۃ النص سے ثابت ہے یعنی۔ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔

یہہ نہ سمجھو کہ یہہ رہبانیت کی راہ ہے۔ رہبانیت سے پاس حواس نہین حاصل ہوتا کسی حواس کو معطل کرنا پاس حواس نہین۔ اولٹی راہ ہے بلکہ حواس سے آداب خداوندی اور فکر کے ساتھہ کام لینا جن کا سون کے لئے وہ ملے ہین پاس حواس ہے۔ جنگل مین کیا رکھا ہے جنگل سے زیادہ گھنا اور آزمایش کے لایق تو آبادی کا جنگل ہے۔ حواس کے آلات استعمال کرنے اور عاقبت کی کھیتی کے لئے زمین تو یہی آبادی کی ہے۔

تم کہو نہ کہو مگر تمھارا یہہ خیال ضرور ہوگا کہ یہہ باتین ایسی صعب ہین کہ ہونے کی نہین۔ یہہ محض فلسفیانہ تخیل ہے اور ناممکن العمل تخیلات لطف آمیز الفاظ ہین۔ اور ناشدنی توہمات۔ اے عزیزو ایسا نہین ہے پاس حواس مشکل بھی ہے ناممکن بھی ہے اور ساتھہ اوسکے آسان بھی ہے اور آسان تر بھی ہے۔ دو دشمن ہین مگر خدا کی عنایتون سے اگر کامیاب ہو جائین تو پاس حواس کا قلعہ لیے لڑے جھگڑے تمہارے ہاتھہ مین ہوگا۔ ایک تو پاس انفاس کا صحیح اور ترنا دوسرے محبت الہی کا اس درجہ پیدا ہونا کہ تم پر غالب نہو تو تم سے مغلوب بھی نہو۔ پاس انفاس کو بھی ینبغے بیان کیا ہے اور طلب کے بیان مین کسی قدر محبت کو بھی۔ بس انہین دونون نعمتون کے حصول سے پاس حواس حاصل ہوتا ہے جسکی ابتدا فنا اور جسکی انتہا بقا ہے۔ جب بقا کا رنگ عروج کی تمیز کے ساتھہ ممیز ہوتا ہے تو تنزلات وجود کے مراتب منکشف ہوتے ہین اور عبودیت کا نور چمک اوٹھتا ہے فرق مراتب تب اپنی حقیقی حالت مین جلوہ آرا ہوتا ہے۔ اوس وقت قرآن مجید عین طریقت اور عین حقیقت معلوم ہوتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والقران کلام اللہ۔

مراقبہ

خدا نے فرمایا سنریھم اٰیٰتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق - عنقریب ہم اپنی نشانیان اوسہنین دکھائینگے آفاق مین بھی اور خود اون کے نفس مین بھی - یہانتک کہ اونکو منکشف ہوگا کہ خدا ہی حق ہے - (حٰمٓ السجدۃ ۹ ع ۵) آیات فی الاٰفاق کے مطالعہ کو مین بتا چکا کہ یہہ فکر ہے - اور آیات فی الانفس کا مطالعہ مراقبہ ہے اسکا نتیجہ بھی خدا نے فرمادیا کہ انکشاف حق ہے - مراقبہ کی ہدایت کے لئے کیا یہی ایک آیت جو صریح بلا تاویل ہے کافی نہین -

خدا نے فرمایا اولم یتفکروا فی انفسھم کیا لوگون نے اپنے نفس مین فکر نہین کی (روم ۷ ع ۱) لوگ فکر فی الانفس کیونکر کرسکتے ہین - جب اسے بدعت سمجھتے ہین کیونکہ اسکا نام مراقبہ رکھدیا گیا ہے اسکے سوا اختلافات و تعصبات مزاحم اسکے سوا ہار جیت کی آرزوئین الگ تباہ کن - خدا نے تو خود فرمایا ودعوا انکم الاعانی تم کو ناجایز آرزون نے دھوکے مین رکھا (حدید ۲ ع ۲) دنیا اسی دھوکہ مین پڑی -

یہہ تو معلوم ہوا کہ اپنے نفس مین مراقبہ کرنا چاہیئے مگر یہہ معلوم نہوا کہ کیونکر؟ تو ہم نے بیان کیا ہے کہ ذکر ہی کامل ہوکر فکر ہوجاتا ہے تو ذکر تو ہوتا ہے قلب سے اس لئے فکر بھی ہوگی تو قلب مین ہی تو مراقبہ ہے یعنی فکر الانفس ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید اس مین نصیحت ہے اوسکے لئے جسکو دل ہے اور جو کان لگاکر سنے (ق ع ۳) مراقبہ مین اوسکو دیکھو تو اوسکی سنو بھی - آنکھ اور کان دونون طلب و انتظار مین لگے رہین -

ذکر اسمار حسنےٰ اور ذکر کلمہ طیبہ جیسا کہ بیان ہوا قلب سے کرنا ہے تو اون کا مراقبہ بھی ظاہر ہے کہ قلب ہی مین کرنا ہوگا - ان کے سوا آیات متشابہات کا بھی جیسا کہ فکر کے بیان مین بیان ہوا - لطائف کا بیان آگے آتا ہے -

ذکر و فکر کی طرح مراقبہ بھی مختلف طرح اور مختلف کیفیات کا ہوتا ہے۔ مثلاً۔

۱ مراقبہ قدرت۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر اور یداللہ فوق ایدیھم ۲ مراقبہ سمعیہ و بصریہ۔ ان اللہ سمیع بصیر ۳ مراقبہ علم یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور ۴ مراقبہ معیت۔ وھو معکم اینما کنتم ۵ مراقبہ قرب۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ ۶ مراقبہ قدوسی سبحان الملک القدوس ۷ مراقبہ تحمیدی۔ للہ الحمد ۸ مراقبہ تہلیلی۔ لا الہ الا ھو ۹ مراقبہ تکبیری۔ اللہ اکبر ۱۰ مراقبہ کبریائی۔ ولہ الکبریاء فی السموات والارض ۱۱ مراقبہ نوری۔ اللہ نور السموات والارض ۱۲ مراقبہ فنا و بقا۔ کل شئی ھالک الا وجھہ ۱۳ مراقبہ استوی الرحمن علی العرش استوی ۱۴ مراقبہ روحی۔ ونفخت فیہ من روحی ۱۵ مراقبہ قیومیت۔ آیۃ الکرسی ۱۶ مراقبہ احدیت سورہ اخلاص ۱۷ مراقبہ وجودی۔ وھو اللہ فی السموات وفی الارض ۱۸ مراقبہ شہودی۔ شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو ۱۹ مراقبہ بے کیفی۔ لیس کمثلہ شئی ۲۰ مراقبہ احاطت۔ واللہ بکل شئی محیط ۲۱ مراقبہ تکلم۔ قرآن مجید میں جو لطیفہ قرآن میں آپ سے منکشف ہوتا ہے۔

اگر مراقبہ اسم ذات ہی کرو جب بھی یہی صفات منکشف ہوتے ہیں۔

ان آیتوں کے معنی کہہ جاؤ اور سمجھ لو کہ یہہ سمجھ میں بھی آگئیں تو یہہ صحیح نہیں۔ یہہ ساری آیتیں مراقبہ کے لئے تعلیم ہوئی ہیں کیونکہ یہہ مراقبہ ہی میں منکشف ہوتی ہیں۔ اور جب تک انکشاف نہ ہو سمجھ میں نہیں آنے کی مثلاً خدا ہر شے کو محیط ہے اوسکی احاطت بغیر انکشاف سمجھ میں کس طرح آسکتی ہے یون بے سمجھے کو بھی سمجھ کہو تو اور بات ہے اسی ضرورت سے خدا نے فکر فی الانفس یعنی مراقبہ کی ہدایت فرمائی جو باتیں حواس باطنی سے دریافت ہون وہ حواس ظاہری سے دریافت نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ تم کان سے دیکھ نہیں سکتے نہ آنکھ سے سن سکتے ہو۔ جو جسکا کام ہے وہ کرے۔

لطائف

صوفیون کے ریاضات میں جو لطائف ہیں پہلے میں اونکو بیان کرلون تو آگے بڑھون تاکہ یہہ واضح

ہو سکے کہ آیا یہ لطائف قرآن مجید سے لئے گئے ہین یا یہہ امام ربانی کا تفقہ یا اونکی یافت یا اونکا انکشاف ہے۔ ان لطائف کی نسبت کہان تک قرآن مجید سے معلوم ہوتی ہے۔

لطیفے چھہ ہین۔ قلب۱ روح۲ سر۳ خفی۴ اخفی۵ نفس۶ نقشبندیون کے یہان ان کے علاوہ دو اور بھی ہین۔ دائرہ خلال۷۔ دائرہ اولیٰ۸۔ دائرہ ثانی۹۔ یہہ تین پشانی کے دائرہ قرآن۱۰۔ دائرہ کعبہ۱۱۔ یہہ دوسرے کے دو دائرے ہین۔ ان کے سوا اور دو دائرے بھی ہین۔ جو آپ سے آپ کھلتے جاتے ہین۔ یہان تک کہ ہر ذرہ لطیفہ ہو جائے اور اتنے لطائف و دوائر سے مقصود بھی یہی ہے کہ ہر شے لطیفہ ہو جائے چونکہ ہر شے مین آیات اللہ ہے اس لئے ہر شے لطیفہ ہے۔ ان لطائف و دوائر کے انوار مختلف کیفیات مختلف اسرار مختلف اور فیضان مختلف ہین۔

اب مین ان لطائف کو قرآن مجید کے آگے پیش کرتا ہون۔

خدا نے فرمایا و فی الارض ایٰت للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون۔ موحنون کیلئے زمین مین اور خود تمہارے نفس مین آیات اللہ ہین۔ کیا تم دیکھتے نہین (الذٰریٰت ع۳) خدا کی ہدایت معلوم ہوئی کہ ہم نفس مین آیات اللہ کو دیکھین۔ مگر نفس مین دیکھنے کے معنی کیا ہین؟ اس لئے متوجہ کیا کہ ہم قرآن مجید مین جستجو اور تفکر کرین کہ خدا نے نفس کو کس کس طرح بتایا ہے۔ بس اوسی طرح ہمکو تعمیل کرنی چاہیے۔ کسی ایک معنی کو کیون مخصوص کر لین کہ قرآن کی تعمیم کی تخصیص ہو جائے۔

ع۱ نفس کے ایک معنی قلب کے ہین۔ تعلم ما فی نفسی تو جانتا ہے جو میرے دل مین ہے (مائدہ ع۱۶) اس لئے قلب مین فکر فی الانفس یعنی مراقبہ کی ہدایت ہوئی۔ یہہ لطیفہ قلب ہے۔

ع۲ نفس کے دوسرے معنی روح کے ہین۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا اللہ قبض کر لیتا ہے روح کو اوسکے مرتے وقت (زمر ع۵) اس لئے روح مین فکر فی الانفس یعنی مراقبہ کی ہدایت ہوئی۔

ع۳۔ خدا نے فرمایا فاسرھا یوسف فی نفسہ تو چھپایا اوسکو یوسف نے اپنے دل مین (یوسف ع۹)

یا فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نٰدمین - تو اوسوقت وہ پشیمان ہون گے اوس بدگمانی پر جو اپنے دلون مین چھپاتے تھے۔ (مائدہ ۸ع) نفس مین انسان چھپاتا ہے اور نفس مین مراقبہ کی ہدایت ہے یعنی اپنے نفس کی چھپی باتون یعنی اسرار مین فکر کرو۔ نفس کے اسرار مین فکر کرنے کو اصطلاحاً لطیفہ سر کہا گیا یہہ مراقبہ آیات اللہ مین نہین۔ بلکہ اسرار مین کیا جاتا ہے۔ مگر اسرار بھی تو آیات اللہ ہی ہین۔ اس کو چاہے اشارۃ النص کہو یا امام ربانی کا تفقہ یا انکشافات۔ یا تدبر فی القرآن۔

۲۰ وہ نفس کے معنی علم خداوندی کے بھی ہین لا اعلم ما فی نفسک مین نہین جانتا جو تیرے علم مین ہے۔ (مائدہ ۱۶ع) خفی اخفی مین داخل ہے۔ خفی کے معنی پوشیدہ اور اخفی کے معنی پوشیدہ در پوشیدہ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین تو کوئی نفس نہین جانتا جو آنکھون کی ٹھنڈک اونکے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ (السجدہ ۲ع) مگر خدا جانتا ہے اس لئے نفس مین جو معنی علم خداوندی ہے۔ فکر کیا کرو تاکہ پوشیدہ انعام واکرام کا جو تمہارے ہی لئے پوشیدہ ہے تمکو علم و انکشاف ہو۔ یہہ مراقبہ خفی و اخفی ہے۔

۲۰ نفس بمعنی نفس بھی ہے ونفس وما سوھا فالھمھا فجورھا و تقوھا قد افلح من زکھا۔ قسم ہے نفس کی اور اوسکی جس نے اوسکو ٹھیک بنایا پھر اوسکو فجور و تقوے کا الہام کیا۔ بے شک اوس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ نفس کیا (الشمس) یہہ مراقبہ لطیفہ نفس ہے۔

چھ لطیفے ہوے۔ رہے دوائر تو یہہ مکاشفات امام ربانی ہین یا فقہاے ربانی کا تفقہ۔ لطائف مین زیادہ ڈوبنے سے جو کیفیات ظاہر ہوتے ہین اون کے لئے الگ دائرہ قایم کر دیا۔ تاکہ لطائف کے انوار و تجلیات کے سبب اون کیفیات تک پہونچنے مین جو دقت ہوتی ہے۔ وہ نہ رہے اور طالب کے لئے سہولت کا موجب ہو۔ یہہ دوائر قطعی نہین جنکا منکر کافر سمجھا جاے مگر تجربۃً ان کے نتیجہ خیز ہونے مین کلام نہین رہا۔ ان کے مقامات کا قایم کرنا تو وہبی بر مکاشفات ہے۔

اسی لئے سوائے لطیفہ قلب کے اور سارے لطائف ودوائر کے مقامات مین اختلافات ہین
اختلافات چونکہ مجاز صورتون مین ہین اس لئے مین کسی کا منکر نہین سب کو راہ حق اور راہ صواب
جانتا ہون۔ کیونکہ اسلام ازلی ہے اس لئے یہہ لطائف ستہ بھی ازلی ہین جو یہودیون اور ہندؤون مین
بھی پائے جاتے ہین گرچہ یہہ بھی کفر وشرک کی آمیزش سے نہ بچے۔ ہندو لطیفہ کو کنول بولتے
ہین۔ لطائف ستہ مین اختلاف نہین۔ مگر ان کے مقامات مین اختلاف ہین۔ مقامات لطائف
ودوائر جب قطعی نہین تو ان کے مقامات کے بیان سے مین احتراز کرتا ہون۔ اور مرشدون کے
حوالہ کرتا ہون۔

مگر لطیفہ قلب کا مقام قطعی ہے اس مین نہ مسلمانون مین اختلاف ہے نہ ہندؤون مین نہ یہودیون
مین۔ قلب روحانی کو قرآن مجید کی آیتون سے مینے بیان کیا ہے اور اوسکے مقام کو بھی یعنی قلب
اک نور روحانی ہے۔ جسکا مقام یہی قلب جسمانی ہے۔ ظرف منظروف کی جگہ بولا گیا یہی قلب نورانی
بیمار ہوتا صحت یاب ہوتا۔ دیکھتا۔ سنتا۔ نصیحت حاصل کرتا اور ذاکر ہوتا ہے۔ اسی مین فکر کرنا لطیفہ
قلب کا مراقبہ ہے فکر فی الانفس۔

یہہ لطیفہ قلب اور اسکا مقام اور اوس مین طریقہ فکر قطعی ہے جس مین کہین اختلاف نہین۔ بعض طریقہ
مین صرف یہی اک لطیفہ ہے اور یہی معدن سارے لطائف کا۔ اور یہی مخزن سارے مراتب کا ہے
اسی ایک لطیفہ کا ریاض بکمال موصل الی المطلوب ہوسکتا ہے۔ اور اسی طرح ہر ایک لطیفہ چونکہ
مستند بہ سند قرآن اور اشارۃ النص سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے ہر ایک لطیفہ موصل الی المطلوب
ہے اپنی مناسبت کے سبب جو جس لطیفے سے فائز المرام ہو۔ ہر ایک لطیفہ کا رنگ جدا کیفیات
جدا اور ہر کے جذبات جدا ہین۔ مقام مین اختلافات ہین۔ مگر نام ومقام مقصود اصلی نہین۔ مراقبہ ہونا
چاہئے۔ قلب مین روح مین۔ اسرار نفس مین یعنی خفی واخفی مین۔ اور نفس مین جا ہے ان سب کا

مقام قلب ہی ہین سمجھو یا الگ الگ مختلف مقامات ہین۔ نفس قلب روح اور اون کے اسرار سب گویا ایک ہی ہین۔ اس مین شک نہین کہ مختلف مقامات قرار دینے سے سہولت مزید ہوتی ہے اور مختلف کیفیات ذرا جلد اور بآسانی ممیز ہو جاتے ہین۔ صراط مستقیم ایک ہی ہے مگر منزل قرار دید ینے سے مسافرون کو سہولت ہو جاتی ہے۔ دوسرے مختلف مقام بدلنے سے غرض صرف اس قدر ہے کہ ہر جگہ اور ہر ذرہ لطیفہ ہو جائے اور اوسکا شعور پیدا ہو۔ کیونکہ ہر ذرہ ایۃ من ایات اللہ ہے اس لئے ہر ذرہ اک لطیفہ ہے جس پر فکر کرو اوسی عالم بے کیفی اور تنزیہی مین پہونچوگے کر کے دیکھ لو یہہ داخل بدیہیات ہے۔

جب انشراح صدر ہوتا ہے (انشراح صدر کو مین علیحدہ سرخی مین اسکے بعد بیان کرون گا) تو مقامات لطائف۔ اور دوائر اور مقامات دوائر منکشف ہوتے ہین یہہ الہام اولیاء اللہ ہین۔ جو قرآن مجید کے نہ مخالف ہین نہ حدود اللہ کو کم و بیش کرنے والے۔ طالب تقرباً الی اللہ ان پر ریاضات کرتا اور رفتار فکر کو حکم خدا سمجھ کر تیز کرتا ہوا چلتا ہے اور چلا ہی جاتا ہے۔

اے دوستو ہر دوری قرب ہے اور ہر قرب دوری ہے اور نہ دوری ہے نہ قرب ہی۔ پھر بتاؤ طالب کیا کرے۔ اس راہ غیر محدود مین جانباز چلے ہی جاتے ہین۔ چھ منزلین طے ہوئین پھر بھی روز اول۔ وہ طلب و تلاش کے دائرہ مین چکر نہ کھائے تو کیا کرے۔ جب وہ یہہ دیکھتا ہے۔ کہ ساری کائنات اسی طلب و تلاش مین چکر کھا رہی ہے۔ اور ایک طرف کو روان ہے۔ زمین مع اپنی سب چیزون کے چکر کھاتی ہوئی اور آفتاب بھی اپنے محور مین چکر کھاتا ہوا ایک طرف روان دوان ہے۔ یہہ کس مرجع کی طرف۔ پھر دوائر کو مین کیا بیان کرون۔ میدان طلب مین قدم ڈالو تو تمہین ناگزیر پگ ڈنڈیون پر بھی چلنا ہوگا۔ پہاڑ بھی چڑھنا ہوگا۔ سمندر بھی طے کرنا ہوگا پھر گرداب و بھنور سے بھی مقابلے پیش آئینگے۔ اور جو ہوئے ہین وہ ہو کر رہینگے تو کیا ضرور کہ مین دوائر اور اون کے

کیفیا کو بیان کرون مرشدون نے جو دوائر کی ہدایت کی یہہ من کان یرید حرث الاخرۃ نزدلہ فی حرثہ
مین داخل ہے اور من یشفع شفاعۃ حسنۃ مین داخل ہے اس لئے احاطہ قرآنی سے باہر نہین۔

انشراح صدر

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ ط فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ اولئک فی ضلل مبین
کیا خدا نے اسلام کے لئے جسکا انشراح صدر کیا ہو وہ اوسکے برابر ہے جو ایسا نہین ہے۔ وہ تو خدا
کی روشنی پر چلتا ہے جو اوسے خدا کی طرف سے عنایت ہوئی ہے۔ تو افسوس ہے اون پر جن کے
دل ذکر خدا کی طرف سے سخت ہین یہی لوگ تو صریح گمراہی مین ہین۔ (زمر ۳) اس آیت سے
اتنی باتین معلوم ہوئین۔

ع۱ انشراح صدر بھی اک چیز ہے اور سمجھنے کی چیز ہے۔ کس کیفیت کو خدا نے انشراح صدر فرمایا۔

ع۲ فھو علیٰ نور من ربہ وہ خدا کی روشنی پر چلتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انشراح صدر مین خدا
کی طرف سے انوار و تجلیات عنایت ہوتے ہین۔ تو اوس کو دیکھو تو پاؤ۔ نہ یہہ کہ مراد ی معنی لے لے کر
آیت کی قطعیت ہی کو کھو دو۔ یا سارا کچھ استعارہ و تشبیہات کے حوالہ کر دو۔

ع۳ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ۔ تو افسوس ہے اون پر جن کے دل ذکر خدا کی طرف سے
سخت ہین۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ذکر نہ کرنے والون پر افسوس ہے۔ دوسرے ذکر نہ کرنے والا
قساوت قلبی کا مریض ہے۔ تیسرے ذکر قلبی ہی سے انشراح صدر ہوتا ہے۔

ع۴ جن کے دل ذکر خدا سے غافل ہین وہ گمراہ ہین۔

واقعی انشراح صدر ایسی مہتم بالشان چیز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر نے (طٰہٰ ۲۵)
بھی خداوند عالم سے اس کی آرزو کی رب اشرح لی صدری۔ اے خدا میرا انشراح صدر فرما
تو یہہ سمجھنے کی چیز ہے کہ انشراح صدر کے معنی کیا ہین۔ اگر انشراح صدر کے معنی انبساط خاطر

کے ہین۔ تو دنیا مین ہر کوئی کبھی خوش دل اور کبھی غمگین ہوتا ہے۔ پہلے سے بہلے حال والا اور برے سے برے حال والا رنج و خوشی کا بحیثیات مختلف سادی حصہ دار ہے گرچہ ان الانسان لکفور مبین یہہ فطرتی ناشکرا دوسرون کی خوشی کو اوسی درجہ زیادہ سمجھتا ہے جتنا اپنے رنج کو سمجھ کا پھیر ہے ورنہ عجیب عادلانہ تقسیم ہے۔ غرض جب ہر کوئی جھونپڑے کا رہنے والا ہو۔ یا جیل کا قیدی خوشی ہو ہی لیتا ہے تو انشراح صدر کی خصوصیت کیا ہی۔ اگر انشراح صدر کے کوئی معنی لو مگر وہ جو بالعموم لوگون کو ہوتے ہین۔ تو یہہ نہ تو دعا مانگنے کی کوئی چیز ہوئی اور نہ اس سے فھو علی نور من ربہ حاصل ہوگا

سیتے بیان کیا ہے کہ دیکھتا ہے قلب مگر کب انشراح صدر کے بعد۔ خدا نے فرمایا وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ابراہیم کو ہم ملکوت آسمان و زمین دکھا سینگے (انعام ۹) تو ملکوت ان آنکھون سے دیکھنے کی چیز نہین۔ اور خدا نے آنکھ سے دکھایا۔ اور کذالک نری ابراھیم فرمایا تو ضرور قلب کی آنکھ سے دیکھنے کو فرمایا۔ اور ضرور یہہ آیت مراقبہ کے متعلق ہے کہ مراقبہ مین آدمی دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس طرح کہ گویا ان آنکھون سے دیکھ رہا ہے اس دیکھنے مین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجلی ربانی بصورت ستارہ دیکھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر تجلی روشنی کی صورت مین دیکھی تھی۔ پھر وہ اور پیاسے ہوے تو تجلی ربانی بصورت ماہتاب دیکھی۔ پیاس نہ بجھی پھر بصورت آفتاب دیکھی اور ہر تجلی کو دیکھ کر تعجبانہ فرمایا ھذا ربی کیا یہہ میرا خدا ہے۔ یعنی خدا کی تجلی خدا کی تجلی ہے۔ خدا نہین ہے۔ پھر نشانی سے سنسار الیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا ہم نے اپنے سواجہہ کو خدا کی طرف پھیرا یکسو ہو کر جس نے آسمان و زمین بنائی (انعام ۹) یہی فطرتی رفتار ہے۔ رہرو کے ساتھہ یہی معاملے پیش آتے ہین اس راہ کا سچا رہرو اس کی یقینی شہادت دے گا۔ دوسرے اس قصہ مین یہہ تعلیم بھی مقصود ہے کہ انشراح صدر

کے بعد تمھین نت نئی تجلیان نظر آئین گی. مگر تم بڑھتے جانا. راہ کھوٹی نہ کرنا اور تجلی کو اک پردہ ہی سمجھنا
انشراح صدر مین جس طرح لطیفہ قلب کہلتا ہے اور لطائف بھی کھلتے ہین. خدا نے فرمایا
ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی جب موسیٰ ہمارے
وعدہ پر آئے اور اون سے اون کے خدا نے کلام کیا تو اونہون نے عرض کیا اے خدا تو
ہمین اپنے کو دکھا کہ ہم دیکھین خدا نے فرمایا کہ تم نہین دیکھ سکتے (اعراف ۱۷) یہہ واقعہ بھی مراقبہ
کا ہے جو ہر رہرو کو پیش آتا ہے. لطیفہ سر مین جب آدمی پہونچتا ہے تو دل خدا سے باتین کرتا ہے
اور اسی طرح کے سوسوال کیا کرتا اور سوجواب سنا کرتا ہے. کچھ قصد اُنہین بلکہ ایسا ہوتا ہی ہے
یہہ پوری مطابقت کیون دل کو یہہ یقین نہ دلائے کہ میقات لطیفہ سر کا نام ہے. حضرت موسیٰ
علیہ السلام چلہ و اعتکاف مین مراقب تھے وعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنا ھا
بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ یہہ چالیس دن کا ریاض سند ہے چلہ کی تو اس چلہ مین آپ
مراقب تھے کہ یہہ مکالمہ ہوتا رہا اور اون کو انشراح صدر جو مانگی مراد تھی وہ ملی تجلی بھی بہت ازطرف
ہوا کرتی ہے. آخر تھے پیغمبر خدا نے ایسی تجلی کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شایان تھی حضرت موسیٰ
علیہ السلام تاب نہ لاسکے بیہوش ہو گئے. کوہ طور وہ یہہ پہاڑ نہ تھا خدا کی تجلی سے پہاڑ کا پاش پاش
ہونا کیا ایسا ہوتا تو کوہ صفا نے کیا قصور کیا تھا یہی قلب اگر اوس پر خدائی تجلی ہو تو کوہ طور سے
ورنہ نرا پتھر ہے. بلکہ اوس سے بھی سخت تر تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ۔
ہم مثال دے دے کر لوگون کو سمجھاتے ہین تاکہ لوگ فکر کرین (حشر ۲۳) ۔
اسی انشراح صدر کی تجلی کو خدا نے فرمایا فھو علی نور من ربہ (زمر ۳۲) اسی کو دوسرے
لفظون مین فرمایا یھدی اللہ لنورہ من یشاء (النور ۵) انشراح صدر کے بعد یہہ آیتین
صریح منکشف ہوتی ہین ورنہ لفظ نور کا سب سمجھا ہوا ترجمہ ہوتا ہے. اور چونکہ یہہ سمجھ مین نہین آتا یہہ

مجبور کرتا ہے تاویل اور مرادی معنون کی طرف کیونکہ نور آفتاب تو دیکھ کر سمجھ مین آتا ہے یہہ نور الہیٰ سمجھ مین کیونکر آئے۔

ہان تو انشراح صدر یہہ ہے کہ ذکر و فکر و مراقبہ اور فیضان سے جب خدا کی رضا ہوتی ہے۔ قلب نورانی ایسا سنبسط ہوتا ہے کہ انوار و تجلیات سے سارا سینہ لبریز ہو جاتا ہے اسی کو اصطلاح صوفیہ مین لطیفہ کا کہلنا کہا جاتا ہے۔ یہہ کشود کا اول زینہ ہے۔ جب نور فیضان سے سارا جسم ڈھپ جاتا اور سارا جسم منور ہو جاتا ہے تو اوسے ایک وجود نورانی عطا ہوتا ہے جسکو وہ خود بھی دیکھتا ہے۔ اس مقام مین استقامت ہونے سے وہ مستحق خلافت سمجھا جاتا اور رشد الی اللہ کی طرف مامور کیا جاتا ہے۔ آجکل کی تقسیم خلافت نہین کہ اولاد خاندان کا نام روشن کریگی اور خانقاہ کی عزت برقرار رکھیگی۔

جب انشراح صدر ہوتا ہے تو قلب نورانی ایسا سنبسط ہوتا ہے جس مین دنیا و مافیھا کی ہستی ایک نقطہ کی بھی نہین رہتی اور جسکی تجلی کے سامنے ستارے ماہتاب اور آفتاب سب کی تجلیان ماند پڑ جاتی ہین۔ ہر چند طرح طرح کی تجلیان چمکا چوندین ڈالکر مارر کہنے کو کافی ہوتی ہین مگر سچا طالب لا احب الافلین کا نعرہ مارتا ہوا اور ماسوے اللہ کی بت شکنی کرتا ہوا قدم بڑہائے جاتا ہے تاکہ بامراد ہو۔

اسی انشراح صدر کو خداوند تعالےٰ و تبارک نے اپنے کلام پاک کی مفصلۂ ذیل آیتون مین فرمادیا ہے تاکہ سچا طالب وہم و حقیقت مین فرق کرسکے اور اپنی یافت کی تصدیق پاکر اپنی قوت طلب مین تیز رفتار ہو۔

اَوَ من کان میتًا فاحییٰنٰہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی النّاس کمن مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منہا بھلا وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اوسکو زندہ کیا اور اوس کو ایک نور عطا کیا جس کے ساتھہ وہ لوگون مین چلتا ہے۔ کیا اوس جیسا ہو سکتا ہے جو تاریکی مین پڑا ہو جس سے نکل نہین سکتا (انعام ۲۲) خدا جب روحانی زندگی عطا کرتا ہے تو اوسکو اک نور عطا کرتا ہے جس کے ساتھہ وہ لوگون مین چلتا پھرتا ہے

کیا ضرور ہے کہ نور سے کوئی اسلام مراد لے کوئی ایمان مراد لے۔ یہہ اپنی ہی سمجھ ہے وہ اپنی سی کہے۔ مراد ہی کیون لے۔ نور کو نور ہی کیون نہ سمجھے کہ یہہ قطعی ہے اور مراد لیا ہوا غیر قطعی۔ اس مین نہ سمجھنے کی بات کیا ہے۔ ذکر و فکر کی مداومت پر جب استقامت ہوتی ہے تو وہ نور جو انشراح صدر مین منکشف ہوتا ہے وہ مستقیم ہو جاتا ہے۔ چلتے پھرتے جیسے ذکر دم کے ساتھہ لگا ہوا ہے۔ اور فکر دھیان کے ساتھہ جڑی ہوتی ہے ویسا ہی وہ نور کسی حال مین کہو نہین جاتا۔ بلکہ معین و رہنما ہوتا ہے۔ اوس کے لئے ظلمت نہین رہتی۔

اسی انشراح صدر کو خداوند عالم نے سورہ نور مین کتنا صاف فرما دیا ہے۔ اللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح ط المصباح فی زجاجۃ ط الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ و لا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓ و لو لم تمسسہ نار ط نور علی نور ط یھدی اللہ لنورہ من یشاء و یضرب اللہ الامثال للناس ط و اللہ بکل شیٓ علیم ۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال رجال لا تلھیھم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا و یزیدھم من فضلہ ط و اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ۔

اس رکوع کا سلسلہ کچھ اس طرح واقع ہوا ہے کہ اگر مین اسکا ترجمہ آخر سے کہون تو زیادہ واضح ہو جاوے اوس کے بعد پھر جب اول سے پڑھو تو سمجھہ مین صاف آجائیگا تاویل و قیاسات کی ضرورت نہ ہوگی۔

ترجمہ جن لوگون کو کاروبار بیع و تجارت خدا کی یاد اور ادائے نماز و زکوٰۃ سے غافل نہین کرتے جو اوس دن سے ڈرتے رہتے ہین جسدن کہ دل اور آنکھین اولٹ جائینگی۔ تاکہ خدا اونکو اون کے اعمال کا بہتر سے بہتر جزدے اور اپنے فضل سے اوس سے بھی زیادہ دے کیونکہ خدا جسے چاہتا ہے بے حساب دیدیتا ہے۔ ایسے لوگ اوس گھر مین خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہین جس گھر مین خدا نے

حکم دیا ہے کہ خدا کے نام کا ذکر کیا جائے اور اوس کا نام بلند کیا جائے (وہ گھر دل کے سوا اور کون ہے جس مین خدا کے نام کا ذکر کرنا مامور بہہ ہے) اوس گھر مین ایک شمع شیشہ کی قندیل مین دھری ہوئی طاق پر رکھی ہے۔ وہ شیشہ گویا چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ زیتون کے شجر مبارک کے روغن سے وہ روشن کیا جاتا ہے (روغن زیتون ہی ہے جس مین روغنیت اور غذائیت دونون ہے) وہان نہ مشرق ہے نہ مغرب قریب۔ ہے کہ اوس کا تیل جل اوٹھے (ایسی تیز روشنی ہوتی ہے گویا شیشہ اور تیل سبھی روشن دکھائی دیتا ہے۔ جیسے لیمپ کے بھبھک اوٹھنے کی حالت مین) اگرچہ اوسے آگ نے چھوا نہین مگر نور علے نور ہے۔ ہر کوئی اوسے نہین دیکھتا۔ مگر اللہ جسے دکھا دے اور جسے اوس نور کی طرف ہدایت کرے۔ خدا تو لوگون کو مثال دے دے کر بتاتا ہے کیونکہ اللہ ہی ہر شئے کا کما حقہ دانائے حال ہے۔ یہہ مثال ہے خدا کے نور کی اور اللہ آسمان و زمین کا نور ہے۔ (النور ۵) صاف کشود و انشراح کی پہلی کیفیت کا یہہ آیتین آئینہ ہین۔ کشود و انشرح مین بعینہ یہی حال منکشف ہوتا ہے۔ تفسیرون مین اختلاف علما کوئی قطعی اور تسکین بخش مطلب اُن آیتون کا نہ کہون سکا مادی اور تاویلی معنون سے سارا رکوع چیستان بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ اتنے قصون کی ضرورت نہ تھی ہمارا مطلب صاف اور واضح ہے جسکو انشراح صدر ہوا ہے وہ فوراً بلا تاویل اسکی تصدیق کرے گا اور اپنے حال کی صحت کہ یہہ تو بعینہ اوسی حال کا نقشہ ہے جو انشراح اول کے وقت ظہور مین آتا ہے و من لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور جسکو خدا ہی نے نور نہین دیا اوس کو کہین نور نہین (النور ۵) جسے انشراح صدر ہوا وہ ولی اللہ ہے اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجہم من الظلمٰت الی النور اون ایمان والون کا اللہ دوست ہے جن کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لیجاتا ہے (بقرہ ۳۴) یھدی اللہ لنورہ من یشاء اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے (نور ۵) یہہ عطیہ رب ہے وہ جسکو عنایت کرے۔

غرض مجاہدات و معاملات خداوند عالم نے قرآن مجید مین بیان فرمادیے ہین مینے بھی اوسی کو بیان کیا ہے۔ مکاشفات ہمارے خدا نے بیان نہ فرمایا۔ مینے بھی بیان نہین کیا۔ اس مین جو فوائد حقہ اوس نے ملحوظ رکھے تھے اونہین مینے بھی ملحوظ رکھا۔ ہان انکشاف جو انشراح اول کے وقت عطا ہوتا ہے اوسے صحت رفتار اور شکر خداوندی کی غرض سے ان آیتون مین کسی قدر خدا نے بیان کردیا ہے اوسے مینے بھی بیان کردیا۔

علم معاملات۔ مجاہدہ اور عمل کرنے کی چیز ہے۔ اور مکاشفات خدا کے دینے کی فکشفنا عنک غطاءک ہم نے تمھارا پردہ تم سے اوٹھادیا (ق ۱) تم اپنا کام کرو۔ خدا کے کاموں کا جائزہ نہ لو۔ ان اللہ یفعل ما یشاء بے شک خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ (حج ۲)۔

محاسبہ

امراض قلبی ہون یا امراض نفسی ایسے پوشیدہ اور پوشیدہ تر امراض ہین کہ معالج کے لئے تو ادن کی تشخیص دشوار بلکہ دشوار تر ہے اور خود مریض کے لئے تعجب خیز یہ ہے کہ وہ دکھ درد مین مبتلا ہوتا ہے اون امراض سے سیکڑون اندرونی و بیرونی آفات مین پھنسا ہوتا ہے مگر نہ وہ اپنے کو بیمار بھی سمجھتا نہ صحت ہی کا خواہان ہوتا ہے۔ مصیبتون کو جھیلتا بھی ہے مگر مصیبت کو نہ مصیبت سمجھتا نہ مصیبتون سے نکلنا ہی چاہتا ہے۔ ہان جن کو خدا نے توفیق دی۔ عقل سلیم دی اونہون نے تمیز کیا بیماری و صحت مین تفرقہ کیا۔ دکھ درد کو محسوس کیا۔ اپنے کو مریض سمجھا اور معالجہ کی طرف جھکے معالج کی ہدایتون کے مطابق دوا استعمال کرتے رہے۔ اور معالجہ کے مفید و غیر مفید ہونے سے بھی باخبر رہے اور مرض کے گھٹنے بڑھنے سے بھی یہی محاسبہ ہے جسکی تعلیم خدا نے فرمائی ہے انسان کو لازم ہے کہ شام کو یا سوتے وقت گذشتہ کے لئے محاسبہ کرے کہ ہمارے معاملات کی راہ کس طرح طے ہوئی اور ہمارے اعمال کیسے رہے ہم نے کیا کیا نافرمانیان کین اور اطاعت جو کی وہ کیسی کی۔ کیا کچھ کمیہ

اور کیا کچھ حاصل کیا۔ توبہ کی جگہ توبہ۔ اور شکر کی جگہ شکر کرے اور آیندہ کی اصلاح کی ہمت اسی طرح صبح کو اپنی نیتون اور ارادون کا محاسبہ کیا کرے کہ کیا کیا کام کرنے ہین اور کس طرح کرنے ہین۔ انسان کے ساتھہ کے معاملات ہون یا خدا کے ساتھہ کے اس طرح نیتون کی اصلاح کرتا رہے اور اس اصلاح پر صبر بہت محبت ایثار کے صفات کو اپنے ہاتھہ سے جانے نہ دے۔

اے بہائیو خدا کو حساب دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جو حساب کل دو گے وہ خدا کے حضور مین آج ہی دے ڈالو۔ کیونکہ کل تم کچھ نہ کر سکو گے۔ اور آج سب کچھ کر سکتے ہو۔ خدا فرماتا ہے ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ تم اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرو یا چھپاؤ خدا اوس کا محاسبہ لیگا (بقرہ ۳۰) وہ بخشیگا بھی جو اوس کا مستحق ہے۔ اور سزا بھی دے گا جو اوس کا مستحق ہے۔ تو اپنے حساب کو جو تمہین دینا ہے۔ روز کا روز آج ہی کیون نہ جانچ لو۔ آج تو توبہ کا دروازہ بھی کہلا ہے۔ اور کل تو کہلا ہوگا۔ خدا فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ۵ ولا تکونوا کالذین اٰمنوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولئک ھم الفٰسقون ۔ ومنو! خدا سے ڈرو۔ اور ہر نفس کو چاہیئے کہ اپنے اعمال کو دیکھا کرے کہ کل کے لئے کیا بھیجا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اون لوگون کی طرح نہو جانا جو خدا کو بھول بیٹھے تو وہ خدا کو کیا بھولے اپنے آپ کو بھولے ہین یہی لوگ فاسق ہین (حشر ۳) یہی ایک آیت اس ثبوت کے لئے کافی ہے کہ ہر انسان کو محاسبہ کرتے رہنا ضرور ہے ولتنظر نفس ما قدمت لغد محاسبہ کی بہت صریح اور صاف ہدایت ہے۔ اے لوگو خدا سے ڈرو اور محاسبہ کیا کرو جیسا کہ مینے بتایا۔ روزانہ اپنے اعمال کا جائزہ لے کیا کرو کہ کہان تک تم رضائے مولے پر چلے۔ اور کہان پر بہکے۔ ایسا تو نہین کہ تم خدا کو بھولے۔ ایسا تو نہین کہ تمہاری طلب مین کھونٹ آئی۔ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ ۵ انسان اپنا بھترین دانائے حال ہے گرچہ وہ بہانے اور

عذرات کھڑے کرے (القیمہ ۱۵) یہی محاسبہ ہے جو خدائی فوجدار رہے سچا مصلح ہے بہترین تشخیص کرنے والا معالج اور ایک طرح کا پیر و مرشد ہے۔

من اظلم ممن ذکر بآیت ربہ فاعرض عنہا ونسی ما قدمت یداہ - اوس سے ظالم تر کون جس کو خدا کی آیتوں سے نصیحت کی گئی اور اسنے اوس سے اعراض کیا اور جو اعمال اوس نے کئے تھے وہ بھول گیا (کہف ۸) تو اپنا کیا دھرا بھولو نہیں بلکہ یاد کر کے اوس کا محاسبہ کیا کرو۔ کہ ابھی مکافات کا وقت باقی ہے۔

وکل انسان الزمنہ طٰئرہٗ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیمۃ کتابا یلقٰہ منشوراہ اقراء کتابک کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبا من اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا ہر آدمی کے اعمال ہم نے اوس کے گلے میں لٹکا دیئے ہیں اور قیامت کے دن کتاب کی صورت میں کھلا ہوا۔ اوسے ہم نکال دکھائینگے اپنے اعمال نامہ کو پڑھو آج تمہیں کافی ہو۔ کہ اپنا حساب آپ لے لو۔ جو راہ پر چلا تو اوس کا نفع اوسکے لئے اور جو بھٹکا تو اوس کا گھاٹا اوس کے لئے (بنی اسرائیل ۲) اقراء کتابک کے قبل یقول اللہ یوم القیمۃ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں اس بے ضرورت محذوف ماننے سے آیت کا مطلب بدل جائے گا۔ بلکہ اولٹا ہو جائیگا۔ اس لئے کہ آج میرا حساب لینا کافی ہوگا۔ اور کل قیامت کے دن خدا کا حساب لینا کافی ہوگا۔ قیامت کے نسبت خدا نے فرمایا وکفٰی بنا حاسبین اور آج کے دن کی نسبت خدا نے فرمایا کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ اگر یقول اللہ یوم القیمۃ محذوف مانوگے تو کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبا پہلی آیت سے متعارض ہو کر دو لخت ہو جائیگا۔ قیامت کے دن اپنا حساب کافی نہیں۔ اوس دن کھا جائے گا کہ اپنا نامہ اعمال پڑھو فیقول ھاؤم اقرؤا کتابیہ اوس دن کوئی بھی اپنا حساب نہ لیگا۔ ہاں فرد قرار داد جرم اوس کے ہاتھوں میں ہوگی اوس دن ہر کوئی جواب طلب ہوگا۔ گواہ گذرینگے۔ اور حساب

لیگا حداد کفی بنا حاسبین آج میرا حساب لینا کافی ہے۔ کل خدا کا حساب لینا کافی ہوگا۔
خدا کا صاف مطلب یہہ ہے کہ یہان نامۂ اعمال کا طوق گلے مین ہے ہر کوئی اپنے اعمال کے اثر سے متاثر ہے۔ کل امرءٍ بما کسب رھین اپنے اعمال کے ساتھہ رہن ہے۔ قیامت کے دن وہ نامۂ اعمال کتاب کی صورت مین دکھائی دے گا۔ حقیقت مین وہ کتاب ہے تو اپنے اوس کتاب کو تم آج پڑھو۔ آج تو تمہارا ہی پڑھنا اپنے اعمال کا آج محاسبہ کرو کہ آج تو تمہارا ہی محاسبہ کرنا۔ اقرء کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا کل ایسا نہوگا کل کے لئے تو ہے کفی بنا حاسبین (انبیاء ع۴) اوسکے بعد ہے من اھتدیٰ الخ یعنی اگر اس محاسبہ سے تم نے تنبہہ اور ہدایت حاصل کی تو اوسکا نفع تم کو ہوگا۔ اگر بے پروائی کی اور بھٹکے تو اوسکا ستیزہ بھی تم ہی کو بھگتنا پڑے گا۔ تو اے لوگو محاسبہ کیا کرو۔ یہہ عجب چیز ہے اور یہہ سمجھہ لو کہ بغیر محاسبہ کے خدائی راہ بند ہے۔
سینے ثابت کیا کہ اگر اقرار کتابک آج کے لئے نہ مانا جائے تو کفی بنا حاسبین کے خلاف ہوگا۔ دوسرے اس آیت سے خدا نے یہہ حجت ملے کی ہے کہ قیامت کے دن یہہ عذر نہ اوٹھہ رہے ولم ادر ما حسابیہ مجھے خبر بھی نہین کہ میرا حساب کیا ہے۔ (الحاقہ ع۱) اس لئے خدا نے اقرا کتابک فرمایا تاکہ وہ جواب دے کہ ہم نے تو نامۂ اعمال پڑھنے کا حکم دیا تھا اور متنبہہ کر دیا تھا کہ اپنا محاسبہ کر لیا کرو تم بے خبر رہے اور نہ چیتے تو آج بھگتو جو بھگتنا ہو۔
اے بھائیو اپنے نامۂ اعمال کا روزانہ جائزہ لے لینا لازم سمجھو کہ آج تم نے کیا کیا۔ کیا اور کیسا کیا عبادت کی یا نافرمانی کی عبادت کی تو کیسی کی۔ اوس مین صدق و اخلاص کا حصہ کس درجہ پر تھا۔ نافرمانی کی تو کیا کی اور کیون کی۔ کسی کا دل دکھایا۔ کسی کا مال ضایع و برباد کیا۔ کسی کے حقوق کی فروگذاشت کی۔ اپنا کھویا دوسرون کا کھویا۔ کون کون سے نعماے الہیہ کو کہان کہان بے جگہ صرف کیا۔ اخلاق کے ارکان کی کون کون سی کڑی توڑی۔ پھر جو کچھہ تم نے کیا اوس کے مکافات مین لگو۔ اور جو کچھہ تم نے توڑا اوسکے

جوڑنے مین لگو۔ اور اپنے نیک اعمال سے اپنے بُرے اعمال کو دھو ڈالو۔ ان الحسنٰت یذھبن السیات بھلائیان برائیون کو دور کر دیتی ہین (ھود ۱۱۴) محاسبہ عجب چیز ہے کاش اسکی توفیق عنایت ہو

اعتکاف و اربعین

محاسبہ تو روز روز کی عبادت ہے مگر اعتکاف بھی اک ضروری چیز ہے۔ سال بہ سال ہو یا جب جب ہو سکے مگر کم سے کم کبھی کبھی تو ضرور ہونا چاہئے اس مین بھی عجیب عجیب فوائد مضمر ہین اور عجیب عجیب الطاف خداوندی کم سے کم جیتے جی مر جانے کا مزہ تو ہے۔

اعتکاف کے معنی کسی چیز پر جمے ہوے بیٹھے رہنے یعنی یکسو ہونے کے ہین۔ یہ اک دستور ازلی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ خدا کی یاد اور دھیان مین سارے دنیاوی تعلقات سے الگ تھلگ ہو کر یکسو ہو جاتے تھے تاکہ یافت مین استقرار ہو اور روح اپنے کوائف بے کیفی مین پرواز کرے اور اپنا مقام پیدا کرے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سرتاج سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ حرا مین ہر سال چلہ دو چلہ کے لئے اعتکاف فرماتے تھے۔ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عہد لیا تھا۔ وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے خدا نے معاہدہ لیا تھا کہ بیت اللہ کو طواف کرنے والون۔ اعتکاف کرنے والون اور نماز پڑھنے والون کے لئے پاک اور ستھرا رکھو (بقرہ ۱۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد مطہر ہونا چاہئے۔

اعتکاف کے متعلق خدا حکم دیتا ہے ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد تم مباشرت نکرو ایسی حالت مین کہ تم مسجد مین معتکف ہو (بقرہ ۲۳)۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ مین اعتکاف کا وجود پایا جاتا ہے تو اس سے واضح ہوتا

ہے کہ اعتکاف ازلی عبادت ہے یہہ اعتکاف کافرون اور مشرکون مین بھی کفر و شرک کا جامہ پہنکر قایم رہا اور آج تک بھی پایا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے مشرکون مین بھی اعتکاف پایا جاتا ہے قالوا نعبد اصناما فنظل لہا عاکفین کفار بولے ہم تو بُت پوجتے ہین۔ اور ہم تو انہین کے لئے اعتکاف کرنے والے ہین (شعرا ۷۵) اعتکاف بت پرستون مین بھی تھا۔ مگر یونانون کے دہیان مین اس سے صاف ظاہر ہے کہ اعتکاف کوئی نئی اصطلاح نہین۔ لوگ اس اصطلاح سے واقف تھے اور اعتکاف کرتے تھے آج بھی لوگ اس اصطلاح کو سمجھتے اور اعتکاف کرتے ہین اس مین روز کی قید نہین۔ جتنے دنون کی نیت سے چاہو اعتکاف کرو۔

اعتکاف کے سوا اربعین ہے یہہ چالیس دن کا اعتکاف ہے جبکا ترجمہ چلّہ ہے خدا نے فرمایا

واعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممنہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلہ۔ ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ ٹھہرایا اور ہم نے اوسکو تمام کر دیا دس اور بڑہا کر تو اوسکے خدا کا وعدہ پورا ہو گیا چالیس رات کا (اعراف ۱۷)۔

علما اعتکاف کرتے ہین تو رمضان ہی مین وہ بھی شب قدر کے لئے اور فقرا چلہ کشی کرتے ہین تو اکثر مزارون ہی پر طالب کو اعتکاف بھی کرنا چاہیئے اور چلہ کشی بھی۔ مگر خالصاً لوجہ اللہ بلا آمیزش کسی نسبت ماسوائے کے کیونکہ ماسوا کی نسبت ماسوے سے جُدا ہے اور یہہ لے راہ روی ہے اے بھائیو ساری صورتین ماسوا اور بت ہین اسلام کی تعلیم بت شکنی کی ہے ساری صورتون کو توڑو کہ اوس بے صورت تک پہونچو مگر یہہ بے کشش اور تائید غیبی کے نہین ہو سکتا۔

کشش یا تائید غیبی

صراط اللہ پر چلنے والون کو تائید غیبی ہوتی ہے جب تو یہہ پر اسرار راہ طے ہوتی ہے اور کیفیات

وجذبات کے مدوجزر سے رہرو پار ہو جاتا ہے خدا نے فرمایا اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ یہی لوگ ہین جن کے دلون مین خدا نے ایمان لکھدیا ہے اور اپنی روح سے اونکی تائید کی ہے۔ (مجادلہ ۲۳)

مکتوب قلبی کو دیکھو تو وہ یا تو اسم ذات ہوتا ہے یا کلمہ طیبہ قلب مین نقش ایمان کو پڑھو تم نے کبھی پڑہا ہے؟ اگر نہین پڑہا ہے تو اس آیت کو کیا سمجھے۔ تاویل کیون کرو اپنی مراد لیکر قرآن مجید کی قطعیت کیون کھو دو۔ یا تو خود پڑھو۔ یا نقشبندیون سے پوچھو۔ اگر تمہارے قلب کی آنکھین پڑھ سکتی ہین اور تم نے پڑھ لیا تو اوسکی حفاظت کرو۔ اور اپنی رفتار قایم رکھو کہ وہ نصب العین ہو جائے۔ پھر اسم سے مسمّٰی تک پہونچنا اس سے تمہاری طلب اشد حباً للہ کے درجہ کو پہونچیگی جوش وولولہ تمہارا موید ہوگا۔ تو پھر منزل تک پہونچنے مین رکاوٹ نہین ہو سکتی لاشیخ ابلغ من العشق بہت صحیح تجربہ ہے۔

خدا کا نور خدا کی طرف سے عنایت ہوتا ہے جسکو تم مراقبہ اور انشراح صدر مین پڑھ آئے ہو۔ اوسی نور مین اولیا کو اسم ذات یا کلمہ طیبہ نورانی حرفون مین لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہہ وہ نور ہوتا ہے جس سے خلق اللہ مین ہدایت کی جاتی ہے۔ اور جو خدا کی طرف منجذب کرتا ہے۔ یہہ بھی اک تائید غیبی ہے محبت کی طرح۔ اسی طرح وہ کلمہ ایمان یا اسم ذات جو ہادی حقیقی کا اسم ذوالجلال والاکرام ہے وہ کشان کشان مسمّٰی کی طرف لیجاتا ہے۔ رفتہ رفتہ ہر جگہ پتے پتے پر اوس کا نام مبارک نورانی حرفون مین لکھا ہوا دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہہ تائید غیبی کی ایسی کشش ہوتی ہے جس مین نہ لغزش ہے نہ خطا۔ یہی نقش کاغذ پر اوتارو تو تعویذ ہے یا پھونک سے نقش اوتارے تو وہ جھاڑ ہے بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ مگر یہہ نقش ہوتا ہے قلب مین اس لئے اس نور اور اس نقش کو قلب ہی کی آنکھون دیکھ سکتے ہو لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (حج ۷)

مرشد اور ہادی کے لئے اس نور کا ملنا ضرور ہے اور اس درجہ پر کہ وہ نورانی الوجود ہو جائے جب

تو وہ مجاز خلافت ہوگا۔ اور رشد و ارشاد کا اہل۔ اسے ولی مرشد کی صفت مین مجھے بیان کرنا تھا۔ مگر مین بھول گیا۔

غرض تائید غیبی ہوتی ہے۔ جیساکہ خدا نے فرمایا وایدھم بروح منہ افسوس اور مصیبت کی بات ہوتی۔ اگر ایسے پراسرار اور بال سے باریک تر پل صراط کی راہ مین خود خدا تائید کو کھڑا نہ ہوتا اور اپنے کمزور و ناتوان شیدا کو بے تائید و مدد چھوڑ دیتا۔ اوس نے نہ چھوڑا تائید بھی کی اور مدد بھی کی وکان حقا علینا نصر المومنین اوس کا شکر کرو کہ وہ تائید و مدد کرنے کے لئے ہر وقت تمہارے ساتھ ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ خدا اتقا اور احسان کی راہ چلنے والون کے ساتھ ہے۔ (نحل ع ۱۶) مگر یہہ کچھ کم ماتم کی جگہ نہین ہے کہ تائید کرے خدا مدد کرے۔ خدا سب کچھ عنایت کرے خدا ہر حال مین ساتھ دے۔ خدا جو مطلوب حقیقی ہے مگر اوس کے بندے وسیلہ ہی کو مقصود بنا لین اور یقین کرین کہ سب کچھ پیر فقیر نے دیا فرار سے ملا یا اہل مزار نے دیا۔ حالانکہ اللہ والے کیا دینگے وہ تو ہم سے بھی زیادہ ظاہر الین دین مین بھی مجبور ہین۔ کیونکہ اون کا تو خاص اپنا خدا کا۔ یا اختیار و ارادہ بھی خدا کے اختیار و ارادہ اور اوس کی رضا مین محو ہے۔ وہ تو خدا کی زندہ مشین ہے جو خدا کے چلائے چل رہی ہے۔ بہرکیف لوگ خدا کو چھوڑ کر ادہر ادہر دیکھنے لگے۔ راہ بھٹک گئے۔ خدا رحم کرے ذکر و فکر تائید غیبی سے جو انقلاب طالب مین پیدا ہوتا ہے وہ گردش ہے۔

گردش

اصطلاحاً گردش صفات مذمومہ کا صفات محمودہ سے بدلنے کا نام ہے۔ یہہ اصطلاح تو ہے صوفیون کی مگر سن گڑھت نہین ہے بلکہ احاطۂ قرآن مجید کے اندر ہے۔ خدا فرماتا ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم وندخلکم مدخلا کریما۔ اگر گناہ کبائر سے بچتے رہو اور گناہ کبائر کیا ہے جو ہمارا منہی عنہ ہے تو ہم تمہاری برائیان دور کر دینگے یعنی گناہ صغائر بھی تم سے سرزد نہونگے

اور ہم تمکو داخلہ بزرگ مین داخل کرینگے (النسآء ۵)۔

بھلا انقلاب جو ریاضات و مجاہدات سے طالب مین پیدا ہوتا ہے وہ گناہ کبائر سے اجتناب ہے جس سے رفتہ رفتہ صغائر سے بھی اجتناب ہونے لگتا ہے۔ طالب سے برائیان دور ہونے لگتی ہین بلکہ صفات محمودہ سے بدلنے لگتی ہین یعنی ساری قوتون کا رخ مذموم سے محمود کی طرف پھر جاتا ہے فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات یہی لوگ ہین جن کی برائیون کو خدا بھلائیون سے بدلدیتا ہے (فرقان ۷۰) گناہ کبائر سے بچنا بداہتہ گناہ صغائر سے بچنے کا موجب ہوتا ہے ان الحسنات یذھبن السیئات نیکیان برائیون کو دور کردیتی ہین (ھود ۱۱۴) یہی گردش ہے جو راہ خدا مین پیدا ہوتی ہے ریاضت جو خالصاً لوجہہ ہو وہ یقیناً برائیون کو دور کرتی اور تصفیہ و تزکیہ کی موجب ہوتی ہے۔ صفائی حاصل ہونا تزکیہ کا حاصل ہونا یہی گردش ہے قد افلح من زکھا مراد کو پہونچا جس نے تزکیہ نفس کیا (الشمس) تزکیہ نفس کا حاصل ہونا یہی گردش ہے

جب صفات بدلنے شروع ہوے۔ صفات مذمومہ بدل کر صفات محمودہ ہونے لگے۔ اور ساری قوتون کا رجع پھرنے لگا تو صراط اللہ پر رفتار قایم ہونے لگتی ہے اسی رفتار کو روش کہتے ہین۔ صرف سمجھنے سمجھانے کے لئے یہہ نام رکھے گئے ہین۔ کوئی اپنا معاملہ خدا کے ساتھہ درست کرلے صحیح رفتار ہوجائے تو وہ ان ناموں کو جانے نہ جانے اس سے کچھ راہ کھوٹی نہوگی

روش

گردش و روش گویا ایک چیز ہین۔ وہ ظاہری ہے اور یہہ باطنی۔ جیسے شریعت و طریقت ایک چیز ہین وہ ظاہری ہے اور یہہ باطنی اور دونون ملکر اسلام ہے

یا یون کہو کہ صفات کا بدلنا گردش ہے و صراط اللہ پر رفتار قایم ہوجانی روش ہے۔ صراط اللہ پر رفتار صحیح قایم

ہو جانا یہہ ہے کہ طلب بے راہ روی سے محفوظ رہے اور تیز رفتار ہو جذبات آلودگیون سے پاک رہین۔ اور اپنی گردش مین مستقیم ہون۔ ذکر و فکر۔ ماسوا کی آمیزش سے بچکر صحیح اور ترین اور فیضان خداوندی سے فیضیاب ہو کر سرگرم کار ہون۔ اصول اخلاق سمہ اپنے ارکان و دوائر کے صحیح اور روحانیت کے ساتہہ برتا جاے اور اس برتنے مین ہمت طلب۔ صبر اور سارے صفات کی کڑیان منسلک رہین ٹوٹنے نہ پائین محبت جو پیدا ہو وہ بھی راہ غلط نہ کرے اور سستی محبت عبادات و مجاہدات مین لگی رہے اور مغلوب کر کے راہ کھوٹی نہ کرے۔ المختصر قرآن مجید کا اتباع و اطاعت کامل جو ظاہر و باطن جسمانیت و روحانیت دونون کے ساتہہ ہو روش کا صحیح اوترنا ہے

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل کے مسلمان جو قرآن مجید پر ایمان کے بھی مدعی ہین وہ قرآن مجید کے مطابق اپنی روش درست کیا کرتے کہ اور اولٹے یہ کہنے کھڑے ہوتے ہین کہ قرآن مجید مین تعلمون تعملون کے سوا ہے کیا تو اے بہائیو دنیا ہی مین علم و عمل کے سوا ہے کیا پہر قرآن نے اگر علم و عمل نہ بتایا تو رہا کیا جو نہ بتایا سا قرآن تو پیچھے ہے قرآن مین چاہے کوئی بیان ہو۔ احکام و ہدایات ہون۔ امثال و قصص ہون۔ قریب قریب ہر آیت کے آخر کا مکڑا اسوصل الی المطلوب ہے مثلاً ان اللہ بصیر بما تعملون ان اللہ خبیر بما تعملون ان اللہ سمیع بصیر اور علے ہذا ان کا ترجمہ ہی کرتے چلے نہ جاؤ۔ کاش سمجھو اور انہین ٹکڑون پر اپنی روش درست کرو کہ ان پر تمہارا ایمان کامل ہو جاے اور یہہ آیتین تمہاری نصب العین ہو جائین۔ اور ایمان و یقین کی چشم بصیرت کہل جائے۔ کہ خداوند علیم تمہارے اعمال کا نیتون کا ظاہر و باطن کا نگران ہے۔ وہ تمہارے ارادون کو سنتا اور تمہارے دلون کو دیکھ رہا ہے تو جہوٹ۔ فریب۔ دغابازی۔ غیبت غرور ایذا رسانی قتل غارت گری دل آزاری وغیرہ وغیرہ کل برائیان شہنشاہ قادر و توانا کے حضور مین کس طرح سرزد ہو سکتی ہین۔ تمہاری گردش بھی درست ہو سکتی۔ روش بھی درست ہو سکتی اور تمہین دوام حضور بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہہ تو قرآن مجید کے ٹکڑون کا حال ہے جن پر تم استہزا کی نظر ڈالتے ہو۔ اور خدا کی نعمتون سے

محروم رہتے ہو۔

غرض اعتصام باللہ ہی روش کا صحیح اور ترنا ہے ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم۔ جس نے خدا کو مضبوط دھر لیا وہ صراط استقیم کی طرف ہدایت کیا گیا یعنی اوس کی روش صحیح اور ترگئی۔ اور اوس کو حنیفا مسلما کا خطاب اور ولایت کا خلعت بارگاہ خداوندی سے ملگیا۔

اتقایا قطع ماسوئے اللہ

اتقا کے معنی پرہیزگاری کے ہین۔ شریعت مروجہ کی اصطلاح مین گناہ کبائر و صغائر سے بظاہر اجتناب کا نام پرہیزگاری ہے۔ اور صوفیون کی اصطلاح مین حلال و مباح سے بھی احتراز کا نام پرہیزگاری ہے میرے نزدیک چونکہ شریعت عین طریقت و حقیقت ہے اس لئے ممنوعات خداوندی سے جسطرح وہ ممنوع ہو اوسی طرح احتراز کرنا اور ماسوے اللہ سے رشتہ نیات و اعمال جوڑنے سے اجتناب کرنا اسلامی اتقا ہے۔

مشکوک مشتبہ مکروہ یہہ کوئی چیز نہین ممنوعات خداوندی اصل ہین چاہے ممنوع بلفظ حرام ہو یا بلفظ احتراز و اجتناب ہو صریح ہو یا باشارۃ النص ہو اسی طرح ممنوعات خداوندی کے سوا باقی سب حلا ہین۔ مباح سے احتراز جائز نہین۔ جیسے حلال کو حرام کرنا جائز نہین۔ جو حلال و حرام کرنے کا خود مختار ہے اوس نے حرام و حلال قران مجید مین واضح کر دیا ہے۔ بندہ کو بندگی لازم ہے کہ وہ حکم کا بندہ ہو نہ یہہ کہ دس اصطلاح مکروہ و مشتبہ وغیرہ کی گڑھ کر حلال کو حرام کر دے۔

اتقا صرف کھانے ہی پینے مین نہین ہے جیسا کہ بالعموم سمجھا گیا ہے۔ یہہ قرآن کی تعمیم کو تخصیص کرنا ہے جسکا کوئی مجاز نہین بلکہ باطنی اتقا مقدم تر ہے یعنی ماسوا کو پکارنا۔ ماسوا سے استمداد کرنا۔ ماسوے مین سے کسی کو صفات خداوندی کا شریک کرنا یا صفات خداوندی کے برابر سمجھنا۔ یا خدا کے سوا کسی کو حی و قیوم حی لایموت۔ عالم الغیب رزق دینے والا۔ عطا و بخشش کرنے والا۔ یا مرادون کا بر لانے والا ماننا

شرک اور بشدت داخل ممنوعات اور خلاف اتقا ہے۔

اتقائے ظاہر حرام و محرمات سے پرہیز ہے۔ اور اتقائے باطن ماسوائے اللہ سے پرہیز اتقا کے یہہ معنی نہیں کہ ظاہر میں اتقا ہو اور باطن آلودہ ممنوعات۔ یہہ معنی بھی نہیں کہ سارے حقوق تج دو۔ اور حق داروں سے احتراز کرو۔ اور یوں آبادی سے نکل کر اظہار اتقا سے اپنی پرستش کراؤ۔ بلکہ ماسوائے اللہ سے پرہیز کے معنی یہہ ہیں کہ نیات و اعمال کا شائبۂ الیہ ماسوائے اللہ نہ رہے۔ ظاہر و باطن اللہ کے لئے ہوں۔ اور دونوں کام لوجہ اللہ ہو جائیں۔ یہاں تک کہ اس آیت کی تجلی آشکارا ہو جائے جو حقیقی اتقا ہے ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین میری نماز اور عبادتیں اور حیات و موت تک خدا کے لئے ہے (انعام ع۱۷) یہہ اتقا نہیں کہ کچھ نہ کرو۔ نہ کرنا خدا نہیں چاہتا سب کچھ کرو اور ضرور کرو مگر اوس کے ہو کر۔ خدا تو اعمال چاہتا ہے۔ ع

پکار کن کار۔ کار دارد کار پا

خدا نے فرمایا لکن البر من اتقی لیکن نیکی یہہ ہے جس نے پرہیزگاری کی (بقرہ ع۲۲) یعنے قطع ماسوا کیا کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی نیکی۔ وان تومنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔ (آل عمران ع۱۸) ایمان کے ساتھہ اتقا کو فرمایا۔ یعنے ایمان اس درجہ پر کہ ماسوا منقطع ہو جائے یہ معمولی بات نہیں وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور اگر صبر کرتے رہو۔ اور پرہیزگار بنے رہو تو بے شک یہہ کام بڑی ہمت کے ہیں (آل عمران ع۱۹) یہہ اتقا حلال کو نہ کھانے سے اپنے کو متقی اور مزکے جتانے سے

پاے کب توڑ کر ستوکل بننے سے حاصل نہین ہوتا بلکہ جیسا کہ خدا نے فرمایا عبادت سے حاصل ہوتا ہے یا ایّھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ۵ - لوگو اپنے اس کی جس نے تم کو اور تمہارے اگلون کو پیدا کیا عبادت کرتے رہو تاکہ تم متقی بنو (بقرہ ۳) عبادت مین جسمانی و روحانی سارے عبادات داخل ہین - مگر عبادت تو وہی جو خالصاً لوجہہ ہو - ورنہ قومی اور رسمی عبادت تو حقیقت مین عبادت ہی نہین -

خالص عبادت سے تقوے حاصل ہوتا ہے - مثال دے کر مین ایک عبادت کو بیان کر کے واضح کرون - مثلاً صوم کو لو خدا نے فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاماً معدودات - یہ سنو اجیسا اگلون پر روزہ فرض تھا تم پر بھی روزہ فرض کیا گیا تاکہ تم ایک مہینہ رمضان مین متقی بنے رہو (بقرہ ۱۳) روزہ صرف فاقہ مرنا نہین بلکہ سارے قوے اور سارے حواس کو اتقا و پرہیزگاری مین لگانا ہے اس کو صوم کے بیان مین دیکھو غرض سال مین ایک مہینہ اتقا کا ریاض کرنا اتقا کی تعلیم و تربیت ہے - اگر بردہانیت روزے رکھا کروگے تو متقی ہو جاؤ گے اور ماسوا تم سے منقطع ہو جائینگے - روزہ بھی عجب چیز ہے - نفس کی سمیت کا تو تریاک ہے اور ظلم و ہوا و ہوس کا قاطع - مادہ عدل پیدا کرنے والا ہے - اور مادہ عفو یہ دونون صفات جو صوم سے پیدا ہوتے ہین - ان سے صفت اتقا حاصل ہوتی ہے اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی (مائدہ ۲) ان تعفوا اقرب للتقوٰی (بقرہ ۳۱) عدل و انصاف کرو سخاوت و رحم کرو کہ یہہ دونون صفتین تقوے سے قریب تر ہین - یہہ سارے کچھ ہدایات تو باطنی تقوے یعنی قطع ماسوا کے ہین جو تم پر پرہیزگاری ہے - مگر خدا نے ظاہری تقوے کو بھی فروگذاشت نہین کیا ولباس التقوٰی ذٰلک خیر - تقوے کا لباس بہت بہتر ہے (اعراف ۳) یعنی جسطرح حذروا ظاھر الاثم و باطنہ ہے ظاہر و باطن دونون گناہون سے احتراز کرو - اسی طرح ظاہر و باطن دونون تقوے

سے آراستہ ہونا لازم ہے کذلک یبین اللہ ایٰتہ للناس لعلھم یتقون۔ اسی طرح لوگون کے لئے خدا اپنی آیتون کو بیان فرماتا ہے کہ لوگ پرہیزگار بنین دل ماسوا سے توڑین اور محبوب حقیقی سے جوڑین افسوس ہے اگر لوگ ایسا کرین ام لھم الٰہ غیر اللہ۔ کیا لوگون کا خدا کے سوا اور کوئی معبود ہے (طور ۵) افغیر اللہ ابغیکم الٰھًا کیا خدا کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود تلاش کرین (اعراف ۱۴) اغیر اللہ ابغی ربًا کیا خدا کے سوا اور کوئی پروردگار ڈھونڈھین (انعام ۲۰) افغیر اللہ ابتغی حکمًا۔ کیا خدا کے سوا اور کوئی حاکم تلاش کرین (انعام ۱۲) افغیر اللہ تامرونی اعبد ایھا الجاھلون۔ اے جاہلو کیا تم یہہ چاہتے ہو کہ مین ماسوے اللہ کی عبادت کرون (زمر ۷) اغیر اللہ اتخذ ولیًا کیا مین ماسوے اللہ کو دوست بناؤن (انعام ۲۰) افغیر اللہ تتقون کیا تم ماسوے اللہ سے ڈرتے ہو (نحل ۷) اغیر اللہ تدعون۔ کیا تم ماسوے اللہ کو پکارتے ہو (انعام ۴۰) یعنی جب خدا کے سوا کوئی معبود نہین تو ماسوے اللہ کو نہ تو پالنے والا مانو نہ حاکم نہ ماسوے اللہ کی عبادت کرو نہ دوست بناؤ نہ ماسوے اللہ سے ڈرو۔ نہ مصیبتون مین ماسوے کو پکارو۔ یہہ تو کافرون کی شان ہے یعبدون من دون اللہ۔ وہ ماسوے اللہ کی عبادت کرتے ہین۔ اور اون کی نسبت کہتے ہین ھٰؤلاء شفعاءنا عند اللہ۔ یہہ خدا کے یہان ہمارے سفارشی ہین (یونس ۲) حالانکہ لیس لھم من دون اللہ ولی ولا شفیع۔ خدا کے سوا کسی کا کوئی نہ حامی ہوگا نہ سفارشی (انعام ۷) کیونکہ دین ہو یا دنیا کہین بھی مالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر۔ ماسوے اللہ کوئی بھی نہ تمھارا دوست ہے نہ معین (بقرہ ۱۷) تو یاد رکھو کہ کسی دوسرے کے کہنے پر چلکر کہ اوسکی عبادت کرنی ہے یا کسی کو دوست حامی سفارشی معین و مددگار سمجھ کر خدا کا شریک نکرو لا تجعلوا للہ اندادًا (بقرہ ۲) کتنے پیغمبر آئے سب نے یہی کہا۔ خدا ایک معبود ایک۔ خلاق ایک۔ فعال ایک ولی ایک۔ نصیر ایک قدیر ایک۔ سب نے یہی ہدایت کی کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الکتاب

ربما کنتم تدرسون - یہہ کس نے نہین کہا کونوا عبادا لی من دون اللہ - مگر ہر است نے خدا کو چھوڑا اور لگے ماسوائے اللہ کی ڈیوڑہی پر نقارے بجانے اور ماسوے اللہ ہی کا گیت گانے - اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ خدا کی رحمت سے محروم ہو گئی - کیونکہ خدا نے فرمایا تہا رحمتی وسعت کل شی فسا کتبہا للذین یتقون میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو تو وہ ہم متقیون کے لئے لکہدینگے (ال عمران) متقی وہ ہین جو کامل پرہیزگار ہین یعنی ماسوے سے منقطع -

اس قطع ماسوا یعنی اتقا کو مختصر لفظون مین خدا نے خود فرمادیا ہے وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصکم بہ لعلکم تتقون ٥ یہی میری صراط مستقیم ہے تو اس پر چلو اور دوسرے رستون پر نہ چلو کہ یہہ تم کو خدا کی راہ سے متفرق کر دینگے - خدا نے تم کو اسکا حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو (انعام ۱۹) اتقا صراط مستقیم یعنی صراط پر چلنا ہے - یعنی قرآن مجید کی مان اطاعت یہی تو قطع ماسوا ہے -

اللہ اللہ یہی قرآن مجید - کلام ربانی - ہدایت ہو لا - رسالت رسول خاتم الانبیا یہی شریعت یہی طریقت اور یہی حقیقت ہے - یہی راہ احسان اور یہی راہ اتقا ہے - اور اسکی اصلی تعلیم نفی دون اللہ یعنی قطع ماسوا ہے من یطیع اللہ و رسولہ و یخشی اللہ و یتقہ فاولئک ہم الفائزون - جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرے خدا سے ڈرے اور خدا کی پرہیزگاری کرے (خدا کی پرہیزگاری وہ جو خدا نے تعلیم کی اپنی مفروضہ پرہیزگاری نہین -) تو یہی لوگ فائز المرام ہین - اے لوگو فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا جہانتک تمہاری قدرت اور وسعت ہین ہو - اللہ کی پرہیزگاری کرو (جس پرہیزگاری کی اوس نے تعلیم کی ہے یعنی انقطاع من دون اللہ اور سنو (جو اوس نے فرمایا) اور اطاعت کرو (جو اوس نے حکم دیا) (تغابن ۲) -

اتقا یا انقطاع من دون اللہ آسان نہین - اس لئے خدا نے فرمایا - تعاونوا علی البر و التقوی -

بھلائی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو (مائدہ ۱۲) تقوے کی راہ سخت کٹھن ہے اس لئے ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت ہے۔ ہان ابتدائے منزل مین دشواریان تو ہین مگر والعاقبۃ للتقویٰ (طٰہٰ - آخر) والعاقبۃ للمتقین ٥ (اعراف ۱۵) عاقبت تو متقیون کی ہے ان للمتقین لحسن مآب پرہیزگارون کے لئے اچھا ٹھکانا ہے (ص ۴۷) جو سب سے ٹوٹ کر خدا سے جڑا ہو تو اس سے بہتر اور کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے۔

کتنا کچھ لکھا جائے۔ خدا کی بات نہ آجتک تمام ہوئی نہ ہوگی۔ اتقا کی ہدایت سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے تلاوت کیا کرو معلوم ہوتا رہے گا۔ آخر مین اتنا کہدینا ضرور ہے کہ متقین ہی اولیا اللہ ہین۔ ان اولیاؤہ الا المتقون - اولیاء اللہ تو متقی ہی ہین۔ (انفال ۴۷) واللہ ولی المتقین - اور خدا بھی متقیون ہی کا دوست ہے (جاثیہ) یعنی یحبہم ویحبونہ - یہہ خدا کو دوست رکھتے ہین۔ اور خدا اونکو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ احسان کی راہ چلنا ہے یعنی قرآن مجید پر سمہ اوسکی شریعت وطریقے کے معمل ہونا یہی متقین محسنین ہین۔ ان المتقین فی جنت وعیون ٥ اخذین ما اٰتیھم ربھم انھم کانوا قبل ذلک محسنین ٥ کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون وبا لاسحار ھم یستغفرون و فی اموالھم حق للسائل والمحروم ٥ - (متقین بے شک عیش وآرام مین ہونگے جو کچھ نعمتین خدا اونہین دے رہا ہوگا وہ لے رہے ہونگے بے شک پہلے ہی محسنین تھے احسان کی راہ چلنے والے) رات کا تھوڑا حصہ ہوتا تھا جس مین یہہ سوتے تھے۔ اور صبح کو خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے تھے۔ اور اون کے مال مین سے سائلون اور تنگ دستون کا حق تھا (الذٰریٰت ۱۵) رات کو کم سوتے تھے اس کے یہہ معنی نہین کہ وہ تھٹیر یا پائین مین جاگتے تھے بلکہ وہ طالبین حق تھے اون کی شان تھی کہ ہر وقت یظنون انھم ملقوا ربھم وہ اس خیال مین ہوتے تھے کہ اب خدا سے ملے اب ملے اس سے شوق دید تڑپ اوٹھتا تھا۔ اسی تڑپ کا نام خشوع ہے اور اسی کی ترقی کا نام عشق ع عاشق کو بھی آتا ہے کہین نیند کا جھونکا۔

سورۂ ال عمران کے چودھوین رکوع مین متقین کی تعریف خدا فرماتا ہے الذین ینفقون الآیہ۔ متقین وہ ہین جو راحت و تکلیف دونون حالتون مین خرچ کرتے ہین۔ اور غصہ کو دبا لیتے ہین۔ اور لوگون کو معاف کرتے رہتے ہین (یہہ احسان کی راہ چلنا ہے۔) اور اللہ احسان کی راہ چلنے والون کو دوست رکھتا ہے اور متقی وہ ہین جن سے کوئی بے حیائی سرزد ہو جاتی ہے یا اپنے حق مین کچھ برا کر بیٹھتے ہین تو خدا کو یاد کرتے ہین۔ اور اپنے گناہون کی معافی چاہتے ہین۔ اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ کو معاف کرے اور وہ جو گناہ دانستہ کر بیٹھتے ہین تو اوس پر اصرار نہین کرتے۔ مثلاً ایک آیت مینے پیش کی ورنہ متقیون کی تعریف سے تو قرآن مجید بھرا ہوا ہے اور کیون نہ ہو اصل ریاض تو قطع ماسوا ہی ہے

المختصر اللہ ہی اللہ ہے اور سب فانی۔ نہین کے شمار مین۔ تو اوسی سے دل لگاؤ۔ اوسی سے لو لگاؤ۔ اور اوسی سے باطنی سروکار رکھو۔ اور ماسوے اللہ سے احتراز کرو کیہی اتقا اور احسان کی راہ ہے والذین جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون لھم ما یشاؤن عند ربھم ذلک جزاء المحسنین لیکفر اللہ عنھم اسوء الذی عملوا ویجزیھم اجرھم باحسن الذی کانوا یعملون الیس اللہ بکاف عبدہ ویخوفونک بالذین من دونہ ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد رسول جو کلام حق لیکر آئے اور جس ایمان والے نے اوس کی تصدیق کی (زبانی نہین بلکہ حق تصدیق ادا کیا) یہی لوگ متقی ہین۔ ان کے لئے ان کے پروردگار کے قرب مین انکی مانگی مراد ہے۔ جو یہہ چاہین۔ یہہ جزا ہے محسنین کی یعنی احسان کی راہ چلنے والون کی۔ تاکہ اللہ ان کے اعمال بد ان سے دور کرے اور ان کے اعمال سے بہترین اجر ان کو عطا فرمائے (یعنی ان کی گردش و روش صحیح اوتر ے) کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہین۔ اور یہہ لوگ تم کو ماسوا سے ڈراتے ہین تو جس کو اللہ گمراہ کرے اوس کا کوئی ہادی نہین (زمر ۷ے)۔

ماسوے اللہ سے انقطاع کے معنی یہہ ہوے کہ از روے عقیدت خدا ہی کو خالق اوسی کو مالک اوسی کو

شفیع و مددگار جانو۔ اوسی کو حقیقی دوست اور اپنا کارساز سمجھو۔ عقیدت سندانہ دل کا لگاؤ اوس سے محبت اوس سے۔ خوف اوس سے۔ اور از روئے نیت یون کہ ہر کام مین رضا جوئی اوس کی اور دہیان کی وابستگی اوس سے۔ عملاً یہہ کہ ہر حال مین دنیاوی کام مین لگے ہو۔ یا دینی کام مین عبادت اوسی کی ذکر اوسی کا۔ فکر اوسی کی۔ مراقبہ اوسی کا۔ مواجہہ اوسی کی طرف اور تسلیم مواجہہ اوسی کو ہونا چاہیے۔ یہی ٹوٹنا اور یہی جڑنا ہے۔ کہ ماسوا سے ٹوٹ کر خدا کی طرف جڑ جاؤ۔ جو جڑنے کا حق ہے۔ وتبتل الیہ تبتیلا (مزمل ع۱) ذٰلک خیرٌ للذین یریدون وجہ اللہ۔ یہہ اون کے لئے جن کا مطلوب خدا ہے بہت بہتر ہے (روم ع۴)۔

ایسا نہ سمجھو کہ مسلمان کے گھر پیدا ہوے اپنے کو مسلمان کہتے رہے۔ مردم شماری کے دفتر مین قومیت مسلمان لکھی گئی تو اس سے نجات کی کشتی کا کھیوا بھی پار لگا۔ حاشا نہین۔ اعمال خالص مطلوب ہین جن مین ماسوائے کے ناپاک چھینٹے نہون انیبوا الی ربکم واسلموا لہ۔ خدا کی طرف رجوع کرو۔ بلکہ اپنے ہی کو اوس کے حوالہ کردو۔

مقامات

رہرو صراط اللہ جب طالب لقاء اللہ ہوا تو ہمت کہتی ہے کہ بلند ہو۔ اوس کی عظمت اور جلالت کہتی ہے کہ کہان تو اور کہان وہ۔ دیوانگی محبت ہمت کو گرمائے جاتی ہے اور امکان و محال کی طرف دیکھنے نہین دیتی۔ اوس کی کبریائی کہتی ہے۔ تعرج الملٰئکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ (فرشتے اور روح خدا کی طرف عروج کرتے ہین۔ ایک دن مین جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی راہ ہے۔ معارج ع۱) لیکن اوس کی رحمت امید بڑھائے جاتی ہے فاصبر صبرًا جمیلا (صبر کرو صبر جمیل درکار ہے۔ معارج ع۱) محبت بول اٹھتی ہے میری آنکھون دیکھو انھم یرونہ بعیدًا ونراہ قریبًا (لوگ اوس کو دور دیکھتے ہین۔ ہم نزدیک دیکھتے ہین۔ (معارج ع۱) لوگون کے نزدیک دور ہے۔ خدا کے

نزدیک دور نہیں۔ بلحاظ عظمت دور ہے۔ اور بلحاظ مشیت قریب۔ بلحاظ جلالت دور ہے۔ اور بلحاظ قدرت قریب فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ جو چاہے اپنے خدا کی طرف راہ اختیار کرے (مزمل) جب راہ میں قدم ڈالا تو راہ میں منزلیں ہیں۔ مقامات ہیں جیسی راہ ویسا مقام۔ ان مقاموں کے سیقموں کا نام غوث قطب ابدال وغیرہ وغیرہ میں نہ لوں گا۔ کیونکہ یہہ نام اور یہہ مقام خدا کے بتائے ہوئے اور علی بینۃ رب نہیں ہیں۔ ہاں مقامات کے وہ نام جو خدا نے بتائے ہیں میں بھی بیان کردوں گا۔ چاہے عجائب پرستوں کو ان ناموں میں مزہ آئے نہ آئے۔

یہہ مقامات گدی پر بیٹھنے سے حاصل نہیں ہوتے۔ ولایت حرارت ارضی نہیں ہے کہ تجہیز کی طرح اوٹھے اور ولی اللہ بنا دے۔ مجھے گدی سے سطلب نہیں میرا سطلب مقام سے ہے جو حاصل ہوتا ہے عمل وریاضت اور طلب ومجاہدہ سے۔

نبوت کے مقامات کو نبیوں کے لئے چھوڑ دو۔ وہاں نبی کے سوا کوئی دوسرا بار نہیں پاتا نبی کی راہ روحانیت سے شروع ہوتی ہے۔ اور اون کے ماسوا کی راہ عالم برزخ سے نبی کے مقامات کو نبی ہی جان سکتا ہے اور وہاں تو روحانی پرندہ بھی پر نہیں مارتا۔ فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔

ہاں رہرو صراط اللہ اولیا اللہ کا مقام اعلیٰ تر۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہے۔ مقام صدق میں جو خدا کے قریب میں ہے۔ (قمر ۳۳) خدا نے بھی نبیین والصدیقین والشہداء والصالحین فرمایا یعنی نبوت کے نیچے مقام صدق ہے اور یہہ عمل وریاضت اور طلب ومجاہدہ سے خدا عنایت فرماتا ہے۔

قل کل یعمل علی شاکلتہ (بنی اسرائیل ع۹) شاکلہ درمنتہی الارب بمعنی صورت ونیت است۔ ہر کوئی اپنے کینڈے اور اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے اس آیت سے نہ صرف علم قیافہ کا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ جب مشاکلت بداہتہً مختلف ہے اور اس سے اعمال بھی مختلف ہیں۔

تو یقینی حال و مقام مین بھی اختلاف ہونا لازمی ہے جیسے اعمال ویسے مقامات۔
وما منا الا لہ مقام معلوم نہین ہے کوئی ہم مین مگر اوسکا مقام معلوم ہے۔ (والصفت۔ آخر) اس آیت کو لوگون نے حسب عادت محذوف مان کر فرشتون کا قول بنایا ہے کہ فرشتے کہین گے وما منا الا لہ مقام معلوم مگر فرشتون کے مقام کا تو وہان جانیوالا ہی جائے گا۔ دوسرے محذوف ماننے سے کلام دولخت ہو جاتا ہے۔ محذوف ماننے کے لئے بھی کوئی مجبوری اور کوئی قرینہ ہونا چاہئے کیونکہ محذوف مانا ہوا جملہ غیر قطعی ہوتا ہے اور یون قطعی غیر قطعی کا پابند ہو جائے گا۔ کوئی ایک جملہ محذوف مانے گا کوئی دوسرا۔ یہان فرشتون کا کہین مذکور نہین حقیقت مین یہہ قول ہے عباد مخلصین کا جنکو اوپر ہی کی آیت مین خدا نے فرمایا ہے الا عباد اللہ المخلصین۔ یہی عباد مخلصین کہتے ہین۔ وما منا الا لہ مقام معلوم وانا لنحن الصافون وانا لنحن المسبحون۔ یہہ سب عباد مخلصین ہی کے مقامات ہین۔

مزید توضیح کے لئے سورہ والصفت کا آخر رکوع پڑھ جاؤ۔ وان یونس لمن المرسلین سے رکوع بڑا ہے۔ بنظر اختصار مینے نقل نہین کیا۔ اس مین خدا نے حضرت یونس علیہ السلام کے ذکر کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون۔ اگر وہ تسبیح کرنے والون مین نہ ہوتے تو ہرگز مچھلی کے پیٹ سے نہ نکلتے) اوسکے بعد اقوال و اعتراض کفار کو بیان کیا ہے جو وہ پاکی و سبوحیت خداوندی کے خلاف بولتے تھے۔ پھر اس قول سے عباد مخلصین کو مستثنیٰ کیا ہے پھر اون کا قول بیان کیا ہے۔ وما منا الا لہ مقام معلوم وانا لنحن الصافون وانا لنحن المسبحون یعنی ہم مین ہر کا ایک مقام معلوم ہے ہم مین بعض نماز گذار ہین بعض تسبیح کرنے والے۔ پھر کفار کی وہ آرزو بیان کی ہے جو وہ قیامت کے دن کرینگے۔ کہ اگر اگلون کی نصیحت ہمارے پاس ہوتی تو ہم بھی عباد مخلصین مین ہوتے۔ میرے نزدیک صاف سلسلہ کلام یون ہی ہے فرشتون کو

بیچ مین لاکر اور فرشتون کو محذوف مانکر اور وما منا الا لہ مقام معلوم فرشتون کا قول قرار دیکر سلسلۂ کلام توڑنے کی کیا ضرورت۔ معاملات اخلاص مین فرشتون کے ٹپک پڑنے کی گنجایش نہین۔ خدا کا طریقہ بھی اسکا ساعد نہین کہ معاملات اخلاص مین فرشتے دخل در معقولات کرین اس سے واضح ہوا کہ مخلصین بندون کے مقامات ہین۔ کوئی نماز گذار ہین۔ کوئی تسبیح کرنے والے ہین جسمین جو صفت غالب ہو ولکل درجٰت مما عملوا ہر شخص کے اعمال کے مطابق اوسکے مدارج ہین۔ انعام ۱۶ اس سے واضح ہو گیا کہ خدا کے بندون کے علویات اور سفلیات مین حسب اعمال اون کے مدارج ہین مجھے سفلیات مین کفار کے مدارج قایم کرنے سے بحث نہین میرا تخاطب اخلاص بندون کی طرف ہے تو جس طرح انبیا کے مدارج ہین اولیا اور مخلصون کے بھی مدارج ہین۔ انبیا سے تو قوم نے قطع تعلق ہی کر لیا ہے۔ ہان اولیا کے مدارج زبان زد خلائق ہین۔ مگر وہ نہین جو خدا نے بتائے ہین۔ بلکہ انسانی دئے ہوئے خلعت و خطابات ہین جو معتقدون کی بارگاہ سے عنایت ہوتے ہین

حضرت رسول معصوم نبی آخر الزمان ہمارے مولا ہمارے پیشوا ہمارے ہادی اور سارے عالم کے رسول بابی انت وامی یارسول اللہ صلی علیہ وسلم کے مقام کی نسبت خدا فرماتا ہے۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا (بنی اسرائیل ع۹) اوسکا وعدہ خلاف نہین ہوتا آپ مقام محمود مین ہونگے آپ کا نام محمود آپ کا مقام محمود۔ جتنے مخلصین بندے خدا کے ہین سب ایک ایک صفت اور ایک ایک مقام کے ساتھ مخصوص ہین۔ انہ کان من المخلصین ۰ انہ کان من الصادقین ۰ انہ کان من الصلحین علٰے ہذا سب کے صفات اور مقامات جداگانہ ہین۔ مگر مقام محمود چونکہ مجموعہ صفات ہے اسلئے اوس مقام کا نام ہی محمود پڑ گیا یعنی بہمہ صفت موصوف اور بہمہ صفات محمود ہ۔

اکثر پیغمبرون نے فرمایا ان کان کبر علیکم مقامی اگر میرا مقام تم کو بار گران ہو اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ما منا الا لہ مقام معلوم ہر عابد و مخلص کا ایک مقام ہے۔

اگر مین مقاصون کو اور اہل مقام کے تفرقہ مراتب کو بیان کرون تو کچھ فائدہ نہوگا۔ اور کتاب طویل ہوجائیگی
دران حالیکہ مقصود ہے اختصار اور اگر مین اولیائے کے مقام کی تفصیل کرون تو خیال ہوتا ہے
کہ رہرو جہان تہکا دہان منزل کرے گا ہی۔ پھر اوس مقام کے لطائف کو بیان کرنا طالبون کی
توجہ کو باٹھنا ہوگا۔ اور طالب طالب خدا نہین بلکہ طالب مقامات ہوجائے گا۔ اور خدا کو مقامات
تو مطلوب نہین اس لئے بالاجمال کسی قدر بیان کردیتا ہون کسی کی خواہش تفصیل کی ہو تو قرآن مجید
مین تدبر و تفکر اوسے کفایت کرے گا۔

اسماء حسنےٰ مین سے جو صفت جس طالب پر مستولی ہو۔ خدا کی جس صفت مین وہ ڈوبا ہو۔ خدا کی جس صفت
نے اوسے ڈہانپا ہو۔ اور خدا کی جس صفت نے اوسے پناہ دی ہو وہ اوسکا مقام ہے۔

قرآن مجید مین سے مجھے اسوقت اتنے نام یاد آئے مسلمین۔ مومنین۔ مخلصین۔ صالحین۔ مسبحین
صافون۔ اولوالالباب متقین۔ صدقین۔ صابرین۔ شکرین۔ متصدقین۔ قایمین۔ صائمین۔ حافظین
ذاکرین۔ خاشعین۔ سابقون مقربین۔ صدیقین۔ شہدا۔ مقام اجتبا۔ مقام اصطفا۔ مقام تکلمی مقام روح اللہی
مقام تبشیر و تنذیر مقام صحبت مقام ولایت اور علیٰ ہذا اہل مقام سے مقام کا پتہ چلتا ہے۔ اور مقام سے کیفیت مقام
کا۔ مگر صرف ترجمہ کردینے سے نہین بلکہ قرآن مجید مین تدبر و تفکر کرنے اور اہل مقام ہونے سے
واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

مناجات

اے خدا دعا کرتے آیا ہون یعنی تجھ سے دو باتین. آہ تو سب کی سنتا ہے میری بھی سن لے. مگر نگاہ شوق تیز تر ہوتی جاتی ہے اور زبان التجا گنگ. آرزوئین آہون کے بخارات نبکر اوڑ جاتی ہین. اور مرادین نالون کی خاکستر ہوا جاتی ہین. کیونکہ یہہ وہ آہ و نالے نہین جو آسمان کو چیرین. بلکہ ان کی چنگاریون سے تو دل چراغان ہوتا ہے. ایسے حال مین تو ہی بتا تجھ سے تیرے سوا مانگون بھی تو کیا مانگون تیرے حضور کونسی چیز مانگنے کی اس لئے مانگنے سے تو مین رہا. ہان قوم کا کچھ دکھڑا ہے اور قوم کے لئے کچھ التجا.

اے خدا یہہ مینے نہین کہا تو ہی نے فرمایا ہے. لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم. تمہارے پاس رسول تم مین سے ہی آئے. تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے. تمہاری بہلائی پر وہ حریص ہین. ایمان والون پر غایت درجہ شفیق و مہربان ہین (توبہ ع ۱۶) ایسے حال مین مسلمانون کی روحانیت کی بدحالی تیرے رسول محبوب پر کسدرجہ بارگران اور موجب تکلیف ہوگی. اے خدا اپنے پیارے اور برگزیدہ رسول کا خیال کر. مسلمانون کا حال بدل دے. کوئی تجھ سے درد دل کا علاج مانگتا ہے اور مین مسلمانون کے لئے درد دل. مگر تیرا درد اور تیری محبت کا درد کہ اپنی محبت خالص کا اک ذرہ درد انکو عنایت کر. کہ یہہ تیری گرمی محبت مین حرارت حیات روحانی سے بہرہ یاب ہون اور نئی زندگی پیدا کرین یعنی اسلام حقیقی سے بہرہ یاب ہون اسلامی شریعت و طریقت سے فیضیاب ہون جو عین حقیقت ہے. گروہ مین گردان ہون. اور روش مین طیران. قرآنی انوار و تجلیات سے منور ہون کہ تیری دید کے سزاوار ہو جائین تیرے ہو کر تیرے رسول کے لائے ہوئے اسلام پر چل کر ماسوا سے منقطع ہو کر ماسوائے پر حکمران ہون اور اسلام کا نام روشن کرین. قلوب پر تیرے نام کا سکہ رائج ہو. اور دنیا مین تیرے فرمان کی حکومت فرمان روائی کرے کہ تیرے پیارے رسول کی انکھین ٹھنڈی ہون اور دل تسکین پائے.

اسلام اور ہائے اسلام. دور اول ہی مین پھولا پھلا. دور دوم مین پت جھڑ ہوئی اور دور سوم مین [illegible]

نام ناحی چھوڑ کر سدھار گیا۔ دور دوم کی پت جھڑ اور مرض آلود شاخین مختلف فرقون کی صورتون مین اب تک اپنا عوارض آلود وجود دکھا رہی ہین۔ مسلمانون نے غفلت کی راہ سے تنہ کو ڈھانک دیا اور نا فرمانیون کی آرہ سے شاخین کاٹ کر گرادین اور ماسوے اللہ کے تیز آلاؤ مین اونہین خاک سیاہ کر ڈالا اور اب اوس خاکستر کے دفینون پر مجاور ہو بیٹھے۔

یہہ اوس اسلام کا حال ہے جسکی تیرے پیارے رسول نے اپنے مقدس سینہ کے خدائی صحن باغ مین تیئیس ۲۳ برسون تک باغبانی کی اسکے سایہ مین بیٹھے اسیکا پھول سونگھا گلے کا ہار کیا اور بستر پر ڈالا اسیکا پھل کھایا اور اسیکا پھل کہلایا کیون نہ افسوس اور ماتم کا مقام ہو کہ مسلمان اوسی پیارے رسول کی امت ہو کر اوسی اسلام کی شاخون کے خاکستر کو تربت مین رکھ کر دفن کرنے چلے ہین۔ اے خدا تیری رضا کیا ہے؟ کیا تیری یہہ رضا ہے کہ اسلام کا بے برگ و بار تنہ مشرکون کے حوالہ ہو کہ وہ اس سے اپنی کرسیان بنائین یعنی بیت اللہ مین اپنا ناپاک بٹھیک بنا کر تیرے کلام پاک کے پرخچے اوڑائین یا تیری یہہ رضا ہے کہ اپنے مقدس اور برگزیدہ اسلام کو نئی زندگی عطا کرے جس غرض کے لئے تو نے اپنی آخری کتاب کی حفاظت کی ہے۔

اے خدا! اگر تیری یہہ رضا ہے تو وہ دن جلد لا کہ عروج اسلام کی صبح صادق کی بہار میری حسرت زدہ اور ارمان آلود آنکھین بھی تو دیکھین ع پس از سرمن کن فیکون شد شدہ باشد۔ اے خدا تیری ہی تو مرضی۔ تیری ہی مرضی تو ہو کر رہی ہے۔ اور ہو کر رہے گی۔ اذا اراد اللہ شیئًا یقول لہ کن فیکون۔

اے خدا ہم تو تیری رضا کے بندے ہین۔ اللھم لبیک لبیک والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و الہ واصحابہ اجمعین۔